بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرو چمن

فی

احوال امام حسنؑ

مولفہ

خان بہادر مولینا سید اولاد حید صاحب فوق بلگرامی

باہتمام

سید منیر حسن منیر زیدی الواسطی

ناشر مطبوعات

مطبع یوسفی دہلی

سنہ ۱۳۳۸ھ

مطبع یوسفی پریس دہلی



تفسیر عمدۃ البیان ہر سہ جلد

کلام معصومین سے اس میں ایک ایک آیہ قرآنی کی تفسیر (بزبان اُردو) موجود ہے

ہدیہ قسم اول ہر سہ جلد کامل

ہدیہ قسم دوم ہر سہ جلد کامل

ہدیہ قسم سوم ہر سہ جلد کامل

جامع عباسی مترجم اُردو

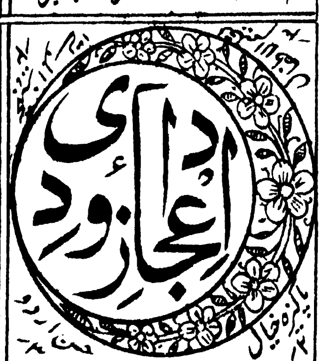
جامع عباسی بابی جملہ مسائل مذہب شیعہ کے متعلق شیخ بہائی علیہ الرحمہ کی وہ بیش بہا اور نادر کتاب ہے جس کے بعد کسی اور کتاب فقہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی یہ نادر و بے مثل کتاب کا نہایت صحیح اردو ترجمہ ہے۔ جو بکمال محنت و کوشش طبع کیا گیا ہے

قیمت ۱۲/

تذکرۃ المعصومین اُردو

ایسی زرین کتاب کی ضرورت سختی سے محسوس ہو رہی تھی جسمیں ایک ہی جگہ چہاردہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقدس و مبارک واقعات زندگی مہیا کئے گئے ہیں یہ ایک کتاب فی الحقیقت صدہا کتب سوانح معصومین سے مستغنی کردیتی ہے ہر مومن اور ہر چہاردہ معصومین ضرور منگائیں

(قیمت)



اسباب النجات

تمام حاجات شرعیہ کے لئے مفید و مجرب اعمال۔ ادعیہ اور اذکار کا کامل اور قیمتی ذخیرہ۔ قیمت فی جلد صرف ۸/

محصولڈاک ہر کتاب کا بذمہ خریدار ہوگا

تمام درخواستیں بھیجنے کا صحیح پتہ:۔ سید منیر حسن منیر زیدی الواسطی مالک یوسفی پریس دہلی

ان علماٗ اور انکی کتابوں کے نام جنسے اس کتاب میں ماخذ کیا گیا ہے

فہرست نمبروار

نمبر	کتاب	مولف کتاب
۱	المختصر المشہور بتاریخ ابوالفدا	شاہ اسمٰعیل یمنی
۲	تاریخ طبری	محمد جریر طبری
۳	تاریخ الخمیس	علامہ شیخ حسین دیاربکری
۴	تاریخ اعثم کوفی	خواجہ احمد اعثم الکوفی
۵	تاریخ روضۃ الاحباب	میر جمال الدین حسینی محدث
۶	تاریخ روضۃ الصفا	مرزا خاوند شاہ
۷	جلاء العیون	اخوند ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ
۸	فصول المہمہ	ابن طلحۃ الشافعی
۹	صواعق محرقہ	علامہ ابن حجر عسقلانی
۱۰	کتاب الاستیعاب	امام عبدالبرؒ
۱۱	زاد عقبےٰ ترجمہ مودۃ القربےٰ	سید علی ہمدانی الشافعی
۱۲	حیواۃ الحیوان	علامہ دمیری
۱۳	ینابیع المودت	شیخ الاسلام السلیمان الحنفی النقشبندی
۱۴	مدارج النبوۃ	شاہ عبدالحق محدث دہلوی
۱۵	عمدۃ المطالب فی عد مناقب علیؑ ابن ابیطالب	خواجہ عبیداللہ امرتسری
۱۶	مراۃ الجنان	امام یافعی
۱۷	جواہر العقدین فی مناقب حسنین علیہم السلام	امام حموینی

المولف
سید اولاد حیدر بلگرامی

ﮯ



چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وابنائہ المعصومین الی یوم الدین ۔

کامل دس برس سے حضرات آئمہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین کے حالات و واقعات کی ترتیب و تالیف کی طرف مصروف ہوں اس مبارک سلسلہ کے نمبر اول کی پوری تکمیل کرنے کے بعد کوئی دو برس تک میں نے تالیف و تصنیف کا کام بالکل چھوڑ دیا تھا اور کسی وجہ سے نہیں صرف اس غرض سے کہ سات برس کی شبانہ روز اور دلسوز محنتوں کے بعد کچھ عرصہ تک آرام لے لوں اور حقیقت میں جناب امیر المومنین عالم علم الاولین والآخرین نفس سید المرسلین مظہر العجائب مصدر الغرائب اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب علیہما السلام من رب المشارق والمغارب کی حیات قدسی صفات کے مقدس حالات اور مبارک واقعات ایسے ہی وسیع اور بسیط تھے جن کی تلاش تجمیع ترتیب اور ترکیب میں مجھکو کامل سات برس تک لگاتار رات دن محنت کرنی ہوئی تاہم مصداق آنکہ ؎

ہفتاد و دو سال صرف کردم امّا معلومم شد کہ ہیچ معلوم نشد

میں اتنی بڑی کتاب کو جو ڈیڑھ ہزار صفحوں پر تمام ہے آپ کے دفتر حالات کا ایک جزو بھی نہیں سمجھتا ارباب تالیف و تصنیف خوب سمجھتے ہیں کہ اتنی بڑی تالیف کے بعد میرے لئے کچھ عرصہ تک آرام لینا اور اپنی دماغی قوتوں میں سکون پیدا کر لینا کتنا ضروری اور لازمی تھا۔

کتاب **سراج المبین** فی تاریخ مولانا و سیدنا امیر المومنین علیہ السلام کو تمام کرکے میں خاموش تو ہو بیٹھا مگر یہ فرصت کا زمانہ بھی کتب بینی کے مشاغل سے خالی نہیں ہاں فرق اتنا تھا کہ ان کتابوں کو میں نے سرسری طور سے دیکھا اور بالاستیعاب نہیں سال گذشتہ محض احباب کی فرمائش سے حضرات چہاردہ معصومین علیہم السلام کے ولادت کے حالات مسدس کی ترکیب میں منظوم کر ڈالے اور وہ امسال **مطبع یوسفی دہلی** سے چھپکر ملک اور قوم میں شائع بھی ہو گئے مجھکو اس کا اعتراف ہے کہ **چودہ ساغر** کی تصنیف میں سوائے شاعرانہ فکر کے اور کوئی خاص محنت کرنی نہیں پڑی تاہم سوچتے سوچتے اور لکھتے لکھتے تین مہینے ہو گئے ۔ ذالحجہ ۱۳۲۲ھ میں

چودہ ساغر کی تصنیف سے فراغت پائی تھی کہ جناب فخر الحکما حکیم مولوی سید مقبول احمد صاحب دہلوی یہاں تشریف لائے اور غریب خانہ پر مقیم ہوئے میں نے سراج المبین کو ان کی خدمت میں پیش کیا جناب ممدوح نے جبتک قیام فرمارہے میری کتاب کو بالاستیعاب ملاحظہ فرمایا اور اُسپر نہایت طول و طویل تقریظ بھی تحریر فرمائی کتاب دیکر مجھ سے آئندہ سلسلہ تالیف جاری کرنے کے لئے تاکید کی میں نے عرض کی کہ میرا قصد تو یہ پہلے ہی سے ہے کہ اگر میری حیات مستعار نے وفا کی تو میں اس سلسلہ کے اختتام کا وعدہ انشاء اللہ المستعان ضرور پورا کروں گا مگر ابھی کچھ عرصہ تک خاموش ہی رہنا پسند کرتا ہوں۔

جناب موصوف تو تشریف لے گئے اور میں بوجہ عزائے امام علیہ السلام عشرۂ محرم تک کچھ بھی نہ کر سکا دس دن تمام ہوتے ہی ۱۲ محرم ۱۳۲۳ھ ہجری سے میں نے اپنی تالیفات کی خدمات شروع کر دیں اس کے آغاز تالیف کو ابھی پورے دو ہفتہ بھی نہیں ہوئے تھے کہ میرا ایک صغیر سن بچہ تین ہی دن کے اندر اپنی موت کی بیماری میں مبتلا ہو کر لوٹ پوٹ ہو گیا ممکن تھا کہ میں اپنے اضطرار و انتشار کی غیر متحمل حالتوں میں اپنے تالیف کے کاموں کو کچھ دنوں تک اٹھا رکھتا مگر ان اُمور ناگہانی کو احکام ربانی اور مقدرات انسانی سمجھا اور اپنی موافقانہ خدمات کو اپنا فخر و مباہات اور باقیات الصّالحات سمجھکر مستقل طور سے اسیطرح برابر مصروف و مشغول رہا اور سرور زمین و زمن امام موتمن جناب امام حسن علیہ السلام کی حیات مستغنی الصفات کے مقدس حالات اور متبرک واقعات کی تلاش و تجسس کرتا اور جستہ جستہ علمائے متقدمین و متاخرین کی مختلف تصنیفات و تالیفات تاریخ سیر رجال حدیث اور کلام سے واقعات ضروری کے انتخاب کا کام تمام کیا انتخاب کے کام کے بعد تالیف و ترتیب کی خدمت شروع ہوئی۔

تالیف کا سلسلہ شروع ہی تھا کہ مجھکو اپنے وطن مالوف قصبہ بلگرام ضلع ہردوئی جانے کا اتفاق ہوا اور کوئی تین مہینے وہیں مقیم رہا اس لئے میرے کاموں میں ایک اتفاقی توقف ضرور ہو گیا نصف شعبان ۱۳۲۳ھ ہجری کو میں بعد مکان واپس آیا اور اپنی چھوٹی ہوئی خدمات کی انجام دہی پر تیار اور مستعد ہو گیا اور جمادی الاولیٰ ۱۳۲۴ھ تک آغاز سے کامل سات مہینوں کی شبانہ روز محنتوں کے بعد اس مقدس سلسلہ کی جلد دوم بھی تمام کر دی۔

لله الحمد کہ اس سلسلہ کی محنت میری بار آور ہوئی اس کتاب میں جناب امام حسن علیہ السلام کے حالات آپکی ولادت کے روز سے دیکر وفات کے دن تک پوری تشریح اور توضیح کے ساتھ درج ہیں خصوصاً ابنائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کی شرافت کو نصوص الٰہیہ کے آثار اور احادیث رسالت پناہی کے اخبار سے قوی دلیلوں کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے معاملات صلح اور اس کے تمام شرائط کی کامل تحقیق کی گئی ہے اور یہ امر پورے اور کامل ثبوتوں کے ساتھ ظاہر کر دیا گیا ہے کہ صلح نامہ میں معاویہ کے مرجانے کے بعد خلافت کے انتظام کے لئے شوریٰ کی شرط نہیں تھی بلکہ یہ اقرار تھا کہ خلافت اسلامی کے اختیارات معاویہ کے بعد امام حسن علیہ السلام یا اسوقت اہلبیت طاہرین کے مبارک طبقہ میں جو

بزرگوار ہوں گے ان کی طرف منتقل کر دیئے جائیں گے یہ راز سربستہ اس وقت تک بالکل پوشیدہ تھا کتب تاریخ کے علاوہ علمائے احادیث و رجال کی تصنیفات سے اس کا پورا سراغ لگا کے اور معتبر و مستند اسناد سے اس کے کامل ثبوت بہم پہنچا کے عقلی اور نقلی دلیلوں سے الشمس فی النہار کی طرح آشکار و نمودار کر دیا گیا اسیطرح آپ کی وفات اور زہر دادنی کے اصلی اسباب جس کی غرض صرف حکومت یزید کا قائم کرنا تھا کامل تشریح کے ساتھ درج کی گئی ہے اور مختلف تاریخوں سے ان تمام واقعات کے سراغ لگائے گئے ہیں اور ہر واقعہ کی تصدیق و توثیق اس کے صحیح اور معتبر اسناد سے پہنچائی گئی ہے واقعات تاریخی کے علاوہ جناب امام حسن علیہ السلام کے محاسن اخلاق اور محامد اوصاف کے متعلق بھی مختلف واقعات متفرق کتابوں سے لیکر ایک جداگانہ باب میں جمع کر دیئے گئے ہیں انہی مضامین کے ضمن میں آپ کے چند خطبات بھی لکھدیئے گئے ہیں جو آپ کی جامعیت فصاحت و بلاغت اور کمال علمی کی کامل شہادت دیتے ہیں۔

اپنی اس تحصیل سعادت کے اظہار کے ساتھ مجھ کو اس عنایت ایزدی اور نعمت الٰہی کے شکریوں کا اظہار بھی ضروری ہے جو اس نے اپنے اس عبد خاکسار اور ذرۂ بے مقدار کے حال پر مبذول فرمائے وہ یہ کہ اس کتاب کے تمام ہوتے ہی اس منعم حقیقی نے میرے گزشتہ استقلال اور صبر اور ضبط حال پر خیال فرما کر میرے سابق نقصانات کا نعم البدل عطا فرمایا اگرچہ میرا اخلاص اور میری عقیدت اسی کتاب کو اس کا پورا نعم البدل سمجھ چکی تھی مگر اس ارحم الراحمین نے بمصداق نورٌ علےٰ نور اس گوہر آبدار پر اس دُر شاہوار کا اضافہ فرمایا اور آج ۵ کم سی طلبم مگر تو افزود وہی کا معنی خیز مضمون سمجھ میں آیا فلحمد للہ الحمید المجید علےٰ احسانہ المزید وھو فعال لما یرید ؎

اس کتاب کے تمام ہوتے ہی اہل مطابع میں اس کی پکار پڑ گئی ان میں سب سے پہلے ہمارے قدیم عنایت فرما ممدوح زمن جناب سید صفیر حسن صاحب ایڈیٹر اخبار اثنا عشری دہلی نے اسکی خواہش ظاہر کی اور اپنے دوستانہ شوق میں اس کا ایک جزو بھی منگا بھیجا مگر جناب موصوف نے اسکو اپنے پرچہ میں ناول کے طور پر اخبار کے ساتھ جاری کرنے کی تجویز فرمائی جس کو میں نے کسی طرح قبول نہیں کیا اور حقیقت امر یہ ہے کہ اس مقدس سلسلہ کی اشاعت کی نسبت میرا یہ خیال ہے کہ اس کی ترتیب اشاعت بھی ترتیب امامت کے مطابق ہونی چاہیئے اس لئے تاوقتیکہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کے حالات شائع ہو لیں امام حسن علیہ السلام کے واقعات کی اشاعت کو کسی طرح میں مناسب نہیں سمجھتا ہوں۔

بہرحال کچھ اوپر سال بھر کی روزانہ محنتوں کا یہ بے مقدار نتیجہ تھا جو اس کتاب کی صورت میں جس کا نام سمر وحسین تاریخ حالات جناب امام حسن علیہ السلام

ہے ہماری قوم اور ہمارے فرقہ کے ناظرین باتمکین کی پیش نظر ہے۔

میری موجودہ کم استعدادی اور کور سوادی ہرگز اس مبارک سلسلے کے حالات کی ترتیب و تالیف کی قابلیت اور صلاحیت نہیں رکھتی میرے ناقابل اور ناچیز دست و بازو سے ان تالیفات کے متعلق اب تک جو کچھ ہو چکا ہے اور آئندہ جو کچھ ہوتا رہیگا اس کو تنہا میری کوشش میری سعی اور میری ہمت نہیں سمجھنا چاہیئے بلکہ انہی **ذوات مقدسہ** کی خیر و برکت ہوگی جیسے اجواء سعادت اشتمال کے لکھنے کا فخر فی الحال مجھکو حاصل ہوا ہے وللہ الحمد ولہ الشکر۔ واخر دعوٰنا الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علےٰ رسولہ وآلہ المیامین الی یوم الدین ؁

کواکب صانہا عن الآفات — المؤلف

ششم رجب ۱۳۲۴ھ — عبد احقر سید اولاد حیدر عفی عنہ

ناشر کی گذارش

مولنا و مخدومنا حضرت فوق بلگرامی کی یہ زریں تصنیف جسے سلسلۃ الذہب کی دوسری کڑی کہنا چاہیئے بار ثانی حقیر کے اہتمام سے طبع ہو کر ہدیۂ انظار مؤمنین باتمکین ہوتی ہے مندرجۂ بالا دیباچہ کتاب مولنائے موصوف الصدر نے ۶ رجب المرجب ۱۳۲۶ھ ہجری کو زیب قرطاس فرمایا تھا جو محض اشاعت اولین کیلئے تھا اور برادر معظم سید منیر حسن صاحب شمس زاد مجدہ سابق مالک مطبع یوسفی دہلی نے من و عن اس دیباچہ کو سمر و حمین کی بار اول میں طبع فرمایا تھا لیکن اس کتاب کے ختم ہونے کے بعد اس کی طلب ملک میں نہایت بے چینی سے اس وقت شروع ہوئی جب ۲۴ دسمبر ۱۹۱۱ء کو مطبع یوسفی دہلی کی عنان انتظام و ملکیت میرے ہاتھ میں منتقل ہو چکی تھی۔

چونکہ وقت کوتاہ اس کے مقابلے میں اس تصنیف کی ترمیم اور دیباچہ کی تنقیح کا معاملہ "قصہ طولانی" کا مرادف تھا اسلئے میں نے ضروری سمجھا کہ تشنگان طلب علم کی پیاس بجھانے اور جلد سے جلد بجھانے کیلئے بالفعل اس کتاب کو صرف ..۵ کی قلیل تعداد میں من و عن طبع کرا دوں اسلئے دیباچہ بھی نہیں تبدیل کیا گیا امید ہے کہ اگر مؤمنین نے اس طرف توجہ فرما کر اعتوان ہاتھ اس طبع ثانیہ کو قبول فرما لیا تو میں انشاء اللہ مصنف ممدوح سے ملکر اس کی طبع ثالثہ کا ایسا مکمل انتظام کروں گا کہ یہ تصنیف اپنی ہم سلسلہ تصانیف میں درجۂ اولیٰ حاصل کر سکے والسعی منی والاتمام من اللہ انشاء اللہ

سید منیر حسن مالک مطبع یوسفی دہلی



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ وابنائہ اجمعین الیٰ یوم الدین اسم مبارک آپ کا حسن ؑ اور کنیت ابو محمد ؑ اور مشہور ترین القاب المجتبیٰ ولادت آپ کی پندرھویں رمضان المبارک سنہ ۳ھ میں واقع ہوئی مرزا دبیر مرحوم فرماتے ہیں ؏ نازل ہوئے قرآن کی صورت رمضاں میں۔

علامہ ابن اثیر اسد الغابہ میں لکھتے ہیں قال الزہری ولد الحسن فی نصف من رمضان سنۃ ثلاث من الہجرۃ زہری کا قول ہے کہ امام حسن علیہ السلام نصف (نیمہ) رمضان سنہ ۳ھ میں پیدا ہوئے

جناب امام حسن المجتبیٰ علیہ السلام کے ابتدائی حالات ولادت کے متعلق اُم الفضل جناب عباس بن عبد المطلب کی زوجہ محترمہ کا ایک خواب نہایت مشہور ہے جسکو آپ نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیان فرمایا جس کو سنکر آنحضرت نے امام حسن علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت کو اس کی تعبیر فرمایا تھا ہم اس خواب کو امام بغوی اور علامہ دولابی کی اصل عبارت میں لکھتے ہیں عن اُم الفضل قالت قلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رایت کان عضوا من اعضائک فی بیتی فقال خیر رأیت تلد فاطمہ علیہا السلام غلاما فترضعہ یا بن قثم جناب اُم الفضل ؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا کہ ہم نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کے جسم مبارک کا ایک عضو میرے گھر میں ہے آنحضرت نے فرمایا تم نے بہت مبارک خواب دیکھا ہے فاطمہ علیہا السلام کے ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کو تم اپنے بیٹے قثم ابن عباس کا دودھ پلاؤ گی علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بھی انہیں الفاظ کے ساتھ یہ خواب جلاء العیون میں تحریر فرمایا ہے۔

جناب امام حسن علیہ السلام کی ولادت کی بشارت نے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مغموم دل کو کس قدر شاد و مسرور کیا ہوگا جس کے لئے کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ کاشانۂ رسالت میں یہ پہلا چراغ ہے جو روشن ہوا اور چمنستان رسالت میں یہ پہلا پھول ہے جو کھلا۔ اگرچہ اس سے پہلے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی ولادت کا واقعہ بھی ایسا معمولی نہیں تھا جو آنحضرت کے لئے غایت درجہ کی مسرت کا باعث نہ قرار دیا جاسکے مگر ان کی ولادت کے وقت آنحضرت کو پورا اطمینان نہیں تھا جو اظہار مسرت کے لئے موزوں اور کافی بتلایا جاتا امام علیہ السلام کی ولادت کا زمانہ ایسا ضرور تھا کہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطالب و مقاصد میں اطمینان آچلا تھا اور دن رات کے تردد و انتشار جو اس سے قبل آپ کو حاصل تھے اگر بالکل نہیں تو نصف کے قریب رفع ہوچلے تھے اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جناب امام حسن علیہ السلام کی ولادت کا زمانہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے ایام ولادت سے آنحضرت کے لئے زیادہ اطمینان کا زمانہ تھا تاریخ دیکھنے والے اندازہ کرسکتے ہیں کہ بعثت کے پہلے سال میں آنحضرت زیادہ مطمئن تھے یا ہجرت کے تیسرے سال میں۔

بہرحال امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی ولادت کا زمانہ آنحضرت کے لئے ہر قرینہ سے آرام واطمینان کا زمانہ تھا جس میں آپ ہر طرف سے مطمئن ہوکر اپنے اس پارۂ جگر کی ولادت کے واقعہ پر اپنی انتہا درجہ کی مسرت کا بخوبی اظہار فرماسکتے تھے آنحضرت کے کمال فرحت و سرور کے ثبوت اس واقعہ سے پورے طور پر ملتے ہیں جو عموماً تمام اسلام کے فضائل ومناقب کی کتابوں میں درج ہیں کہ آپ کی ولادت کا مژدہ مسجد میں سنکر فوراً آنحضرت محلسرا کی طرف تشریف لے گئے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی خدمت میں اسوقت اسما بنت عمیسؓ سب سے زیادہ پیش پیش تھیں اور قابلہ کی تمام خدمتیں انہیں کی سعادت اور خوش قسمتی کا حصہ تھیں۔

اسما بنت عمیسؓ سے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بچے کو اٹھا لاؤ آنحضرت کا حکم سنتے ہی یہ اس مولود مسعود کو ایک پاک و پاکیزہ کپڑے میں لپیٹ کر مکان ولادت سے باہر لائیں اتفاق سے وہ کپڑا زرد تھا جناب رسالتمآب صلعم نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ اے اسما، میں نے تمہیں کئی بار منع کیا ہے

فٹ نوٹ اسما بنت عمیس کے اوصاف جمیلہ سے اسلام کی تمام کتابیں مالامال ہیں انکا شمار ان عورتوں میں ہے جو مہاجرین اولیات میں داخل ہیں یہ اسوقت جناب جعفر ابن ابی طالب علیہ السلام کے حبالۂ نکاح میں تھیں اور انہیں کے ساتھ سابق ہجرت میں مکہ سے حبشہ تک گئی تھیں جس کی نسبت انکو اپنے ذاتی محاسن پر بہت بڑا افتخار تھا چنانچہ ایک دفعہ حضرت عمر سے اسبارہ میں گفتگو ہوگئی تھی اور ایک نے دوسرے پر اپنی فضیلت ظاہر کی تھی آخر کار یہ بات بڑھتے بڑھتے دربار رسالت میں پیش ہوئی تو آنحضرت نے اسماء کے ذاتی فضائل کی تصدیق فرماکر ان کے دعوے کو انکی دلیلوں پر ترجیح دی چنانچہ صحیح مسلم میں اس واقعہ کی نسبت یہ عبارت درج ہے :-

کہ بچوں کو زرد کپڑے میں نہ لپیٹا کرو جاؤ دوسرے کپڑے میں لاؤ چنانچہ آسماء نے حکم رسول کی فوراً تعمیل کی
اور اب کی بار حریر کے جامۂ سفید میں لے آئیں اور اس گوہر امانت کو کنار رسالت میں دے دیا جناب رسالتمآبؐ
نے اپنے پارۂ جگر کو چھاتی سے لگا کر گوش راست میں اذان اور گوش چپ میں اقامت کہی۔
جناب رسالتمآبؐ کو جو محبت اور اُلفت اپنے پارۂ جگر فرزندان بتولؑ سے حاصل تھی وہ اس واقعہ
سے ظاہر ہے کہ آپ زرد لباس کو ایک منٹ کے لئے بھی ان کے جسم مبارک پر دیکھنا برداشت نہ کر سکے
اب یہ بحث کہ زرد کپڑے پہنانے میں کیا نقص تھا اور دوسرے کپڑے پہنانے میں کیا خوبی۔ تو یہ ایک
جداگانہ بحث ہے اور میرا موجودہ منصب اس کے تصفیہ کے لئے مجبور اور پابند نہیں بتلایا جا سکتا مگر اپنے
اصول کے مطابق ہم اتنا ضرور کہیں گے کہ جب خدا کا کوئی فعل مصلحت کے خلاف نہیں ثابت ہوتا تو اسکے
رسول کا کوئی حکم ہماری اصلاح سے کب خالی کہا جا سکتا ہے۔
بہرحال اپنے پارہ جگر کو گود میں لے کر آنحضرت جناب علی مرتضےٰ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہو اپنے اس
فرزند کا کچھ نام بھی تجویز کیا ہے مطیع اور فرمانبردار بھائی نے جواب میں عرض کیا کہ مجھکو کسی امر میں
آپ پر سبقت کرنا لازم نہیں ہے آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ میں اس امر خاص میں خدائے تعالےٰ کی وحی
کا منتظر ہوں اور کسی حالت میں اس کے احکام پر اپنی طرف سے سبقت کی جرأت نہیں کر سکتا۔
اسی اثنا میں آثار وحی محسوس ہوئے اور فوراً بعد انفراغ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب
امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہارے بیٹوں کا وہی نام رکھوں جو حضرت ہارون
کے بیٹوں کے نام تھے یہ فرما کر آنحضرت نے ان کا نام حسنؑ رکھا جو لفظ عبرانی شبرؑ کا عربی ترجمہ ہے۔

نوٹ نوٹ بقیہ ص اسما بنت عمیس فقال عمر سبقنا کم بالھجرۃ فنحن احق برسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم منکم فغضب وقالت
کذبت یا عمر کلا حضرت عمر نے اسماء بنت عمیس سے کہا کہ ہم لوگ ہجرت میں تم پر سابق ہیں کیونکہ ہم
لوگ رسول اللہ کے ساتھ تھے اور بہ نسبت تمہارے زیادہ مستحق ہیں یہ سنکر اسماء کو غصہ آیا اور کہا تم جھوٹے ہو۔
اسی بیان میں اسماء نے اپنے دعوے کے ثبوت میں یہ دلیل پیش کی کہ تم لوگ آنحضرت کے ساتھ تھے وہ تم کو کھانا کھلاتے
تھے اور وعظ و پند فرماتے تھے ہم لوگ کاسب بعید دراز حبشہ میں گئے تھے محض خدا اور رسولؐ کی خوشی کے لئے واللہ نہ
ہم کھانا کھائیں گے نہ پانی پئیں گے جبتک کہ اس واقعہ کی پوری حالت کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت
میں عرض نہ کریں گے حالانکہ ہم لوگ وہاں ایسی ایذا خوف اور تکلیف میں اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ نوٹ ص

حاشیہ مطالب السؤل و دیگر کتب معتبرہ میں ہے واصح ما قیل فی ولادتہ انہ ولد فی المدینۃ
فی النصف من شہر رمضان سنۃ ثلاث من الہجرۃ ولما ولد واعلم النبی صلعم
بہ اخذہ واذن فی اذنہ صحیح ترین اقوال کا جو ولادت حضرت امام حسن علیہ السلام میں وارد ہوئے ہیں یہ ہے

میں نے اس واقعہ کو مختلف الفاظ اور متفرق عبارت کے ساتھ قریب قریب ان تمام کتابوں میں دیکھا ہے جو اسوقت میرے پیش نظر ہیں مگر میں نے زیادہ تر کتاب فضائل الخلفاء الاربعہ علامہ وصابی اور جلاء العیون ملا مجلسی علیہ الرحمہ کی نقل پر اکتفا کی ہے چنانچہ علامہ وصابی کی اصلی عبارت یہ ہے۔

عن اسما بنت عمیس قالت قبلت فاطمۃ بالحسن فجاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ قال یا اسما ھلمی ابنی فدفعتہ الیہ فی خرقۃ صفراء فالقاھا عنہ قائلا الم اعھد الیکن لا تلفقوا مولودا فی خرقۃ صفراء فالففتہ فی خرقۃ بیضاء فاخذہ فاذن فی اذنہ الیمنی واقام فی الیسری ثم قال لعلی ای شئ سمیت ابنی فقال ما کنت لاسبقک بذلک فقال لا انا اسبق ربی فھبط جبرئیل فقال یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ربک یقرئک السلام ویقول لک علی منک بمنزلۃ ھارون من موسی لکن لا نبی بعدک تسم ابنک ھذا باسم ولد ھارون فقال ما کان اسم ولد ھارون یا جبرئیل فقال شبر فقال ان لسانی عربی فقال سمہ الحسن

اسما بنت عمیس سے روایت ہے کہ میں جناب امام حسن علیہ السلام کی ولادت میں جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی قابلہ تھی جناب رسالتآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشریف لاکر مجھ سے ارشاد فرمایا اے اسماء میرے بیٹے کو مجھے دکھلا دے میں جناب امام حسنؑ کو ایک زرد کپڑے میں لپیٹ کر آپ کی خدمت میں لائی آنحضرت نے وہ کپڑا اتار کر پھینک دیا اور فرمایا کہ میں نے تجھکو کئی بار منع کیا ہے کہ کسی بچہ کو زرد کپڑے میں نہ لپیٹا کرو پھر میں نے انکو سفید کپڑے میں لپیٹا اور آنحضرت کی آغوش میں دیا حضرت نے ان کے سیدھے کان میں اذان اور الٹے کان میں اقامت فرمائی پھر آنحضرت نے جناب علیؑ مرتضیٰ علیہ السلام سے پوچھا تم نے میرے بیٹے کا کیا نام رکھا ہے جناب علیؑ مرتضیٰ نے فرمایا کہ میں اس امر میں آپ پر سبقت نہیں کرسکتا ہوں تب آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ میں

بقیہ فوٹ نوٹ

جب جناب رسالتآب صلے اللہ علیہ وآلہ تشریف لائے تو اسماء بنت عمیسؓ نے یہ تمام قصہ انکی خدمت میں عرض کیا کہ آنحضرت نے فرمایا کہ ہرگز وہ لوگ تم لوگوں سے زیادہ مستحق نہیں ہیں عمر اور اصحاب عمر کی ایک ہجرت ہے اور تم سب اہل سفینہ کی دو ہجرتیں ہیں۔

علامہ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس روایت میں تھوڑی سی عبارت کا اور اضافہ کیا ہے اُن کے اصلی الفاظ یہ ہیں ومن وجہ آخر عن الشعبی نحوہ وقال فیہ کذب من یقول ذالک یعنی امام شعبی سے منقول ہے کہ جناب رسالتآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسماکی شکایت کے جواب میں فرمایا کہ وہ شخص جھوٹا ہے جو ایسا کہتا ہے۔

بہرحال اس واقعہ سے اسما بنت عمیس علیہا الرحمہ کی فضیلت اور مناقب کے پورے حالات معلوم ہوتے ہیں ۔

(اولاد حیدر مولف)

بقیہ حاشیہ

کہ تحقیق مدینۂ منورہ میں پندرھویں شہر رمضان المبارک سنہ ۳ ہجری میں جناب امام حسن علیہ السلام پیدا ہوئے اور جب پیدا ہوئے اور حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مژدہ ولادت باسعادت

بھی اس امر میں اپنے خدا پر سبقت نہیں کرسکتا پس جبرئیل علیہ السلام نے نازل ہوکر فرمایا کہ خدائے تعالیٰ سلام
دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ علیؑ تمہارے نزدیک ایسے ہیں جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کے نزدیک لیکن بعد تمہارے نبیؐ
نہیں ہے آپ اپنے بیٹے کا نام ہارونؑ کے بیٹوں کے نام پر رکھیں حضرت نے کہا ہارونؑ کے بیٹوں کا کیا نام تھا
جبرئیل نے کہا شبر حضرت نے فرمایا میری زبان تو عربی ہے جبرئیل کہنے لگے آپ ان کا نام حسنؑ رکھیں۔
(یہ روایت مستدرک شرح شرف النبوۃ اور مناقب سادات میں بھی درج ہے)

بقیہ حاشیہ پہنچا تو سرور عالم اور عالمیان نے امام حسن علی جدہ وعلیہ السلام کو آکر گود میں اٹھا لیا اور گوش ہمایوں میں اذان فرمائی۔

اصابہ فی تمیز الصحابہ جلد اوّل میں یہ عبارت مندرج ہے:۔ الحسنؑ ابن علیؑ ابن ابیطالب بن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف الھاشمی سبط رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و ریحانتہ امیر المومنین ابو محمد ولد فی نصف شھر رمضان سنۃ ثلث من الھجرۃ قال ابن سعد وابن البرقی وغیر واحد حسنؑ ابن علیؑ ابن ابیطالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہاشمی سبط رسول اللہ صلعم اور ریحانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں امیر المومنینؑ ابو محمد آپ کی کنیت ہے نصف ماہ رمضان ۳ھ میں پیدا ہوئے قایل اس قول کے ابن سعد اور ابن البرقی اور بہت سے مورخ ہیں۔

نور الابصار میں یہ تحریر ہے:۔

ولد الحسن رضی اللہ عنہ فی نصف رمضان سنۃ ثلاث من الھجرۃ وھو اوّل اولاد علیؑ وفاطمۃ رضی اللہ عنھما روی مرفوعًا الی علی ابیہ رضی اللہ عنھما قال لما حضرت ولادت فاطمۃ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لاسماء بنت عمیس وامّ سلمہ رضی اللہ عنھما احضرا فاطمۃ فاذا وقع ولدھا واستھل صارخا فاذّنا فی اذنہ الیمنی واقیما فی اذنہ الیسرے فانہ لا یفعل ذالک بمثلہ الا عصم من الشیطان ولا تحدثا شیئا حتیٰ اتیکما فلما ولدت فعلتا ذالک واتاہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فسرہ ولباہ بریقہ وقال اللھم انی اعیذہ بک وذریتہ من الشیطان الرجیم فلما کان الیوم السابع ان مولودہ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ما سمیتموہ قالوا حربا قال بل سموہ حسنًا

امام حسن علیہ السلام نصف ماہ رمضان المبارک ۳ھ میں پیدا ہوئے اوّل اولاد علیؑ وفاطمہؑ رضی اللہ عنہما میں روایت کیا گیا ہے اسطرح سے کہ سلسلہ اس کا حضرت علی علیہ السلام تک پہنچتا ہے کہ جس وقت قریب ہوئی ولادت حضرت امام حسنؑ کی تو فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسما بنت عمیسؓ سے اور ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے کہ خدمت فاطمہ میں حاضر ہو جس وقت فرزند پیدا ہو اور اس کی آواز بلند ہو تو اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا ایسا فعل نہیں کیا جاتا مثل اس سے (ورد واج کے سبب) مگر یہ کہ لڑکا محفوظ رکھا جاتا ہے یعنی جس لڑکے کے کانوں

اس روایت کو امام حاکم نے مستدرک میں اور علامہ دار قطنی امام بیہقی ابن عساکر اور امام بغوی نے اپنی اپنی تصانیف میں لکھا ہے علامہ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ عرب میں امام حسن علیہ السلام سے پہلے اس نام اور کنیت کا کوئی دوسرا آدمی نہیں تھا ان کی اصل عبارت یہ ہے۔ قال ابو محمد العسکری علیہ السلام سماہ النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم الحسن علیہ السلام وکناہ ابو محمد ولم یکن ھذا الاسم جناب ابو محمد عسکری علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسنؑ مجتبیٰ کا نام حسنؑ رکھا اور یہ کنیت جاہلیت میں کسی کی بھی نہیں تھی۔

علامہ ابن سعد کا یہ قول ابن اثیر کی تصدیق کامل کرتا ہے عن عمران بن سلیمان قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم الحسنؑ والحسینؑ اسمان من اسماء اھل الجنۃ ما سمیتہ عمران بن سلیمان کہتے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسن اور حسین علیہم السلام دو اسم ہیں اسماء اہل جنت سے کبھی عرب نے یہ نام جاہلیت میں نہیں رکھے تھے۔

ولادت سے سات دن بعد جناب رسالتمآبؐ نے اپنے اس پارۂ جگر کا رسم **ختنہ** اور رسم **عقیقہ** ادا فرمایا اصل میں یہ دونوں رسمیں سنت ابراہیمی میں داخل ہیں اور انہیں کے اولیات میں شمار کی جاتی ہیں تاریخوں میں اسکے قبل کسی قوم و قبیلہ میں ان کا نشان نہیں ملتا آنحضرت نے خلیل اللہ کے ان مسنون مراسم کو اپنی شریعت میں بھی قائم رکھا اور عقیقہ کے خون کو بچوں کے سر پر ملنے کا دستور قطعی طور سے منع فرمایا اس رسم کی نسبت ہمارا پورا الیقین ہے کہ یہ دستور شریعت ابراہیمی کے مطابق نہیں تھا بلکہ رسم ورواج قومی کی وجہ سے جاری ہوگیا تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ میں ترتیب مسطور اذان و اقامت کہی جاتی ہے وہ شر شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور تم دونوں جب تک کہ میں نہ آؤں کوئی بات نہ کرنا پس جبکہ حضرت امام حسن علیہ السلام پیدا ہوئے تو اسماء بنت عمیسؓ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حسب فرمودہ رسول اللہ صلعم عمل کیا اور آنحضرت تشریف لائے اور ناف اس فرزند ارجمند کی قطع فرمائی اور اپنے لعاب دہن سے ان کو شیر پلایا اور فرمایا کہ اے خدائے برتر میں اس فرزند کو اور اس کی ذریت کو شر شیطان سے تیری پناہ میں دیتا ہوں پس جبکہ ولادت سے ساتواں دن ہوا تو فرمایا آنحضرت نے کہ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے میں نے کہا حرب فرمایا فرمایا اس کا نام حسنؑ رکھو۔

اس روایت کے لکھنے سے مولف کا زیادہ تر یہ مقصود تھا کہ اسماء بنت عمیسؓ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر تھیں بلکہ حضرت ام المومنین ام سلمہ علیہا السلام بھی شریک خدمت تھیں ہم آپ کی ان اعلےٰ خدمات کو جناب امام حسین علیہ السلام کی کتاب میں انشا اللہ المستعان تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔ (فضل المبین مطبوعہ لکھنو صہ ۳۴)

(مولف عفی عنہ)

تاریخ الخلفاء سیوطی و اسد الغابہ و شرح ہمۃ المجالس میں یہ عبارت درج ہے وقال المفضل ان اللہ حجب اسم الحسنؑ والحسینؑ حتیٰ سمّی بھما النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ابنیہ مفضل نے کہا تحقیق جناب باری نے ہم

بہرحال جناب رسالتمآبؐ نے اپنے پارۂ جگر کا رسم عقیقہ یوں ادا فرمایا کہ ایک ابلق دُنبہ کو اپنے ہاتھ سے قربان فرمایا اور یہ دعا پڑھی عقیقۃ عن الحسن عظمہا بعظمہ ولحمہا بلحمہ ودمہا بدمہ وشعرہا بشعرہ اللھم اجعلہا وقاءً لمحمد وآلہ قربانی سے فراغت پاکر بچہ کی حجامت فرمائی اور جتنے بال اُن کے سر سے اُترے ان کے ہم وزن چاندی تصدق فرمائی اور ایک درہم اسما بنت عمیس کو انعام فرمایا اور دونوں گوشواروں میں سوراخ کر دیئے امام ترمذی نے اپنی صحیح میں اس روایت کو قریب قریب اسی عبارت کے لکھا ہے اس کے بجنسہ الفاظ یہ ہیں عن علی علیہ السلام قال عق رسول اللہ علیہ السلام عن الحسن علیہ السلام بکبش وقال یا فاطمۃ علیہا السلام احلقی راسہ وتصدقی بزنۃ شعرہٖ فضۃ فکان وزنہ درہما او بعض درہم علی مرتضیٰ علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرت نے اُن کے عقیقہ میں ایک مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا کہ اے فاطمہ اس بچے کے سر کو منڈواؤ اور اس کے بالوں کے برابر چاندی کر دیں ان بالوں کا وزن ایک درہم یا اس سے کچھ کم تھا ابو داؤد نے ابن عباس کی اسناد سے دو مینڈھے کے قربان کئے جانے کا بیان کیا ہے ؛؛

بچپن کا زمانہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ کی پرورش اور شفاعت

حسن علیہ السلام اور نسبت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ایک ایسا مسلّم اور متفق علیہ مسئلہ ہے کہ جو ہماری کسی تصریح وتشریح کا محتاج نہیں اسلام کی کوئی کتاب عالم اس سے کہ وہ کسی زمانہ کی تصنیف ہو یا کسی قوم اور فرقے کی تالیف ایسی نہیں ہوگی جو ان واقعات سے خالی بتلائی جائے یا جن میں کثرت سے ان واقعات کا صحیح اور پورا نشان نہ ملتا ہو۔

کتابوں کے مطالعہ سے قطع نظر اگر صرف غور ہی سے کام لیا جائے تو صاف طور سے معلوم ہو جائے گا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد اپنے سوائے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے اور کسی دوسرے کو عقب نہیں چھوڑا جو آپ کے بعد آپ کی ذریت یا آپ کی اولاد مشہور ہونے کی عزت رکھتا ہو اسیطرح جناب سیدہؑ کے بعد ان کی اولاد آنحضرت کی اس میراث کی تمام حیثیت سے مستحق ٹھہری اور اسی وجہ سے تمام علمائے کرام نے بلا لحاظ نحن معاشر الانبیاء لا نورث حضرات حسنین علیہم السلام پر آنحضرت کی **آل اہلبیت قربےٰ ابناء عترت** اور **ذریت** وغیرہ وغیرہ مقدس اور معزز الفاظ کو ان حضرات کی ذات تک محدود و مخصوص کر رکھا ہے اور کسی غیر کے لئے ان الفاظ کے استعمال کو قطعی ناجائز کیا ہے چنانچہ علامہ ابن اثیر اسد الغابہ میں

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱: نے اسم حسن اور حسین علیہما السلام کو پوشیدہ فرمایا یہاں تک کہ ان دونوں ناموں کے ساتھ نبی صلعم نے نام رکھا اپنے دونوں بیٹوں کا ۱۲ مولف عفی عنہ

بذیل تذکرہ جناب سیدۃ العالمین تحریر فرماتے ہیں:۔ وانقطع نسل رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم الا منہا سوائے جناب سیدہ کے نسل جناب رسالتمآبؐ منقطع ہو گئی ہے علامہ سمہودی بھی اپنی کتاب جواہر العقدین میں اس کی تصدیق اس واقعہ سے کرتے ہیں کہ لما رای علی ابن ابیطالب علیہ السلام الحسنین علیہما السلام یسرع الی الحرب فی الصفین قال ایہا الناس املکوا عنی ھذان الغلامین اخاف ان ینقطع بھما نسل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امیر علیہ السلام نے حضرات حسنین علیہم السلام کو لڑائی کے لئے میدان میں جاتے ہوئے دیکھکر فرمایا کہ تھام لو ان دونوں کو میں ڈرتا ہوں کہ ان کے شہید ہو جانے سے کہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل نہ منقطع ہو جائے۔

آجتک جہاں کہیں نسل رسول اللہ کا مبارک نشان پایا جاتا ہے اس کا مقدس سلسلہ انہیں حضرات سے شروع ہوتا ہے اور حقیقت امر یونہی ہے کہ سوائے حضرات حسنین علیہم السلام کے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت نسل کا یاد دلانے والا کون تھا آنحضرتؐ نے بھی ایک موقع پر نہیں ہزار موقع پر انہیں کو اپنا فرزند انہیں کو اپنی اولاد انہیں کو اپنی ذرّیت انہیں کو اپنی عترت قرار دیا ہے اور اپنی تمام اُمت کو برابر انہیں الفاظ سے یاد کرنے کی تاکید فرمائی۔

اگر واقعات پر تحقیق کی نظر ڈالی جائے تو یہ امر صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعدد اولادیں جو مکہ اور مدینہ کے قیام میں مختلف اوقات میں ضائع ہو چلی تھیں ان کا اثر آپ کے مبارک دل پر جس شدت سے محسوس ہوتا تھا اسکا اندازہ اس وقت ہماری خیالی قوتوں سے بالکل ناممکن ہے جناب رسالتمآبؐ کو اسی وجہ سے زبان دراز مشرکین اور بدزبان دشمنان دین جنمیں حکم ابن العاص اور ابو سفیان بنی اُمیہ خیل کا نام خصوصیت سے لیا جاتا ہے رخاک بدہان ایشان باد) معاذ اللہ لا ابتر کا خطاب دے رکھا تھا جسکو سُن سُن کے آپ کے قلب مضمحل پر حسرت و افسوس کا کچھ ایسا اثر ہوتا تھا کہ پہروں آپ محزون و ملول بیٹھے رہتے تھے تا اینکہ جناب باری عز اسمہٗ کی درگاہ سے آنحضرتؐ کو آپ کی بقائے نسل کے لئے سچی اور قطعی بشارت دی گئی اور بخلاف آپ کے ان دشمنان دین کے اخلاف و اعقاب کے بہت جلد زوال تباہی اور بربادی کے وعدے فرمائے گئے جس کی پوری تصدیق ان شانئک ھو الابتر سے ہوتی ہے۔

اس واقعہ کو دیکھکر آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جناب رسالتمآبؐ کے بعد وہ کون پاک اور مبارک سلسلہ ہے جس کی موجودگی میں مشرکین اور معاندین کے اخلاف کی تباہی و بربادی ثابت ہوتی ہے کیا وہ سلسلہ ایسا ہے جو بنی فاطمہؑ کے علاوہ رسول اللہ کے کسی دوسری اولاد سے منسوب کیا جاتا ہے کیا وہ ایسا سلسلہ ہے جو حضرات حسنین علیہم السلام کے علاوہ آنحضرتؐ کی ذرّیت میں کسی دوسرے سے شروع ہوتا ہے نہیں کوئی نہیں جناب رسالتمآبؐ کی اولاد و اعقاب تمام روئے زمین پر جہاں جہاں پائی جاتی ہیں ان کی ابتدا جناب سید حسنین علیہم السلام سے شروع ہوتی ہے اور یہ ایسا نا قابل انکار مسئلہ ہے جو سید فیض سے صاحب امیر المؤمنین علیہ السلام

اور رحم جناب سیدۃ النساء العٰلمین سلام اللہ علیہا اجمعین کے ساتھ مخصوص و ودیعت ہوا تھا جناب سیدہؑ کے علاوہ آنحضرت کی دو صاحبزادیاں اور بتلائی جاتی ہیں جو یکے بعد دیگرے زمانہ رسولؐ ہی میں حضرت عثمان کے ساتھ منعقد ہو کر اُن کے ذوالنورین مشہور ہونے کا باعث ہوئیں مگر نہ وہ ذریت رسولؐ کہی جاتی ہیں اور نہ انکی اولاد و اعقاب اہلبیت کے ساتھ شمار کئے جاتے ہیں ان کے بعد امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کے ساتھ حسب وصیت جناب سیدہ جناب علیؑ مرتضےٰ نے عقد فرمایا تھا ان کو یا ان کی اولاد کو کوئی ذریت رسولؐ میں نہ اُس وقت کہتا تھا اور نہ اسوقت کتب رجال میں جہاں ان کی اولاد و اعقاب کی تلاش کی جائے تو اس کی نسبت علماء نے لکھا ہوگا تو جناب علیؑ مرتضیٰ علیہ السلام کی صُلبی شرافت کے لحاظ سے صرف علوی سید اور کچھ بھی نہیں۔

اب ہم اپنے اس مضمون کے ثبوت اور تصدیق میں چند حدیثیں لکھتے ہیں جس سے یہ امر کامل طور سے واضح ہو جائے گا کہ جناب رسولؐ خدا نے ہر موقع اور ہر مقام پر اپنی پیاری بیٹی کی اولاد کو اپنی عین اولاد و اعقاب سے خطاب فرمایا ہے اور اپنے صلبی اخلاف میں مخصوص انہیں حضرات کو قرار دیا ہے۔

امام حاکم مستدرک میں امام طبرانی معجم میں اور خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں عن ابن عباس قال کنت انا وعباس جالسین عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اذا دخل علی وسلم فردّہ علیہ رسول اللہ وقام الیہ وعانقہ وقبّل بین عینیہ واجلسہ عن یمینہ فقال العبّاس یا رسول اللہ تحب ھذا فقال یا عم واللہ اشدّ حبًّا منّی انّ اللہ جعل ذرّیّۃ کلّ نبیّ فی صلبہ وجعل ذرّیتی فی صلب علیؑ

ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں اور میرے باپ جناب عباس جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام تشریف لائے اور سلام کیا آنحضرت نے ان کے سلام کا جواب دیا اٹھ کھڑے ہوئے اُن سے معانقہ فرمایا پیشانی پر بوسہ دیا اور داہنی طرف بٹھلایا حضرت عباسؓ نے فرمایا یا رسول اللہ آپ ان سے بہت محبت رکھتے ہیں آنحضرت نے فرمایا اے چچا واللہ خدا کے لئے ان سے بہت محبت رکھتا ہوں تحقیق کہ پروردگار عالم نے ہر ایک نبی کی ذریت کو اسکے صلب میں لکھا ہے اور میری ذریت کو علی علیہ السلام کے صلب میں قرار دیا ہے۔

امام احمد حنبل مناقب میں تحریر فرماتے ہیں عن علی علیہ السلام قال طلبنی رسول اللہ فوجدنی فی حائط نائمًا فقربنی برجلہ فقال قم واللہ لارضینک انت اخی و ابو ولدی

امام احمد مناقب میں تحریر فرماتے ہیں کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایکبار آنحضرت نے مجھ کو ڈھونڈا اور ایک دیوار کے نیچے مجھ کو سوتا پایا تو آپ نے مجھ کو اپنے پائے مبارک سے حرکت دیکر فرمایا کہ میں تجھکو یہ کہکر خوش کرتا ہوں کہ تو میرا بھائی اور میرے بیٹوں کا باپ ہے۔

اسی مضمون کو تھوڑے اضافہ کے ساتھ امام حاکم اور علامہ بغوی نے بھی تحریر کیا ہے عن محمد ابن اسامہ ابن زید قال قال رسول اللہ لعلی اما انت یاعلی ختنی وابو ولدی وانت منی وانا منک محمد بن اسامہ ابن زید سے منقول ہے کہ آنحضرت نے علی السلام سے فرمایا یا علیؑ تو ہمارا داماد ہے اور ہمارے بیٹوں کا باپ ہے اور میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے ہے۔

امام شیرازی اور ابن النجار نے اس مضمون کو ذیل کی عبارت میں تحریر کیا ہے عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اللھم اشھد قد بلغت ھذا اخی وابن عمی صھری وابو ولدی اللھم کب من اعداہ فی النار ابن عمر سے مروی ہے کہ جناب سید المرسلینؐ نے فرمایا کہ اے میرے پروردگار تو گواہ رہیو میں نے پہنچا دیا ہے کہ یہ میرا بھائی اور ابن عم اور میرے بیٹوں کا باپ ہے پروردگار جو اس کا دشمن ہو تو اسکو اوندھے منہ جہنم میں ڈال۔

امام طبرانی معجم میں مخصوص جناب سیدہ سلام اللہ سے ان مطالب کو دوسرے مضامین سے بھی لکھتے ہیں ان کی عبارت یہ ہے:۔ عن فاطمۃ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کل بنی اب ینتمون الی ولد فاطمۃ علیھا السلام فاتا انا ولیھم وعصبتھم جناب سیدہ سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہر ایک باپ کے بیٹوں کے واسطے عصبہ مقرر ہے مگر فاطمہؑ کی اولاد کے لئے میں خود ولی اور عصبہ ہوں۔

اسی روایت کو امام حاکم نے مستدرک میں اور علامہ ابن عساکر نے تاریخ میں اور علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں اس کی تصدیق فرمائی ہے امام حاکم اور ابن عساکر نے اس کو جابر ابن عبداللہ انصاری کے اسناد سے لکھا ہے ملاحظہ ہو سوانح عمری حضرت علی علیہ السلام مطبوعہ لاہور ص ۱۳۳

علاوہ اس کے المودۃ القربےٰ سید علی ہمدانی اور ینابیع المودۃ شیخ الاسلام قسطنطنیہ علامہ سلیمان القندوزی الحنفی مطبوعہ بمبئی میں بھی یہ حدیث کئی طریقوں سے درج ہے فمن شاء فلیرجع الیہ

اسی بحث کے متعلق علامہ ابن حجر ہارون رشید کے دربار کا ایک خاص واقعہ تحریر کرتا ہے جسکو ہم ان کی اصل عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

سال الرشید عن موسی الکاظم علیہ السلام کیف قلتم انا ذریۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وانتم ابناء علی علیہ السلام فتلا موسی ومن ذریتہ داؤد وسلیمان الی عیسےٰ وقال لیس لہ اب امام موسی کاظم علیہ السلام سے رشید نے سوال کیا کہ آپ اپنے کو جناب رسالتمآبؐ کی ذریت کیونکر کہتے ہیں باوجودیکہ آپ تو جناب علیؑ مرتضےٰ کی ذریت میں داخل ہیں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے یہ آیہ تلاوت فرمایا اور جناب عیسےٰ تک ختم فرما کر پوچھا کہ عیسےٰ کے تو باپ نہیں تھے۔

اگرچہ ہمارے ذیقدر علامہ نے اس واقعہ کو درج کیا مگر ایسے اختصار کے ساتھ کہ کچھ سمجھ میں آیا اور کچھ نہ آیا اس

لئے ہم اس واقعہ کو پوری تفصیل کے ساتھ ناسخ التواریخ کی اصل عبارت سے ذیل میں مندرج کرتے ہیں۔

چوں ہارون رشید از مسئلئے چند بپرداخت وسخن بدیں جا آورد وگفت یا موسیٰ ابن جعفر چگونہ جائز داشتہ اید کہ عامہ وخواصہ شمارا بسوئے رسولخدا منسوب دارند۔ وفرزندان رسول خوانند وحالانکہ شما فرزندان علی مرتضےٰ ومرد را باید نسبت کنندنہ با مادر وفاطمہ شمارا بمنزلہ وعائی بود وپیغمبر از جانب مادر جد شماست موسیٰ علیہ السلام فرمود لو ان رسول اللہ نشر فخطب الیك کریمتك ھل کنت تجیبہ فقال سبحان اللہ ولم لا اجیبہ بل افتخر علے العرب والعجم وقریش بذالك

اگر رسول زندہ بشود ودختر ترا خواستگاری کند اورا با رسول اللہ تزویج می کنی یا اجابت نخواہی کرد ہارون گفت چگونہ نہ نمایم بلکہ برایں نسبت فخر می کنم برعرب وعجم وقریش۔ پس موسیٰ علیہ السلام فرمود لکنہ لا یخطب الی ولا ازوجہ یعنے خواستگار دختر من نمی شود تا خطبہ کند ومن ہم دختر خود را با وتزویج نمی کنم ہارون گفت مانع چیست فرمود لانہ ولدنی ولم یلدك فقال احسنت یا موسیٰ گفت از بہر آنکہ من فرزند پیغمبرم وفرزند من حرام است با پیغمبر نتواند فرزند زادہ خود را نکاح کند ومن نتوانم دختر خود را با پیغمبرم تزویج کنم لکن تو فرزند پیغمبر نیستی ومیتوانی دختر خویش را بالشرط زناشوئی بسرائے پیغمبر فرستی ہارون گفت آفرین بر تو باد اے موسیٰ اکنوں بگو شما خود را چگونہ ذریت پیغمبرم می شمارید وحالانکہ پیغمبر بلا عقب است چہ عقب مخصوص بپسر است ودختر عقب نخواہند شد وشما فرزندان دختر اید موسیٰ علیہ السلام فرمود اسئلك بحق القرابۃ والقبر ومن فیہ الا اعفیتنی عن ھذہ المسئلۃ ترا بحق خویشاوندی رحم وقبر وکسے کہ در قبرست سوگند می دہم کہ مرا از جواب ایں مسئلہ معفو داری ہارون گفت دست باز ندارم باید کہ حجت فرزندان علیؑ را بدانم کہ خود را چرا فرزندان پیغمبر دانند وتو امروز اے موسیٰ سید وامام فرزندان علیؑ ہستی واجب میکند کہ آنچہ از تو می پرسم اقامہ برہان از کتاب خدا کنی وشما اے فرزندان علیؑ دعوے دارید کہ ہیچ حرفے از قرآن فرو دن نشدہ والا آنکہ تاویلش نزد شما است وحجت می آورید بقول اللہ تعالےٰ ما فرطنا فی الکتاب من شئی وبیان چیزے را ہم بیرون قرآن نمی شمارید وخود را از علمائے وقیاس ایشان مستغنی میدارید موسیٰ علیہ السلام فرمود اکنوں اجازت کن تا جواب گویم گفت بگوئی فقال اعوذ باللہ العلی العظیم من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ومن ذریتہ داؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسیٰ وھارون وکذالك نجزی المحسنین وزکریا ویحیٰ وعیسےٰ والیاس کل من الصالحین

آنگاہ با ہارون پدر عیسیٰ کیست گفت ہانا خداوند عیسےٰ در سلک فرزندان انبیا کشید از جانب مریم علیہا السلام وما ذریت پیغمبر را شمردہ شدیم از جانب فاطمہ علیہا السلام کہ مادر است وازیں بزیادت گویم ہارون گفت بگو فرمود قال تعالیٰ فمن حاجك فیہ من بعد ما جاءك من العلم فقال تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علے الکاذبین وایں معنی مکشوف ست کہ رسول خدا جز علیؑ وفاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ کسے را در زیر کسا از برائے مباہلہ جا نداد وانہ

ابناءنا حسنؑ و حسینؑ را کہ پسران پیغمبر اند خواستہ و از نساءنا فاطمہ علیہا السلام را خواستہ و از انفسنا علیؑ ابن ابیطالب علیہ السلام را ارادہ فرمود ہمینکہ بجائے نفس پیغمبر است چوں موسےٰ علیہ السلام سخن بدینجا رسانید ہارون گفت احسنت یا موسےٰ اکنوں حوائج خود را از من بخواہ فرمود اول من این است کہ پسر عم خود را اجازت فرمائی تا بسوئے حرم جدش مراجعت نماید و با اہل و عیال خود روزگار بسر برد ہارون گفت نگراں باش انشاء اللہ باز بمدینہ خواہی گشت۔

تاسخ التواریخ مطبوعہ بمبئی جلد ششم ص ۲۳

اسی واقعہ کی طرح اور کئی ایک واقعے ہم کو حجاج ابن یوسف الثقفی کے زمانے میں سعید ابن جبیرؓ صحابی اور یحیےٰ ابن یعمر تابعی کے حال میں ملتے ہیں جس میں سے صرف ایک واقعہ کو طوالت کے لحاظ سے ہم تاریخ ابن خلکان و حیوٰۃ الحیوان دمیری کی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں

عن الشعبی و عاصم ابن البخود المقری ان الحجاج ابن یوسف الثقفی بلغہ ان یحیےٰ بن یعمر التابعی یقول ان الحسنؑ والحسینؑ من ذریتہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہٖ وسلم وکان یحیےٰ یومئذٍ بخراسان فکتب الحجاج الی قتیبہ بن مسلم والی خراسان ان ابعث الی یحیےٰ بن یعمر فبعث بہ الیہ فقام بین یدیہ فقال انت الذی تزعم ان الحسنؑ والحسینؑ ذریتہ رسول اللہؐ قال اجل یا حجاج فقال الشعبی فتعجب من جوابہ فقال الحجاج تاتینی بہا بینہ واضحۃ من کتاب اللہ ولا تاتینی بہذہ الایۃ اندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم قال فان خرجت وراءٍ من ذالک واتیک بہا بینۃ واضحۃ من کتاب اللہ فہو امانی قال نعم فقال قال اللہ تعالیٰ ووہبنا لہ اسحٰق ویعقوب کلا ھدینا من قبل ومن ذریتہ داؤد وسلیمان وایوب وموسیٰ وہارون کذالک نجزی المحسنین وزکریا ویحیٰ وعیسےٰ والیاس کل من الصالحین ثم قال یحیٰ بن یعمر من کان ابو عیسےٰ وقد الحقہ اللہ تعالیٰ بذریتہ ابراھیم وما بین ابراھیم وعیسےٰ اکثر ما بین الحسنؑ والحسینؑ ومحمد صلے اللہ علیہ والہ وسلم

امام شعبی اور قاری عاصم ابن البخود بیان کرتے ہیں کہ حجاج ابن یوسف الثقفی کو خبر لگی کہ یحییٰ ابن یعمر تابعی اسکے قائل ہیں کہ حضرت امام حسنؑ و امام حسین علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت میں ہیں اسوقت یحییٰ خراسان میں تھے حجاج نے قتیبہ ابن مسلم والئے خراسان کو لکھا کہ یحییٰ ابن یعمر کو میرے پاس روانہ کر دو قتیبہ نے یحییٰ کو حجاج کے پاس بھیجدیا جب وہ سامنے آئے تو حجاج نے کہا تیرا زعم ہے کہ حضرات حسنین علیہم السلام آنحضرت کی ذریت میں داخل ہیں یحییٰ نے کہا ہاں امام شعبی کا بیان ہے کہ یحیےٰ کے بے دھڑک ہاں کہدینے سے مجھے سخت تعجب ہوا حجاج نے کہا کوئی واضح دلیل کتاب اللہ سے بیان کر مگر قل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم کی دلیل کو پیش نکرنا یحیےٰ ابن یعمر نے کہا کہ اگر میں نے اس آیت کے سوا کوئی دوسری آیت قرآن واضح طور سے بیان کی تو تو مجھکو امان دے گا کہا ہاں تب یحییٰ نے یہ آیہ قرآن کا تلاوت فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے

کر دیا ہم نے اس کو (ابراہیم کو) اسحٰق اور یعقوبؑ اور سب کو ہدایت فرمائی اس سے پہلے اس کی ذریت سے داوٗد اور سلیمان
اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو گردانا اسیطرح ہم احسان کرنے والونکو جزا دیتے ہیں اور زکریا اور یحییٰ
اور عیسےٰ اور الیاس کو بھی اور ان میں سے ہر ایک نیکوکار ہے یہ آیہ تلاوت فرما کر یحییٰ بن یعمر نے پوچھا کہ عیسےٰ کا باپ
کون تھا کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں ملایا ہے اور ابراہیمؑ اور حضرت عیسےٰ سلام
اللہ علیہ کے درمیان فاصلہ نسبی جناب حسنین علیہم التحیۃ والثنا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فاصلہ
نسبی سے کہیں سوا ہے؛

جس وقت ایک تحقیق کرنے والا اپنی تحقیق کی نظر ان واقعات پر ڈالتا ہے تو خاصکر ایسے واقعات کا نشان اس
زمانہ کے حالات اور سوانحات میں لگتا ہے جس زمانے میں اہلبیت علیہم السلام کے مدارج و مراتب اور فضائل و
مناقب کے گھٹانے اور ان ذوات مقدسہ کے مقابل اور ہمسر پیدا کرنے کے لئے سلطنت کی طرف سے خاص
کوشش کی جاتی تھی آئمہ حدیث ارباب تالیف و تصنیف خطیب قضاۃ علما اور فضلا کو اس امر کی طرف متوجہ
ہونے کے لئے نہایت شدت سے تاکید کی جاتی تھی اور انہیں موضوعات کے صلے میں اُن کے مناصب و مدارج میں
بڑے بڑے اضافے ہوتے رہے بارگاہ خسروانی اور دربار سلطانی سے ان کو گرانبہا خلعت عنایت ہوا کرتے تھے
یہ تمام کوششیں دورہٗ امویہ سے عموماً شروع ہوئیں اور عہد عباسیہ تک عام طور سے تمام قلمرو میں جاری رہیں
یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ مخالفین اہلبیت طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کے ہاتھ میں جب تک سلطنت کے اختیار باقی
رہے یہ پولیسی استحکام سلطنت کا ذریعہ قرار پاکر برابر قائم رہی اگرچہ ہم نے جہاں تک اس مضمون کی نسبت اپنی
تحقیقات کو وسیع کیا ہے ہم کو یہ ثابت ہوا ہے کہ اس کے موجد بھی **معاویہ ابن ابی سفیان** ہی ہیں۔ جو
ہاشم مرحوم کے خاندان و اولاد اور دودمان اعلےٰ کے جداً عن اباً مخالف چلے آتے تھے عرب میں یہی پہلے
شخص ہیں جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذریت اور ابنیت کے اعزاز و شرافت جناب حسنین
علیہم السلام کو خارج کرنے کی کوشش کی دیکھو حافظ عبدالعزیز ابن الاحقر اپنی معتبر تالیف میں بذکر اخلاف
معاویہ ابن سفیان ذیل کا واقعہ لطیفہ کے طور پر لکھتے ہیں۔

علامہ موصوف کی اصلی عبارت یہ ہے عن ذکوان مولی المعاویۃ قال قال لی معاویۃ الا اعلم
احدا یسمی ھذین غلامین ابنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ولکن قولوا ابنی علی قال
ذکوان فلما کان بعد ذالک امرنی ان کتب بنیہ فی الشرف فقال کتبت بنیہ وبنی بنیہ وترکت
بنی بناتہ ثم اتیتہ بالکتاب فنظر فیہ قال ویحک اغفلت اکثر ابنی فقلت من قال اما
بنو فلانہ من لابنتہ قال فقلت للہ لیکون بنی بناتک بنیک ولا یکون بنی فاطمہ علیہم
السلام بنی رسول للہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لا یسمعن ھذا خد متلک

ذکوان معاویہ کا غلام بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ معاویہ نے کہا میں نہیں جانتا کہ ان دونوں لڑکوں (حضرات حسنین

علیہم السلام) کو کس نے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے قرار دیا ہے ان کو تو علی علیہ السلام کا بیٹا کہنا چاہیئے ذکوان کا بیان ہے کہ اس کے بعد مجھکو معاویہ نے دفتر میں اپنے بیٹوں کے نام لکھنے کا حکم دیا۔ میں نے اس کے بیٹے اور پوتوں کا نام لکھا اور نواسوں کا نام (قصداً) چھوڑ دیا اور وہ فہرست معاویہ کے پاس لے گیا معاویہ اس کاغذ کو دیکھکر کہنے لگا تو میری بیٹی کے بیٹوں کا نام درج کرنا بھول گیا میں نے کہا وہ کون ہیں معاویہ نے کہا آیا میری بیٹی کے بیٹے میرے بیٹے نہیں ہیں میں نے کہا اللہ اکبر تیری بیٹی کے بیٹے تو تیرے بیٹے ٹھہریں اور جناب سیدہ علیہا السلام کے بیٹے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے نہ قرار دیئے جائیں معاویہ نے کہا چپ رہ کہیں کوئی تجھسے یہ بات نہ سُن لے۔

ہم نے اتنے متواتر واقعات اپنے بیان کی تصدیق میں لکھدیئے جن کے بعد مجھ کو کامل یقین ہے کہ پھر ہمارے بیان کسی دوسری تصدیق و توثیق کی مطلق ضرورت نہیں رہی مگر تاہم اپنے ناظرین کے مزید اطمینان کیلئے صرف ایک حدیث کی اور نقل پر اکتفا کرتے ہیں جس میں سب سے زیادہ آنحضرت کے تاکیدی الفاظ مندرج ہیں و ھو ہذا عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کل سبب ونسب ینقطع یوم القیامۃ الا سببی ونسبی وکل بنی ام فان عصبتھم لابیھم ماخلا ولد فاطمۃ علیہا السلام فانی انا ابوھم وعصبتھم اخرجہ ابو صالح وابو نعیم فی الحلیۃ وابن سمان وامام مسلم فی المتابعات والدارقطنی والطبرانی فی الاوسط والبیہقی وابو الحسن المغازلی فی المناقب والدولابی فی الذریۃ الطاہرۃ۔

عمر ابن الخطاب سے منقول ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ قیامت کے دن تمام رشتے اور قرابتیں منقطع ہو جائیں گی سوا میرے رشتہ اور میری قرابت کے اور ہر ایک ماں کے بیٹوں کے لئے عصبہ باپ کی جانب سے ہوتا ہے بجز اولاد فاطمہ سلام اللہ علیہا کے کہ میں اُن کا باپ اور عصبہ ہوں۔

اس حدیث کو علامہ ابو صالح نے اور حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیا میں اور ابن سمان نے اور امام مسلم نے باب المتابعات میں اور علامہ دارقطنی نے اور امام طبرانی نے معجم الاوسط میں اور امام ابو الحسن مغازلی نے مناقب میں اور امام بیہقی نے اور علامہ دولابی نے کتاب الذریۃ الطاہرۃ میں اپنے اپنے معتبر اسناد سے درج کیا ہے۔

بہرحال ان معتبر اور مستند احادیث کے سوا نصوص قرآنی نے اس مسئلہ کو طے کر دیا ہے کہ ان حضرات کا تعلق جناب رسولخدا کے ساتھ ایسا ہی ہے جیسا باپ کا بیٹوں کے ان کی اولاد آل اہلبیت ذریت عترت اصلاب واعقاب پر صادق آتے ہیں وہ سب جائز طور سے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی اولاد کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں اگر تمام ثبوت سے صریح چشم پوشی فرمائی جائے تو ایک آیۂ مباہلہ کی شان نزول ایسی مستحکم حجت اور دلیل معقول ہے جس کے آگے پھر کسی تحریر و تقریر کو مطلق گنجائش نہیں ہے ہم نے ابھی ابھی

یحییٰ ابن یعمر کے واقعہ میں لکھا ہے کہ حجاج نے فرمائش کی تھی کہ سوائے آیۂ مباہلہ کے کوئی دُوسرا آیہ قرآنی دلیل کے لئے پیش کیا جائے اس سے معلوم ہوگیا کہ حجاج اس آیہ کے تمام مطالب ومقاصد کو پورے طور سے جانتے تھے اور اس کے اسباب نزول وغیرہ کے تمام واقعات پر اسکو کامل عبور تھا مگر بنی اُمیہ کی کورانہ تقلید اور فضائل اہلبیت کے پوشیدہ رکھے جانے کی تاکید شدید اس کو امر حق کے اظہار سے مانع تھی تاہم ایک حجاج پر کیا منحصر ہے اس جیسے ہزاروں نے شروع سالہ سے لیکر چوتھی صدی کے نصف تک اسس طبقہ کرام کے نام مٹانے اور ان کے فضائل ومناقب چھپانے میں اپنی جانیں کھپا دیں مگر اُن کے فضل ومراتب آج تک مثل آفتاب عالمتاب روشن اور منور ہیں مرزا دبیر مرحوم لکھنوی ؎

حقا کہ آل پاک رسُول اُمّ مٹیں — قرآں مٹے کسی کے مٹائے تو ہم مٹیں

اسوقت بھی بے شمار تصنیفات اور تالیفات ہماری پیش نظر ہیں جنہوں نے اس مقدس طبقہ سے کوئی سروکار قائم نہیں رکھا ہے بلکہ بخلاف اس کے دوسرے لوگوں کو مناقب ومحامد کے اعتبار سے اُن پر ترجیح دی ہے مگر جب ہم ان کی ان تصنیفات وتالیفات سے اغیار کے فضائل کا موازنہ اور مقابلہ کرنے بیٹھتے ہیں تو پھر انہیں حضرات کے اوصاف ومحامد کے پلّہ کو مقابل سے دو چند اور سہ چند پلتے ہیں ؎

والفضل ما شهدت به الاعداء اصل شرافت وہی ہے جس کا مخالف بھی اقرار کرے۔

ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشآء واللہ ذو فضل عظیم

حضرت امام حسنؑ اور محبّت جناب رسولؐ

اس میں تو شک نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی ذات بابرکات کیسی غنیمت معلوم ہوتی ہوگی خصوصًا اس وقت میں جب آپ کی تمام اولاد جو وقتًا فوقتًا ضائع ہو چکی تھیں آپ کی آنکھوں کے سامنے گھومتی ہوں گی جناب رسالتمآبؐ کے ان خیالوں کا اندازہ صرف الفاطمة بضعة منی سے پورے طور سے ہوسکتا ہے پھر ایسے شفیق باپ کے آگے اور اس کی حسرت بھری نگاہوں کے سامنے اس بضاعت کی بضاعت اور اس پارۂ جگر کے پارۂ جگر کتنے عزیز معلوم ہوتے ہوں گے جہاں ایسی الفت اور محبت کی وجہیں قائم ہوں اور جہاں ایسے تعلقات اور اتحاد کے ذریعے مستحکم ہوں وہاں اشفاق وخلوص سے بحث بیکار اور محض فضول ہے۔

بہرحال جس کو سب سے پہلے جناب سیدہؑ اور جناب علیؑ مرتضےٰ کے بعد دامن رسُولؐ میں پرورش پانے کا شرف حاصل ہوا ہے وہ جناب امام حسن مجتبےٰ علیہ التحیۃ والثنا ہیں اس وقت میں کنار رسُولؐ کی زینت ہیں تو یہی اور آغوش بتولؑ کی رونق ہیں تو یہی ہمارے سامنے اس وقت کثرت سے وہ واقعات موجود ہیں

جن سے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہایت درجہ کے اشفاق وعنایات محبت والفت کے کامل ثبوت ملتے ہیں جن کی تمام وکمال نقل پر اگر ہم جرأت کریں تو ہم کو پورا یقین ہے کہ ہم کا اپنے مدعائے تالیف سے علیحدہ ہو کر خصائص کے پورے مضامین لکھنے کے لئے پوری مجبوری ہوجائے گی اس لئے ہم ان میں سے صرف چند واقعات کو اپنے سلسلۂ بیان میں ترتیب دیتے ہیں جس سے ہمارے مدعائے تالیف کی پوری توضیح اور کامل تصدیق ہوجائے گی:۔

جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ کی کوئی صحبت کوئی محفل اور کوئی مجلس ایسی نہیں ہوتی تھی جس میں آپ کی آغوش مبارک حضرات حسنین علیہم السلام سے خالی رہتی ہو یا آپ کا کوئی زمانہ اور کوئی وقت ایسا نہیں گذرتا تھا جس میں ان کا ذکر خیر نہ آتا ہو شاید ان کا ایک لحہ بھی آپ کی نظروں سے اوجھل ہوجانا آپکو گوارہ نہ ہوتا تھا گھر سے مسجد تک آنے میں دیر ہوئی آنحضرت کی خاطر مبارک میں ہزاروں قسم کے اضطراب کا ہجوم ہوگیا اگر ان کے چہرہ پر کسی قسم کے حزن وملال کا نشان پایا گیا تو فوراً دل بے چین ہوگیا اگر ایک آنسو بھی انکی آنکھوں سے ٹپک پڑا تو قیامت ہوگئی اگر طبیعت کی ناسازی یا کسی قسم کی شکایت سنی گئی تو پھر جناب رسولخدا کو تا وقتیکہ ان کی صحت کا مژدہ نہ سن لیں آرام وسکون کہاں چنانچہ علامہ ابن سعد تحریر فرماتے ہیں۔

عن عبداللہ ابن زبیر قال اشبہ اھل النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ واحبھم الیہ الحسن ابن علی علیہم السلام عبداللہ ابن زبیر کہتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام اپنے گھر والوں میں سب سے زیادہ آنحضرت کو پیارے تھے:۔

قلبی تعلقات کو طبیعات انسانی میں بڑا دخل ہے اور یہ ایک امر مسلم ہے۔ جو ہمارے کسی بیان کا محتاج نہیں ہے اور اس کا ظہور فطرتاً انسان کی تمام عادات وسکنات سے ہوتا ہے اکثر موقع پر یہ امر مشاہدات سے ثابت ہوچکا ہے کہ انسان کی طبیعتوں میں اکثر ایسی بھی طبیعتیں ہوتی ہیں جنپر ان تعلقات کا اثر یکساں محسوس نہیں ہوتا اس وجہ سے کسی پر ان کا اثر کم اور کسی پر ان کا اثر زیادہ ہوتا ہے مگر جب ہم ان معاملات میں جناب رسالتمآب کے اشفاق ومحبت کا اندازہ ان واقعات سے کرتے ہیں تو ہم کو یہ امر پورے طور سے ثابت ہوتا ہے کہ ان تعلقات میں آپ کا شمار بھی انہیں طبیعتوں کے ساتھ ضرور ہے جنکی فطرت میں مبدءفیض نے اپنی ذریت اپنی آل اور اپنے بچوں کی محبت نہایت مفرط درجہ کے ساتھ ودیعت فرمائی ہے۔

اب ہم اپنے اس بیان کے ثبوت میں ذیل کے چند واقعات قلمبند کرتے ہیں۔

علامہ ابوحاتم تحریر فرماتے ہیں:۔

عن ابوھریرۃ قال دخل التمیمی الاقرع بن حابس علی النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فراٰہ یقبل اماحسنا واماحسینا فقال تقبلھما ولی عشرۃ من ولد من قبلت واحدا فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ من لا یرحم لا یرحم ابوہریرہ سے منقول ہے کہ اقرع ابن حابس تمیمی

جناب رسالتماب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا آپ کو دیکھا کبھی جناب امام حسن علیہ السلام کے بوسے لیتے ہیں اور کبھی جناب امام حسین علیہ السلام کے اس نے عرض کی کہ آپ ان دونوں کو بار بار بوسہ دیتے ہیں اور باوجودیکہ میرے دس بچے ہیں اور میں ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چومتا آنحضرت نے فرمایا جو رحم نہیں کرتا وہ رحم نہیں کیا جاتا۔

ابوہریرہ کی روایت کے بعد اب ہم انس بن مالک سے بھی اسی کے ایسے واقعات ذیل میں لکھتے ہیں جو ہمارے بیان کی کامل تصدیق کرتے ہیں۔

علامہ سانی اور علامہ ابن ابی الفراتی فرماتے ہیں عن انس ابن مالک قال کتب النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لرجل عہدًا فدخل لرجل یسلم علی النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وھو یصلے فرای الحسن والحسین یرکبان علی عنقہ مرۃ یرکبان علی ظہرہ مرۃ ومیران بین یدیہ وخلفہ فلما فرغ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لہ الرجل ما یقطعان الصلوٰۃ فغضب النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وقال ناولنی عہدک فاخذتہ فمزقہ قال من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا ولا انا منہ

انس بن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرت نے ایک شخص کے واسطے خط لکھا تھا وہ آپ کے حضور میں سلام کے لئے حاضر ہوا تھا آنحضرت اسوقت نماز میں مشغول تھے اس شخص نے دیکھا کہ جناب حسنین علیہم السلام کبھی آپکی گردن مبارک پر اور کبھی آپ کی پشت مبارک پر سوار ہو جاتے ہیں اور آگے پیچھے سے ہو کر گذر جاتے ہیں جب آنحضرت نماز سے فارغ ہوئے تو اس شخص نے کہا کہ ان لڑکوں نے آپ کی نماز کو کیسا خراب کیا ہے آنحضرت نے نہایت طیش میں آکر اس شخص سے فرمایا کہ اپنا خط ہمیں دے اور اُس سے وہ خط لے کر پھاڑ ڈالا اور ارشاد کیا کہ جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا وہ ہمارا نہیں ہے اور نہ ہم اس کے ہیں

دوسرا واقعہ خاص انس ابن مالک سے متعلق ہے امام طبرانی معجم الکبیر میں تحریر فرماتے ہیں

عن انس ابن مالک قال بینما رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم راقد فی بیتہ علی قفاہ اذ جاء الحسن علیہ السلام یدرج حتی قعد علی صدر رسول اللہ فمنعتہ فقال ویحک یا انس دع ابنی وثمرۃ فوادی فان من اذا ھذا فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ثم دعا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم الماء فصبہ علی البول صبا۔

انس ابن مالک سے منقول ہے کہ ایک دفعہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں پیٹھ کے بھل سو رہے تھے ناگہاں حضرت امام حسن علیہ السلام تشریف لائے اور سرکتے ہوئے جناب رسالتمآب کے سینۂ اطہر پر بیٹھ گئے میں نے انکو روکا پس آنحضرت نے فرمایا افسوس ہے تجھ پر اے انس میرے بیٹے اور میرے دل کے پھل کو چھوڑ دے جس نے اس کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھکو ایذا دی اس نے خدا کو ایذا دی

پھر آنحضرت نے پانی منگا کر ان کا بول دھو ڈالا۔

انس بن مالک سے اسلامی دنیا میں کون واقف نہیں آنحضرت کی مختلف خدمتیں ان کے متعلق تبلائی جاتی ہیں خادم خاص تو سب لکھتے ہیں بعضوں نے حاجب لکھا ہے بعضوں نے خوشبو دار اور بعضوں نے ذاتی مصارف کا تحویلدار غرض آنحضرت کی ہر ذاتی خدمات پر مشرف تبلائے جاتے ہیں اور باعتبار ان خدمات کے اثر آنحضرت کی عنایات کا ایک درجہ تک مبذول رہنا بھی قریب العقل ہے مگر ان تعلقات کے مقابلے میں ان کے محاسن خدمات اپنا کوئی اثر اور اپنی کوئی وقعت بھی قائم نہ رکھ سکے اور حقیقت میں انس نے جناب امام حسن علیہ السلام کو صرف اس خیال سے منع فرمایا تھا کہ آپ کے موجودہ خواب استراحت میں خلل نہ آوے نہ انکو مارا تھا نہ گھر کا تھا نہ ڈرایا تھا اور نہ دھمکایا اور نہ کسی ایذا رسانی کے باعث ہوئے تھے مگر صرف ان کی بچپن کی خواہشوں کو نکلنے سے روکا تھا اور اتنی ہی خفیف تہدید بھی ان کے لئے آنحضرت کے بہت بڑے عتاب کا باعث ہو گئی۔

آنحضرت کے دل میں اپنے ان پارہ ہائے جگر کی محبت و اُلفت ایسی ہی مفرط درجہ پر تھی جس کے مقابلہ میں کسی معمولی سے معمولی اختلاف اور ملائم سے ملائم شدت بھی آپ کی طبع عالی پر سخت گراں گذرتی تھی ان واقعات کو لکھ کر اب ہم دو چار اور ایسے واقعات لکھے دیتے ہیں جو کامل طور سے آنحضرت کے ان دلی تعلقات اور قلبی جذبات کو جو آپ کو اپنے پارہ ہائے جگر کے ساتھ حاصل تھے نہایت وضاحت کے ساتھ ثابت کرتے ہیں:

امام ترمذی اور امام نسائی اپنے اپنے صحاح میں اور امام طبرانی معجم میں لکھتے ہیں:-

عن اسامہ ابن زید ابن حارثہ قال طرقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لیلۃ بعض الحاجۃ فخرج وھو مشتمل علی شئے ولا ادری ماھو فلمّا فرغت من حاجتی قلت ماھذا الذے انت مشتمل علیہ فکشف فاذا الحسن والحسین علیھما السلام فقال ھٰذان ابنای و ابنا بنتی اللّٰھم انک تعلم انی احبھما فاحبھما

اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ میں ایک رات کو اپنی ایک ضرورت کے لئے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے حجرہ کی زنجیر کھٹکھٹائی آنحضرت برآمد ہوئے آپ کی گود میں کوئی چیز معلوم ہوتی تھی میں نہیں جانتا تھا کون چیز ہے جب میں اپنی ضرورت کو عرض کر چکا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور کے آغوش مطہر میں کیا چیز ہے آنحضرت نے اپنی ردا کو اُٹھا دیا میں نے دیکھا کہ حضرات حسنین علیہم السلام آپ کی گود میں ہیں پھر آپ نے ارشاد فرمایا یہ میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے خدا تو جانتا ہے کہ میں انکو پیار کرتا ہوں تو بھی ان کو پیار کر۔

ذخائر العقبیٰ میں ذیل کا واقعہ اس کے قابل اعتبار مولف نے تحریر فرمایا ہے جس کی اصلی عبارت یہ ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال لا ازال احبّ ھٰذا الرجل یعنی الحسن ابن علی علیہ السلام بعد ما رائیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یصنع بہ ما یصنع یغرۃ قال رائیت الحسن فی حجرۃ النبے

وھو یدخل اصابعہ فی لحیۃ والنبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم یدخل لسانہ فی فمہ ثم یقول اللھم انی احبہ فاحبہ

ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ میں اس وقت سے اس مرد یعنی امام حسن علیہ السلام کو دوست رکھتا ہوں جب سے میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے ساتھ ایسا پیش آتے دیکھا ہے کہ اس کے سوا کسی دوسرے سے پیش آتے نہیں دیکھا میں نے آنحضرت کی گود میں ان کو دیکھا ہے کہ یہ آنحضرت کی ریش مبارک میں اپنی انگلیاں ڈالتے ہیں اور حضور اپنی زبان مطہر کو ان کے منہ میں دیکر فرماتے ہیں کہ اے پروردگار میں اسے پیار کرتا ہوں تو بھی اسے پیار کر یہ روایت صواعق محرقہ اور اسعاف الراغبین میں بھی ہے۔

علامہ ابن سعد اس واقعہ کو یوں لکھتے ہیں:۔

عن ابی سلمہ ابن عبدالرحمن قال کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم یدیع لسانہ للحسن فاذا رای الصبی حمرۃ اللسان ھش الیہ ابی سلمہ ابن عبدالرحمن سے مروی ہے کہ آنحضرت امام حسن علیہ السلام کو گود میں لئے اپنی زبان دہن مبارک سے باہر نکالتے تھے اور جب وہ معصوم زبان مبارک کی سرخی کو دیکھتا تھا تو اس کی جانب جھک پڑتا تھا۔

امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی صحاح میں اور امام احمد حنبل نے مناقب میں اور ابن ماجہ نے اپنی صحیح میں اور ابویعلی نے اپنی مسند میں ذیل کا واقعہ لکھا ہے۔

عن ابوھریرۃ قال خرجت مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم فی طائفۃ لا یکلمنی و لا اکلمہ حتی جاء سوق بنی قنیقاع ثم انصرف حتی اتی جناء فاطمۃ علیہا السلام فقال ثم لکع یعنی حسنا فظننا انہ انہا تحبسہ امہ لان تغسلہ وتلبسہ سخابا فلم یلبث ان جاء یسعی حتی عتنق کلواحد منہما صاحبہ فقال رسول اللہ اللھم انی احبہ فاحبہ واحب من احبہ ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ایک جماعت کے ساتھ نزدیک ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ باہر نکلا نہ آپ مجھ سے بات کرتے تھے اور نہ میں آپ سے باتیں کرتا تھا یہاں تک کہ بازار بنی قنیقاع کے اندر آپ تشریف لے گئے اور پھر وہاں سے لوٹے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے گھر میں رونق افروز ہوئے اور پوچھا کیا لڑکا یہیں ہے یعنی حسن علیہ السلام یہیں ہیں ہم لوگوں نے گمان کیا کہ شاید ان کی ماں انہیں کپڑے پہنا رہی ہیں اور نہلا رہی ہیں یا نہلا کر کپڑے بدلوا رہی ہیں کچھ دیر نہیں گذری تھی کہ جناب امام حسن علیہ السلام تشریف لائے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینۂ مبارک سے لپٹ گئے اور دونوں نے ایک دوسرے کو اپنے سینے سے چمٹا لیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے پروردگار میں اسے پیار کرتا ہوں تو بھی اسے پیار کر اور اسے بھی پیار کر جو اسے پیار کرے۔

اس کے علاوہ امام نسائی اپنی صحیح میں امام احمد حنبل اپنے مناقب میں امام حاکم مستدرک میں امام طبرانی

معجم میں اور امام بغوی اور علامہ بیہقی اپنی اپنی تصانیف میں لکھتے ہیں۔

عن عبداللہ ابن شداد ابن الھاد عن ابیہ قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم الصلواۃ العشاء وھو حامل حسنا فتقدم النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم فوضعہ ثم کبر للصلوۃ فصلی فسجد بین ظھرانی الصلوۃ سجدۃ اطالھا قال ابی فرفعت فاذا صبی علی ظہر رسول اللہ وھو ساجد فرجعت الی سجودی فلما قضی رسول اللہ الصلواۃ قال الناس یا رسول اللہ انک سجدت بین ظھرانی صلوٰتک سجدۃ اطلتھا انہ قد حدث امر او انہ یوحی الیک قال کل ذالک لم یکن ابنی ھذا ارتحلنی فکرھت ان اعجلہ حتی یقضی حاجتہ

عبداللہ ابن شداد ابن ہاد اپنے والد سے ناقل ہیں کہ ایک دفعہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشا کی نماز کے لئے برآمد ہوئے اور جناب امام حسن علیہ السلام کو اٹھائے ہوئے تھے ان کو زمین پر بٹھا کر حضور نے تکبیر کہی اور نماز شروع کی جب نماز میں سجدہ کو گئے تو اسکو طول دیا میرا باپ کہتا ہے کہ میں نے سر اٹھایا کیا دیکھتا ہوں کہ جناب امام حسن علیہ السلام جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت پر سوار ہیں اور آپ سجدہ میں مصروف ہیں جب آپ نماز ادا کر چکے تو لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آج آپ نے نماز کے دوسرے سجدہ کو یہاں تک طول دیا کہ ہمیں گمان ہوا کہ کوئی امر حادث ہوا ہے یا وحیٔ الٰہی نے نزول فرمایا ہے آپ نے فرمایا ان میں سے کوئی بات نہیں ہے لیکن یہ میرا بیٹا میری پشت پر سوار ہو گیا تھا مجھے برا معلوم ہوا کہ میں اسے جلدی سے اتار دوں جبتک کہ اس کی آرزو پوری نہ ہولے۔

امام احمد حنبل نے مناقب میں دوسری عبارت میں بھی اس واقعہ کو لکھا ہے ہم اسکو بھی ذیل میں درج کرتے ہیں۔ عن ابی ھریرۃ قال کنا نصلی مع النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم العشاء فاذا سجد واثب الحسن والحسین علی ظھرہ فاذا رفع راسہ اخذھما بیدہ من خلفہ اخذا رفیقا فیضعھما علی الارض فاذا عاد عادا حتی قضی صلوتہ فاقعدھما علی فخذھما

ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عشا کی نماز پڑھتے تھے جب آنحضرت نے سجدہ کیا تو حضرات حسنین علیہم السلام حضور کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے جب آپ نے سر اٹھایا تو ان دونو صاحبزادوں کو آہستہ اپنے پیچھے سے اتار کر نیچے اتار دیا اور جب پھر حضور سجدہ میں گئے تو پھر وہ دونوں صاحبزادے حضور کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے یہاں تک کہ آنحضرت نے اپنی نماز کو ادا فرمایا اور ان دونو صاحبزادوں کو اپنی زانو پر بٹھا لیا۔

امام نسائی حافظ دمشقی علامہ دیلمی اور علامہ ابن سری نے اسی جیسا ایک اور واقعہ لکھا ہے جس کو ہم ذیل میں انکی اصلی عبارت میں نقل کرتے ہیں۔

عن عبداللہ ابن مسعود قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یصلی والحسن والحسین

موثبان علی ظہرہ فیباعدھما الناس فقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوھما بابیھما وامی من احبنی فیحب ھذین

عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جناب رسالتمآبؐ نماز پڑھا کرتے تھے اور جناب حسنین علیہم السلام آپ کی پست مبارک پر کود اکرتے تھے ایک دفعہ ان لوگوں نے ہٹا دیا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ان کو چھوڑ دو میرے ماں باپ ان پر تصدق ہوں جو کوئی مجھے پیار کرتا ہے اسکو چاہیئے کہ انکو بھی پیار کرے۔

امام ابوحاتم عبداللہ ابن زبیر کے اسناد سے ذیل کا واقعہ تحریر کرتے ہیں۔

عن عبداللہ ابن زبیر قال اشبہ اھل النبی بہ واحبھم الیہ الحسن ابن علی رایتہ یجی وھو ساجد فیرکب رقبتہ او قال ظھرہ فما ینزلہ حتی یکون ھو الذی ینزل ولقد رایتہ یجی وھو راکع فیفرج بہ بین رجلیہ حتی یخرج من جانب الاخر (اخرجہ ابن سعد)

عبداللہ ابن زبیر ناقل ہیں کہ امام حسن علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب گھر والوں سے زیادہ مشابہ تھے اور سب گھر والوں سے زیادہ پیارے تھے میں نے ان کو دیکھا ہے کہ وہ آتے اور آنحضرت سجدہ میں ہوتے تو امام حسن علیہ السلام حضور کی گردن پر یا پشت اطہر پر سوار ہو جاتے اور جب تک کہ وہ خود نہ اترتے حضور انکو نہ اتارتے اور دیکھا میں نے کہ وہ تشریف لائے اور آنحضرتؐ نے حالت رکوع میں اپنے دونو پاؤں پھیلا دیئے اور وہ ایک طرف سے گھسے اور دوسری طرف سے نکل گئے۔

امام بخاری امام مسلم امام ترمذی نے صحاح میں اور امام حاکم نے مستدرک میں عبداللہ ابن عباسؓ سے ذیل کا واقعہ لکھا ہے:۔

عن ابن عباس کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حامل الحسن ابن علی علیہم السلام علی عاتقہ فقال رجل نعم المرکب رکبت یا غلام فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ونعم الراکب ھما عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن ابن علی علیہم السلام کو اپنے کاندھے پر سوار کئے ہوئے تھے کہ اس اثنا میں ایک شخص نے کہا کہ اے صاحبزادے تمہارا یہ مرکب کیسا اچھا ہے آنحضرتؐ نے فرمایا یہ سوار بھی تو عمدہ ہے۔

امام نسائی نے جابر ابن عبداللہ انصاریؓ کی اسناد سے بھی علیحدہ اس روایت کو لکھا ہے مگر فرق اتنا ہے کہ اوپر کی عبارت میں مرکب کا لفظ ہے اور اس میں جمل کا لفظ مندرج ہے:۔

یہاں تک تو عموماً وہ واقعات تھے جو مخصوص عبادت الہی کی محویت کے اوقات میں بھی آنحضرتؐ کے ان قلبی تعلقات کو کامل طور سے ثابت کرتے ہیں اب ہم طاعت الہی کی مصروفیت اور مشغولیت کے علاوہ آپ کے دوسرے مشاغل کی محویت میں بھی ان کے کامل احساس کو ذیل کے واقعات سے بیان کرتے ہیں۔

امام احمد حنبل مناقب میں امام نسائی صحیح میں ابن ماجہ اور ابی داؤد اپنے سنن میں امام مالک مستدرک

میں اور ابن حبان تحریر فرماتے ہیں۔

عن بریدۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یخطب اذا جاء الحسن والحسین علیہم السلام قمیصان احمران یمشیان ویعثران فنزل نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ من المنبر فحملھما ووضعھما بین یدیہ فقال صدق اللہ ورسولہ انما اموالکم واولادکم فتنۃ نظرت الی ھذین الصبیین یمشیان ویعثران فلم اصبر حتی قطعت حدیثی ورفعتھما

بریدہ سے مروی ہے کہ ایکبار جناب رسولِ خدا خطبہ فرمارہے تھے کہ جناب حسنینؑ سرخ کرتے پہنے گرتے پڑتے تشریف لائے آنحضرت ان کو دیکھکر کھڑے ہوگئے اور منبر سے نیچے اتر آئے ان کو اٹھا لیا اور اپنے سامنے بٹھا لیا پھر فرمایا کہ اللہ اور اللہ کے رسول نے سچ کہا ہے کہ سوا اس کے نہیں کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں میں نے ان لڑکوں کو گرتے پڑتے دیکھا اور مجھ میں صبر نہ رہا یہاں تک کہ میں نے اپنی بات کو کاٹ دیا اور ان دونوں کو اٹھا لیا۔

امام بخاری اپنی صحیح میں لکھتے ہیں عن براء ابن عازب قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والحسن بن علی علی عاتقہ وھو یقول اللھم انی احبہ فاحبہ

براء ابن عازب کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ جناب امام حسن علیہ السلام آپ کے کاندھے پر سوار ہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ پروردگار میں اسے پیار کرتا ہوں تو بھی اسے پیار کر۔

احمد ابن حنبل یحیٰی ابن کثیر اور سفیان ابن عیینیہ کے اسناد سے خطبہ کا پورا واقعہ لکھکر بعد اس کے آنحضرتؐ کا قول اس عبارت میں نقل فرماتے ہیں:۔

اصابہ ابن حجر عسقلانی میں علامہ ابن حجر عسقلانی تحریر کرتے ہیں:۔

عن ابی ھریرۃ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ومعہ حسنؑ وحسینؑ ھذا علی عاتقہ وھذا علی عاتقہ وھو یلثم ھذا مرۃ وھذا مرۃ حتی انتھی الینا فقال من احبھما فقد احبنی ومن ابغضھما فقد ابغضنی

ابوہریرہ سے منقول ہے کہ باہر تشریف لائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حسن اور حسین علیہم السلام آپ کے ساتھ تھے ایک شانے پر یہ اور ایک شانے پر وہ اور آنحضرت کبھی انکا بوسہ لیتے تھے کبھی ان کا یہانتک کہ ہم لوگوں کے قریب آئے اور فرمایا کہ جو شخص دوست رکھے ان دونوں کو وہ ہمارا دوست ہے اور جو شخص دشمن رکھے ان کو وہ میرا دشمن ہے۔

دوسری روایت میں لکھتے ہیں:۔

عن عبداللہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یصلی فاذا سجد واثب الحسن والحسین علی ظھرہ فاذا ارادوا ان یمنعوھما اشار الیھم ان دعوھما فاذا قضی الصلوٰۃ وضعھما

ثم قال ایھا النّاس ما ولد الاّ فتنۃ لقد قمت الیھما وما معی عقلی

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اولاد انسان کی فتنہ ہیں میں ان کو گریاں دیکھکر اٹھ کھڑا ہوا حالانکہ میرے حواس میرے ساتھ نہ تھے؛

اتنے متعدد اور ایسے معتبر اور متواتر واقعات ہم نے علمائے کرام کی مختلف صحاح اور مسانید سے اپنے سلسلہ بیان میں مندرج کر دیئے ہم کو کامل یقین ہے کہ انکو پڑھکر ہر شخص جو اپنے اہل وعیال کی ناگزیر محبت و اُلفت کے ساتھ وابستہ ہے بخوبی اندازہ کرسکتا ہے کہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ان پارۂ جگر کے ساتھ کیسی گہری محبت اور مفرط اُلفت تھی انکی دلجوئی دلداری خوشنودی اور رضامندی کی خواہشوں کے سامانوں کو آنحضرت اپنی تمام ضرورتوں پر ترجیح دیتے تھے جب فرائض خدا کی اداکاریوں کا مخصوص وقات بھی ان خیالوں سے خالی نرہا تو اور معمولی اوقات سے بحث کرنا محض فضول ہے ہم نے نماز اور خطبوں کی عین مشغولیت میں بھی ان واقعات کو مختلف طور سے لکھا ہے کہ جس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت نے ایسے وقتوں میں صرف اپنے ان پارہ ہائے جگر کی خواہشیں پُورا کرنے کے لئے اپنے مقررہ ذکر عبادت میں معمول سے زیادہ طول دیا ہے اور اپنے پیارے نواسوں کی دلی آرزوؤں کے پُورا ہونے کے لیئے اتنا انتظار کیا ہے کہ مقتدیان کو کسی امر غیر معمولی کے یکایک واقع ہو جانے کا یا وحی الٰہی کے نزول فرمانے کا پُورا پُورا گمان ہوگیا۔

بقیہ صـ۲۷ـ فی حجرہ فقال من احبّنی فلیحب ھٰذین ولہ شاھد فی السنن وصحیح ابن خزیمۃ عن بریدۃ وفی معجم البغوی نحوہ بسند صحیح عن شداد ابن الھاد

عبد اللہ سے روایت ہے کہ جناب رسُول خدا نماز پڑھتے تھے پس جس وقت سجدہ کرتے تھے تو آپ کی پشت حسن اور حسین علیہم السلام سوار ہو جایا کرتے تھے اور جس وقت ان کے منع کرنے کا لوگ ارادہ کرتے تھے تو آنحضرت ان لوگوں کی طرف اشارہ فرماتے تھے کہ ان کو اسی حال پر چھوڑ دو پس جس وقت آپ نماز تمام فرماتے تھے تو دونو صاحبزادوں کو گود میں لیکر فرماتے تھے کہ جو شخص دوست رکھے مجھکو پس دوست رکھے ان دونوں کو اور اس کا شاہد سنن میں ہے۔ اور صحیح ابن خزیمہ بریدہ سے اور معجم بغوی میں مثل اس کے بسند صحیح شداد ابن الہاد سے روایت ہے

ذخائر العقبےٰ میں ہے عن ابی ھریرۃ قال لا ازال احب ھٰذا الرجل یعنی الحسنؑ ابن علیؑ لما بعد رایت رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم یصنع بہ ما یصنع قال رایت الحسنؑ فی حجر النبیؐ ھو یدخل اصابعہ فی لحیۃ النبیؐ والنبی صلے اللہ علیہ والہ وسلم یدخل لسانہ فی فیہ ثم یقول اللھم انی احبہ

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ کہا انھوں نے ہمیشہ دوست رکھتا ہوں میں اس مرد کو یعنی حسنؑ ابن علیہ السلام

زمانہ کی بہت سی نکتہ چین طبعتیں خصوصاً مخالفین اسلام کی وہ کم بین جماعت جنکو مسائل اسلام کی حقیقی خوبیوں کے سمجھنے کی آجتک توفیق ہی نہیں نصیب ہوئی ہے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان قلبی تعلقات کی تفصیل کو پڑھکر دنیاوی علائق میں اعتدال سے زیادہ مشغول تصور کریں گے اور ان واقعات زہد اور ترک علائق وغیرہ صفات انبیا علیہم السلام کے خلاف سمجھکر اپنے بے اصل اور فضول اعتراض پیش کریں گے ایسے لوگوں کے ساکت کرنے کے لئے ہم دوستانہ ان سے عرض کرتے ہیں کہ وہ بھی ان ذوات مقدسہ کے ذاتی مدائح ومناقب کی اصلی معرفت حاصل کرنے کے لئے اپنے خدا سے دعا مانگیں اگر ان کو اس طبقۂ کرام علیہم السلام کی کچھ بھی معرفت ہوتی تو وہ پھر ان کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ اشفاق اور الفت ومحبت دیکھکر خود سمجھ گئے ہوتے کہ ان کی قدر ومنزلت اور ان کے ذاتی فضائل ومناقب ایسے ہی تھے کہ ان کے اظہار اور ان کی اداکاریاں بھی عبادت خدا کے اوقات میں شریک تھیں اس کے علاوہ ہماری اعتراض کرنے والی جماعت ابھی سیرت انبیاء علےٰ نبینا وعلیہم السلام اور فرائض ومناصب نبوت کے مفہوم ہی کو اچھی طرح نہیں سمجھی اور زہد وترک علائق وغیرہ کے پورے مطالب ومقاصد تک پورے طور سے نہیں پہنچی ہمارا یہ دعوے ہے کہ انہوں نے انبیا علیہم السلام کے حالات کو مطلق نہیں پڑھا ہے اور ان کو ان حضرات کے واقعات سے کچھ بھی اطلاع نہیں ہے ہم کو انبیائے کرام علےٰ نبینا وعلیہم السلام کی مقدس فہرست میں کسی خاصۂ خدا کا ایسا نام نہیں ملتا ہے جس کی مقدس فطرت انسانی تعلقات کے اجزا سے خالی نظر آتی ہو اور ان میں کوئی خدا کا برگزیدہ ایسا نہیں ملتا جو اہل وعیال کی محبت والفت سے دنیا میں اگر وابستہ نہوا ہو

بقیہ صفحہ ۲۴:- کو اس وقت کے بعد سے کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ کرتے ہیں ان کے ساتھ وہ سلوک کرتے ہیں

کہا ابوہریرہ نے کہ میں نے دیکھا ہے حسنؑ کو گود میں رسول اللہؐ کی اس حالت میں کہ حسنؑ اپنی انگلیاں ریش مبارک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ڈالتے تھے اور رسول اللہؐ اپنی زبان مبارک کو دہان حسن علیہ السلام میں دیتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ اے اللہ میں دوست رکھتا ہوں اسکو۔

صحیحین بخاری اور مسلم میں ہے عن البراء قال رأیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم والحسنؑ ابن علےؑ علیٰ عاتقہ وھو یقول اللھم انی احبہ فاحبہ

براء سے روایت ہے کہ کہا انہوں نے کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حالت میں کہ حسنؑ ابن علی علیہ السلام آپ کی دوش مبارک پر ہیں اور آنحضرت فرماتے ہیں کہ اے اللہ میں دوست رکھتا ہوں اس کو پس تو بھی دوست رکھ اس کو۔

صواعق محرقہ واسعاف الراغبین میں بحوالہ حلیۃ الاولیائے حافظ ابونعیم مندرج ہے۔

عن ابی بکرۃ قال کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یصلّے بنا فیجیٔ الحسن رضی اللہ عنہ

جناب ابراہیم خلیل اللہ علےٰ نبینا وعلیہ السلام کے حالات پر نظر کرو یہ وہ مقدس باپ ہے جس کے بیٹے جس کی ذریت اور جس کی اولاد ہونے کا اعزاز تمام انبیا کو حاصل ہے دیکھو جناب اسحٰق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی آرزو ان کے مقدس والدین کے دل میں کس شدت سے تھی جناب اسحٰقؑ پر مخفی نہیں حضرت اسمٰعیل علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو ارض بابل سے مکہ معظمہ پہنچا دینے کا فرمان پاکر خلیل اللہؑ کے دل پر انکی مفارقت کا کیسا سخت صدمہ ہوا تھا وہ اسی سے ظاہر ہے کہ آپ اس وقت سے لے کر پھر جب تک کہ جناب اسمٰعیل علیہ السلام پورے جوان نہو لئے اور ان کی معیشت کے تمامی اسباب بخوبی درست نہو چکے وہ کبیرالسن شفیق باپ محبت پیری کے ناگزیر تقاضوں کے باعث برابر ارض بابل سے مکہ معظمہ تک کی دور دراز مسافتیں برابر طے کرتا رہا اور ان کے دیدار سے اپنے دل اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا رہا جناب اسحٰق علیہ السلام کے صاحبزادے جناب یعقوبؑ اور جناب یوسف علیہ السلام کے پورے حالات سے کون واقف نہیں ہے پھر اسی مبارک سلسلۂ ابراہیمی میں جناب زکریا علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے مشرح حالات پڑھو تو معلوم ہو جائے گا کہ جناب زکریا علیہ السلام کو کبیرالسن ہو جانے کے وقت بھی اس نعمت اولاد کی حسرت جیسی کچھ دل سے لگی تھی وہ رب لا تذرنی فردًا وانت خیر الوارثین۔ کے تمنا بھرے الفاظ سے ظاہر ہے۔

پھر اس کے متعلق اور حالات دیکھنے سے معلوم ہو جائے گا کہ جناب یحییٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام جس وقت صحرا میں نکل جاتے تھے تو جناب زکریا علیہ السلام کے دلی اضطراب اور قلبی التہاب کی کیا کیفیت ہوتی تھی یہاں تک تو نوبت ہوتی تھی کہ آپ اپنے پیارے اور اکلوتے بیٹے کے غیر متحمل فراق میں گھر سے نکل جاتے تھے اور تمام صحرا میں یا ولدی ویا قرۃ عینی کی صدائیں دیتے پھرتے تھے اور جبتک کہ بیٹے گم گشتہ کو ڈھونڈھ کر گھر میں نہ پہنچا لیتے تھے خانۂ الٰہی اور بیت المقدس کی تمام خدمتیں معطل رہتی تھیں۔

بقیتہ ص۲۹:۔ وھو ساجد وھواذاک وصغیر یجلس علی ظھرہ ومرۃ علےٰ رقبتہ فیرفعہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفعًا رفیقًا فلما فرغ من الصلوٰۃ قالوا یارسول اللہ انا رأیناک تصنع بھذا الصبی شیئًا ما رأیناک تصنعہ باحد فقال ان ھذا ریحانتی وان ھذا ابنی سید۔ ابوبکر سے مروی ہے کہ کہا انہوں نے کہ ہمارے ساتھ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھتے تھے پس آتے تھے حسن علیہ السلام اس حال میں کہ آنحضرتؐ سجدہ میں ہوتے تھے اور حسنؑ اس وقت کمسن تھے پس کبھی پشت مبارک پر بیٹھتے تھے اور کبھی گردن مبارک پر پس آنحضرتؐ ان کو نہایت آہستگی سے علیحدہ فرما دیتے تھے جب آنحضرت نماز سے فارغ ہو گئے تو صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ہم نے دیکھا کہ آپ اس صاحبزادے کے ساتھ وہ حسن سلوک فرماتے ہیں کہ آپ وہ حسن سلوک

اگر سب کے حالات پر ایک ایک کر کے غور کیا جائے تو اس مقدس طبقے میں کوئی ایسا نہ ملے گا جو ان تعلقات سے خالی پایا جائے اگر ہم بالتخصیص اس مضمون پر اس سے زائد غور کریں اور اس سے زائد ثبوت بہم پہنچانے کی کوشش کریں تو ہم کو اپنے سلسلۂ بیان سے بہت دُور ہٹ جانا پڑے جسکو ہم کبھی پسند نہیں کریں گے۔

جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان واقعات کی نسبت ہمارا یہ دعوےٰ اور یہ یقین بھی ضرور ہے کہ اپنے پیارے نواسوں کے ساتھ محبت واُلفت کے یہ واقعات بھی ہماری ہدایت اور تعلیم کی ضرورتوں سے خالی نہیں تھے اور یہ اصول بھی آنحضرتؐ کی نبوت اور رسالت کی ضروریات میں شامل تھے ان تعلقات اور ان جذبات کے اظہار میں بہت بڑی مصلحت یہ مبنی تھی کہ دنیا اور اہل دنیا کے تجرد اور رہبانیت کے جھوٹے اور بے اصل عقائد جو ان کی کج فہمی اور سوءِ عقلی کے ہاتھوں ایک مدت سے عموماً ان کے دلوں میں جمے ہوئے تھے پورے طور سے مستاصل کر دیئے جائیں اور لارهبانية فی الاسلام کے ایسے صاف اور واضح سہل اور آسان اصول تبلا کر ان کا فرنعمتوں کو از دیاد نسل حسن معاشرت یکجہتی۔ اتفاق اور موانست باہم کے مفید اور ضروری محاسن دکھلا دکھلا کر تجرد اور تفرید کی قید شدید سے نکال دیا جائے ان کی ان مخصوص تعلیم کی ضرورتوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آپ کو مثال بنایا اور اپنے بچوں کے ساتھ اپنی محبت اور اُلفت کے تعلقات تمثیلاً دکھلا دکھلا کر ان کو بچوں کے ساتھ عام طور سے سلوک ہونے کے آداب اور طریقے تبلائے اور تجرد اور رہبانیت کے غیر ضروری اصول کے اخلاف ان کو یہ تبلایا کہ خدا تعالےٰ کی قربت کے عمل اس کی سچی عبادت اور طاعت کے تمامی مراسم معاشرت اور معانست کے تعلقات قائم رکھے جانے کے ساتھ کامل طور سے ادا ہو سکتے ہیں نفس کشی تجرد اور رہبانیت کی ریاضتیں جو اخیر میں صریح خودکشی ہیں ہرگز قرابت خدا اور اُس کی رضا کا کافی ذریعہ نہیں ہو سکتیں۔

اگر انصاف کی آنکھیں کھلی اور تعصب کی بند ہوں تو وہ دیکھیں کہ قربت خدا کے آسان اور سہل ذریعے ڈھونڈھنے والوں کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ ہدایت بھی اسلام کی اور ہدایتوں کے ساتھ ایک ایسی نعمت ہے جس کی مثال سے انبیائے سلف کی شریعتیں بالکل خالی پائی جاتی ہیں اپنے طبقہ اور اپنی قوم اور اپنے قبیلہ کے ساتھ موانست انکے حقوق کی اداکاری اپنے عیال کی خبرگیری اور خبرداری اپنے بچوں کی خبرگیری اور خبرداری ان کی پرورش اور پرستاری اسلام کے بتلائے ہوئے اصول کے مُطابق خدا کی نعمتوں کی عین سپاسگذاری اور اصل دینداری ہے اور مخالف تجرد اور رہبانیت کے ایسے آسان اور موثر اصول ہیں جن کے قبول کرنے کے لئے اور جن کے مان لئے جانے کے لئے بنی نوع انسان کے دل اپنی فطرت انسانی کے تقاضے سے فوراً آمادہ اور مستعد ہو جاتے ہیں اور اصل میں مذہب وہی مذہب ہے جس کے تمام ارکان کو دنیا اور اہل دنیا کے دل بغیر کسی کراہت کے فوراً قبول کر لیں۔

بہرحال یہ بحث جس کو ہم نے کسی قدر طول سے لکھا ہے صرف ان خیالوں کی تردید ہی نہیں کرتی جن کا

ذکر میں نے اوپر کیا ہے بلکہ عام نگاہوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ایسے تعلقات اور ایسے اخلاق و اشفاق کے واقعات کو انہیں ہدایت کے اصول پر مبنی بتلاتی ہے جو آپ کی رسالت اور آپ کی نبوت کے فرائض منصبی سمجھے جاتے ہیں اور جس سے کسی اہل اسلام کو انکار نہیں ہو سکتا۔

بہرحال ان واقعات سے تھوڑی سمجھ والا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے پیارے نواسوں کے ساتھ کیسی محبت اور اُلفت تھی اور آپ کو ان کی دلجوئی ان کی خاطر داری اور رضامندی کس درجہ تک منظور تھی ان کی خواہش پورا کرنے کے لئے اور ان کو خوشنود رکھنے کے لئے آپ فرائض طاعات میں بھی طول دیدیا کرتے تھے اور ان کو اپنے آغوش میں اُٹھا لیا کرتے تھے ذرا سے بے چین ہو جانے پر آپ بھی بیچین ہو جاتے تھے پھر جبتک ان کو چین نہ آئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو چین آنا دشوار ہو جاتا تھا ان کی بچپن کی خواہشیں پوری ہونے کے لئے ان کے مرکب بن جاتے تھے اور ان کی غایت درجہ کی محبت و اُلفت کے تقاضے سے کبھی کاندھے پر کبھی پیٹھ اور کبھی شکم مبارک پر بٹھا لیا کرتے تھے اور ان تمام مشاغل میں نہ کبھی آپ کو اپنی رسالت کے مدارج اعلےٰ کا خیال مانع ہوتا تھا اور نہ کبھی نبوت کے مراتب جلیل کا۔ نانا کی آنکھوں سے ایک دم کے لئے بھی پیارے نواسوں کا اوجھل ہو جانا قیامت تھا پھر جبتک کہ وہ خود سینے سے آکر نہ چمٹ جائیں بیتاب اور بے قرار دل کا سنبھالنا دشوار تھا اتفاق سے بچوں کی ناسازئی مزاج کی خبر معلوم ہوئی اور آپ کی طبیعت میں وہ اضمحلال آیا جس کی دوا اور جس کا علاج ان کی کامل شفایابی کے سوا اور کچھ نہیں کسی بچہ کے رونے کی آواز کانوں میں آئی آنحضرت کو فورًا اپنے پیارے بچوں کی ایذا اور زحمت کا خیال آیا پھر جبتک یہ تحقیق نہ ہو لیا کہ حضرات حسنین علیہم السلام کے سوا کسی دوسرے بچے کے رونے کی صدا ہے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اضطراب میں سکون نہ آیا۔

جناب رسالتمآبؐ کی محبت و اُلفت کے سلسلہ واقعات کو اس سے زیادہ نہ لکھیں گے اور یہاں تک اپنے سلسلہ بیان کو ان ضروری واقعات کی تحریر سے ترتیب دیکر صرف ایک اور واقعہ کو ذیل میں لکھکر اس مضمون کو تمام کرتے ہیں اگرچہ اس جیسے اور متعدد واقعات علمائے کرام کی مختلف تالیفات میں موجود ہیں جو اس وقت میری پیش نظر ہیں مگر ان تمام واقعات کو ضرورت سے زائد اور طوالت کا باعث سمجھکر قلم انداز کر کے اسی ایک کی نقل کو اپنے موجودہ مدعائے تالیف کے تمام کرنے کی غرض سے کافی سمجھتے ہیں۔

عن ابن عباس قال نبینا نحن ذات یوم مع النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اذ اقبلت فاطمة علیہا السلام تبکی فقال لہا فداك ابوك ما یبکیك قال ان الحسن علیہ السلام والحسین علیہ السلام خرجا لا ادری این باتا فقال لہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لا تبکین فان خالقہما الطف بہما منی ومنك ثم رفع یدیہ فقال اللہم احفظہما و

سلمهما فاتی جبرئیل علیه السلام قال یا محمد صلی الله علیه وآله وسلم لا تحزن فهما فی خطیرة بنی نجار نائمین وقد وکل الله بهما ملکا یحفظهما فقام النبی صلی الله علیه وآله وسلم ومعه اصحابه حتی الی الحظیرة بنی نجار فاذا هما مستغفین نائمین واذا الملك الموکل بهما قد جعل احد جناحیه تحتهما والآخر فوقهما یظلهما فاکب النبی صلی الله علیه وآله وسلم علیهما یقبلهما حتی انتبهما من نومهما ثم جعل الحسن علیه السلام علی عاتقه الایمن والحسین علیه السلام علی عاتقه الایسر فلقا ابوبکر فقال یا رسول الله ناولنی احد الصبیین احمله عنك فقال نعم المطی مطیهما ونعم الراکبان هما وابوهما خیر منهما حتی الی المسجد فقام رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم علی قدمیه وهما علی عاتقه ثم قال معاشر المسلمین الا ادلکم علی خیر الناس جدا وجدة قالوا بلی یا رسول الله قال الحسن والحسین علیهما السلام جدهما رسول الله خاتم النبیین وجدتهما خدیجة بنت خویلد سیدة نساء العلمین علیها السلام الا ادلکم علی خیر الناس عما وعمة قالوا بلی یا رسول الله قال الحسن والحسین علیهم السلام عمهما جعفر ابن ابیطالب وعمتهما ام هانی بنت ابیطالب الا ادلکم علی خیر الناس خالا وخالة قالوا بلی قال الحسن والحسین علیهما السلام خالهما القاسم ابن رسول الله وخالتهما زینب بنت رسول الله قال اللهم انك تعلم ان الحسن والحسین علیهم السلام فی الجنة ومن احبهما فی الجنة ومن ابغضهما فی النار اخرجه الملانی سیرته

عبداللہ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ایک دن ہم جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر تھے کہ ناگہاں جناب سیدہ سلام اللہ علیہا روتی ہوئی تشریف لائیں آنحضرت نے اُن سے فرمایا: تیرا باپ تجھپر فدا ہو توکیوں روتی ہے جناب سیدہؑ نے عرض کی کہ حسنین علیہم السلام گھر سے نکل گئے ہیں نہیں معلوم کہاں سوگئے ہیں آپ نے فرمایا ان کا خالق ان پر تم سے اور مجھ سے زیادہ مہربان ہے پھر ہاتھ اُٹھا کر خدائے سبحانہ تعالے سے دعا کی اے پروردگار عالم ان کی حفاظت فرما اور ان کو صحیح وسلامت رکھ پس جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا یا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ غمگین نہوں وہ دونوں حضرات خطیرۂ بنی نجار میں سوگئے ہیں خدائے تعالے نے ان پر ایک مخصوص فرشتے کو موکل کیا ہے کہ ان دونوں کی حفاظت کرے پھر آنحضرت اپنے موجودہ صحابہ کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے اور خطیرۂ بنی نجار میں تشریف لائے اور حضرات حسنین علیہم السلام کو ایک دوسرے کی گردنوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے سوتا ہوا پایا اور دیکھا کہ وہ فرشتہ جو ان کی حفاظت کرتا ہے اس نے اپنا ایک بازو ان کے نیچے بچھایا ہے اور اپنے ایک بازو کا ان پر سایہ کیا ہے پس جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھک کر انکو چوما اور جگایا پھر جناب

امام حسن المجتبیٰ علیہ السلام کو اپنے داہنے کاندھے پر سوار کرلیا اور امام حسین علیہ السلام کو بائیں کاندھے پر ابوبکر بن ابوقحافہ راستہ میں ملے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہؐ مجھے ایک صاحبزادے کو دیجئے کہ میں لے چلوں۔ آنحضرت نے جواب دیا کہ یہ سواری بہت اچھی ہے اور (اس کے لئے) یہ سوار عمدہ زیبا ہیں) اور ان کا باپ ان سے بہتر ہے پھر آپ مسجد میں تشریف لائے اور دونوں پاؤں پر کھڑے ہوگئے اور دونوں صاحبزادے آپ کے کاندھوں پر سوار تھے آپ نے ارشاد کیا اے گروہ مسلمانان میں تم کو آگاہ کرتا ہوں ایسے دو شخصوں سے جو سب آدمیوں میں باعتبار اپنے جد اور جدہ کے بہتر ہیں لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہؐ آپ ان کو بیان فرمائیں آنحضرت نے فرمایا وہ حسن اور حسین علیہم السلام ہیں کہ ان کا نانا خدا کا رسولؐ اور **خاتم النبیین** ہے اور نانی **خدیجہ بنت خویلد**رضؓ جو جنت کی عورتوں کی سردار ہیں پھر فرمایا کہ میں تم کو آگاہ کردوں ان دو شخصوں سے کہ جو اپنے مقدس والدین کے اعتبار سے تمام آدمیوں سے بہتر ہیں لوگوں نے عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا وہ امام حسنؑ اور امام حسین علیہم السلام ہیں ان کا باپ **علیؑ** ابن ابی طالب علیہ السلام اور ان کی ماں **فاطمۃ الزہرا** سیدۃ نساء العالمین ہے پھر ارشاد فرمایا کہ میں تم کو ان دو شخصوں سے آگاہ کروں جو باعتبار اپنے چچا اور پھوپھی کے تمام آدمیوں سے بہتر ہے لوگوں نے عرض کیا ہاں آنحضرت نے ارشاد فرمایا وہ حسن اور حسین علیہم السلام ہیں کہ ان کے عم نامدار **جعفر طیارؓ** ہیں اور پھوپھی **امّ ہانی** بنت ابیطالب ہیں پھر فرمایا کہ میں تم کو ان دونوں شخصوں سے آگاہ کروں جو اپنے ماموں اور خالہ کے اعتبار سے سب لوگوں سے بہتر ہیں لوگوں نے عرض کیا ہاں آنحضرت نے ارشاد فرمایا وہ حسن اور حسین علیہم السلام ہیں کہ ان کے ماموں قاسمؑ ابن رسول اللہ اور خالہ **زینب** بنت رسول اللہ ہیں پھر آنحضرت نے دعا فرمائی کہ اے میرے پروردگار تو جانتا ہے کہ حسن اور حسین علیہم السلام جنت میں ہوں گے جو کوئی ان سے محبت کرے گا وہ بھی جنت میں ہوگا اور جو کوئی ان سے بغض کرے گا وہ دوزخ میں گرے گا۔

یہ واقعہ باعتبار تواتر اور شہرت کے اس قدر مشہور اور کثیر الاسناد ہے کہ ہم کو اس کی نسبت فریقین میں سے کسی کے سند پہنچانے کی مطلق ضرورت نہیں ہے جن لوگوں کو مطالعہ کتب سے خاص دلچسپی ہے وہ اس واقعہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد کے زمانہ سے دور عباسیہ کے وقت تک اس کے سلسلہ وار روایت کرنے والے موجود تھے شیخ الاسلام قسطنطنیہ مولانا سلیمان الحنفی القندوزی نے اپنی کتاب ینابیع المودت میں اس واقعہ کو متعدد طریقوں سے لکھا ہے اور المودۃ فی القربےٰ میں سید علی ہمدانی نے بھی اسکو مختلف اسناد سے لکھا ہے۔

مولانا نعمت اللہ جزائریؒ نے زہرۃ الربیع میں اس واقعہ کو خاص ہارون رشید کی زبانی لکھا ہے اور اس کی نسبت ایک بہت بڑی طویل نقل بھی لکھی ہے۔ ملا مجلسی علیہ الرحمہ نے بھی اس واقعہ کو ہارون رشید کے

اسناد سے لکھا ہے:۔

بہر حال حضرت امام حسن علیہ السلام کی طفولیت کے مبارک زمانہ کے یہ ایسے واقعات ہیں کہ جن سے جناب رسالتمآبؐ کی اس محبت و اُلفت کا کامل ثبوت ملتا ہے جو آپ کو اپنے پیارے نواسوں کی طرف سے جاگزین خاطر تھی اب ہم کو جناب رسول اللہؐ کے اشفاق و عنایات کے واقعات کے بعد وہ واقعات بھی اپنے سلسلۂ بیان میں لکھدینے مناسب ہیں جو اہلبیت علیہم السلام کی عالی مرتبگی فضائل و مدارج مراتب و مناقب کے ثبوت میں منجانب اللہ نازل ہوئے ہیں اور جن ذوات مقدسہ کے سلسلہ میں جناب امام حسن المجتبےٰ علیہ التحیتہ والثنا کا دوسرا یا تیسرا نمبر قرار پاتا ہے۔

اسلام کی آسمانی بشارتوں پر ایمان لانے والے اور کم سے کم قرآن مجید کو منزل من اللہ جاننے والے ہمارے سلسلۂ واقعات میں ان واقعات کو پڑھکر نہایت آسانی سے خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس مقدس طبقہ کے بزرگوں میں جس میں امام حسن علیہ السلام دوسرے یا تیسرے شمار ہوتے ہیں رسول اللہؐ کے اشفاق و عنایات کے علاوہ جناب رب العزت کی رحمت شفقت اور محبت کہاں تک وسیع تھی جناب رسالتمآبؐ کو آپ کے ساتھ ایسی مفرط محبت اور اُلفت قائم رکھنے اور اپنی قدر و منزلت سے پیش آنے کے بہت بڑی وجہ یہ تھی کہ خود جناب باری عز اسمہٗ کو بھی ان کی توقیر و تعظیم ایسی ہی مدنظر تھی جس کا اصل باعث یہ تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام مخلوق کی ہدایت اور رشادت کے فرائض احکام شریعت کی حفاظت اور خبرگیری اور تمام مخصوص اسرار اور رموز جو انتظام عالم کے متعلق تدبیر الٰہی سے ملحق ہونے ہیں وہ اسی مبارک سلسلہ کے سپرد ہونے والے تھے۔

جناب امام حسن المجتبےٰ علیہ السلام کا پانچ برس کا سن تھا کہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو **بنی نجران** کے نصاریٰ کے ساتھ **مباہلہ** کی سخت مجبوری واقع ہوئی کہ یہ ضدی اور ہٹ دہرم جماعت جناب عیسےٰ بن مریم علےٰ نبینا و علیہ السلام کو ابن اللہ قرار دینے کے خیالوں میں اس قدر اصرار کرنے لگی کہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی موعظت انکی کجحجتی اور جہالت کے مقابلہ میں موثر نہ ہوسکی اور وہ لگاتار اپنی ناسمجھی اور کج عقلی کی نحوست پر اصرار کرتے رہے نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ خدا کا برحق رسولؐ اچھی طرح سمجھ چکا کہ یہ جاہل قوم ہمارے سمجھائے نہیں سمجھتی تو آخرکار ان سے باہمی مباہلہ کے عہد و پیمان مستحکم فرمائے۔

اصل میں مباہلہ ایک قسم ہے یا یُوں سمجھو کہ اپنے متنازعہ فیہ مسائل کا خُدا سے تصفیہ چاہنا بہر حال بنی نجران کے عیسائی مباہلہ کی شرط پر راضی ہوکر اپنے قیامگاہ کو واپس گئے دوسرے دن علی الصباح وہ جماعت کی جماعت وقت معینہ پر اپنے جائے مقررہ پر آکر کھڑی ہوگئی اور جناب رسالتمآبؐ کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگی ابھی کچھ دیر نہیں ہوئی تھی کہ جناب رسالتمآبؐ سامنے سے نمودار ہوئے آپکی تشریف آوری کی

شان اُس وقت یہ تھی کہ سب سے آگے آپ تشریف فرما تھے آپ کی پشت پر جناب سیّدہ سلام اللہ علیہا اور
ان کی پشت پر جناب علی مرتضیٰ علیہ التحیۃ والثنا آنحضرت کے دہنے پہلو میں کل چار برس کے جناب امام حسن
مجتبیٰ روحنا لہ الفداء اور آپ کی آغوش میں ڈہائی تین برس کے جناب خامس آل عبا علیہ السلام
ان متبرک اور مقدس بزرگواروں کے تشریف لانے پر جن کی نورانی پیشانیوں سے خدا کی کمال عظمت و جلال
کے تمام آثار نمایاں اور آشکار تھے عیسائی گروہ کے دلوں میں منجانب اللہ وہ رُعب سمایا کہ آخر کار انہوں
نے رسول اللہ کو دعائے مباہلہ کے پڑھنے سے روک دیا اور اپنے تمام مناظرہ اور معارضہ سے ہاتھ اُٹھایا
اور جزیہ اسلامی کے سہل و آسان شرائط کو قبول کرکے بعافیت تمام اپنے اپنے گھروں کو واپس گئے ؎
اس واقعہ کو جناب باری عز اسمہ نے بہت بڑی تاکید کے ساتھ اپنے پاک اور برحق کلام کے چوتھے سورہ میں
تمام اہل اسلام کو یاد دلایا ہے اور وہ آیہ معانی ہدایہ یہ ہے ؎
قل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل
لعنۃ اللہ علی الکاذبین اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم قوم نصاریٰ سے کہدو کہ آؤ ہم
بلالیں اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو اپنے نفس اور تمہارے نفس
کو پھر دعا کریں کہ خدا لعنت کرے جھوٹوں پر۔
اب ہم اپنی عبارت کے بعد اس واقعہ کو علمائے کرام کی اصلی عبارت میں دکھلانا چاہتے ہیں اور اس سلسلہ
میں ہم سب سے پہلے امام علی ابن ابراہیم بن احمد بن علی ابن نور الدین حلبی المتوفی ۱۰۴۴ھ ہجری کی
مستند کتاب سیرۃ الحلبیہ کی اصلی عبارت لکھتے ہیں :-
قال عن ابن عباس ان رھطا من نجران قدموا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فقالوا
ما شانك تذکر صاحبنا قال من ھو قالوا عیسی تزعم انہ عبد اللہ قال اجل قالوا فھل رایت
مثل عیسی او انبئت بہ ثم خرجوا من عندہ فجاءہ جبرئیل فقال لہ قل لھم اذا اتوك ان
مثل عیسی عند اللہ کمثل ادم وفی روایۃ ان واحدا منھم قال لہ المسیح ابن اللہ لا ابا لہ
وقال اخر المسیح ھو اللہ لانہ احیا الموتی واخبر عن الغیوب وابرء الاکمہ و
الابرص وخلق من طین طیرا وتزعم انہ عبد فقال صلی اللہ علیہ والہ وسلم ھو
عبد اللہ وکلمۃ القاھا الی مریم فغضبوا فقالوا انما ھو اللہ وقالوا ان کنت صادقا فارنا
عبد اللہ یحی الموتی ویبرئ الاکمہ والابرص ویخلق من الطین فینفخ فیہ فیطیر فسکت
عنھم فنزل الوحی یقول لہ تعالی لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم وقولہ
تعالی ان مثل عیسی عند اللہ کمثل ادم وقولہ تعالی فمن حاجك من العلم فقل تعالوا ندع
ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی

الكاذبين ثم قال لهما ان امرني لم تنقادوا للاسلام ايا هلككم ثم انهم وعد والى الغد والما اصبح صلے الله علیه واله وسلم اقبل ومعه حسنؑ وحسینؑ وفاطمة علیهم السلام وعند ذالك فقال لهم اسقف انی لاری وجوها لو سالوا الله تعالیٰ ان یزیل لهم جبلا لازاله فلا تباهلوا فتهلکوا ولا یبقی علے وجه الارض نصرانی فقال له صلے الله علیه واله وسلم لا بینا هلك

ابن عباس سے مروی ہے کہ نجران کا ایک گروہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر کہنے لگا آپ ہمارے صاحب کو کیا کہتے ہیں آپ نے فرمایا وہ کون ہیں وہ بولے کہ عیسےؑ کی نسبت تمہارا یہ گمان ہے کہ وہ خدا کے بندے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرا گمان صحیح ہے وہ کہنے لگے آپ نے عیسیٰ کی مانند کوئی اور دیکھا ہے یا آپ کو اس جیسے کسی اور کی بھی خبر ہے یہ کہکر وہ آپ کے پاس سے چلے گئے پس جبرئیلؑ آپ کے پاس تشریف لائے اور کہا جب وہ لوگ آئیں تو آپ ان سے کہہ دیں کہ خدا کے نزدیک آدمؑ کی مثال حضرت عیسےؑ تھے۔

اور ایک روایت میں یُوں وارد ہے کہ گروہ نجران میں سے ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ مسیح خدا کے بیٹے ہیں اُن کا کوئی باپ نہیں ہے اس کے ساتھ والے دُوسرے شخص نے کہا بلکہ وہ خدا تھے کیونکہ وہ مُردوں کو جلاتے تھے غیب کی خبریں دیتے تھے اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتے تھے اور مٹی سے جانور بناتے تھے اور آپ اس پیران کو خدا کا بندہ خیال کرتے ہیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ خدا کے پاک بندے اور اس کا پاک کلمہ تھے جو جناب مریمؑ کی طرف القا ہوا تھا یہ سُنکر وہ غصہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم نہیں راضی ہوں گے جب تک کہ آپ نہ کہیں کے وہ خدا تھے اگر آپ صادق ہیں تو آپ ہمیں کوئی ایسا خدا کا بندہ بتا دیں جو مُردے کو جلا دیں اندھے کوڑھی کو اچھا کرے اور مٹی سے جانور بنائے اور ان میں پھونک دے اور وہ اُڑ جائیں یہ سُنکر جناب رسولخدا خاموش ہو گئے پس وحی نازل ہوئی کہ اللہ تعالےٰ آپ سے فرماتا ہے تحقیق کافر ہوئے ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مسیح ابن مریم ہے بلکہ اللہ تبارک وتعالےٰ فرماتا ہے کہ اس کے نزدیک عیسےٰ بعینہ آدمؑ کی مثال تھے اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ پس جو شخص کہ تجھ سے جھگڑے اس کے بعد کہ تجھے علم ہو گیا ہے پس کہہ دے اُن سے کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو تم بلاؤ اپنے بیٹوں کو ہم اپنی عورتوں کو تم اپنی عورتوں کو ہم اپنی جان کو تم اپنی جانوں کو پھر دعا کریں کہ اللہ لعنت کرے جھوٹے پر۔

یہ وحی سُنکر آنحضرت نے اُن سے فرمایا کہ اگر تم اسلام کے مطیع ومنقاد نہو گے تو خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم سے مباہلہ کروں گا اُنہوں نے دوسرے دن کا وعدہ کیا جب صبح کو جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب حسنینؑ وعلیؑ وفاطمہ علیہم السلام کو ساتھ لیکر تشریف لائے تو اسقف نے کہا میں ان کے

چہرے دیکھتا ہوں کہ اگر خدا سے یہ دعا کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جاویں تو ضرور ٹل جائے گا تم ان سے مباہلہ نکرو ورنہ ہلاک ہوگے اور روئے زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا پس اسقف نے آنحضرت ص سے عرض کی کہ ہم مباہلہ نہیں کرتے؛

سیرۃ الحلبیہ کی مفصل عبارت لکھکر پھر ہم کو کسی دوسری عبارت کے حوالے کی مطلق ضرورت نہیں ہے مگر چونکہ یہ واقعہ متواترات سے ہے اس لئے ہم کو ضرور ہے کہ ہم اس کے بعد ان علما کے اسنا د اور اقوال بھی لکھدیں جنہوں نے اسکو اپنے صحاح اور مسانید میں درج کیا ہے؛

صحیح مسلم میں یہ واقعہ اس عبارت میں درج ہے عن سعد ابن ابی وقاص قال انما نزلت ھٰذہ الاٰیۃ قل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم فنبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین. دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیاً وفاطمۃ والحسن والحسین علیہم السلام فقال اللھم ھؤلاء اھلبیتی

سعد ابن ابی وقاص سے مروی ہے کہ جب یہ آیہ نازل ہوا کہ پکار تو اپنے بیٹے اور ان کے بیٹوں کو اپنی عورت اور ان کی عورتوں کو اپنی جان اور ان کی جانوں کو اوس ان سے مباہلہ کر کہ خدا کی لعنت ہو جھوٹوں پر تو پکارا جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام جناب سیدہ سلام اللہ علیہا اور جناب حسن مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثنا اور جناب حسینؑ شہید کربلا ارواحنا لہ الفداء کو اور فرمایا اے پروردگار یہی لوگ میرے اہلبیت ہیں؛

امام ترمذی اور امام نسائی نے بھی اپنی اپنی صحیح میں یہی عبارت لکھی ہے جو صحیح مسلم سے اوپر لکھی گئی۔ امام حاکم نے مستدرک میں اس واقعہ کو جناب جابر ابن عبد اللہ الانصاری کے اسناد سے لکھا ہے جس کی بجنسہ عبارت یہ ہے؛ عن جابر ابن عبد اللہ قال انفسنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی وابناءنا الحسن والحسین علیہم السلام ونساءنا فاطمۃ علیہا السلام

جابر ابن عبد اللہ الانصاری سے مروی ہے کہ انفسنا سے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلیؑ مرتضیٰ مراد ہیں اور ابناءنا سے جناب حسنینؑ اور نساءنا سے جناب سیدہ مراد ہیں۔

ان کے علاوہ اور تمامی آئمہ حدیث نے اس واقعہ کو اپنی اپنی معتبر اور مستند تالیفات اور تصنیفات میں درج کیا ہے صاحب جامع الاصول نے اور حافظ ابو نعیم حلیۃ الاولیا میں امام ثعلبی نے اپنی تفسیر میں امام سیوطی نے اپنی تفسیر میں امام بغوی نے معالم التنزیل میں سید علی ہمدانی نے المودۃ فی القربیٰ میں علامہ شیخ حسین دیاربکری نے تاریخ الخمیس ص ۳۱۳ مطبوعہ مصر میں علامہ ابن اثیر نے اپنی تاریخ کامل جلد دوم ص ۱۲۲ میں اور علامہ جریر طبری نے اپنی تاریخ جلد چہارم میں اس واقعہ کو پوری تصریح کے ساتھ مندرج کیا ہے اس سے زیادہ اسناد کے لئے ینابیع المودہ مصنفہ شیخ الاسلام سلیمان القندوزی الحنفی مطبوعہ

بمبئی ملاحظہ ہو۔

واقعہ مباہلہ کے بعد شاید کچھ زمانہ نہیں ہوا تھا کہ جناب امام حسن مجتبےٰ علیہ السلام کو دربار ایزدی سے کتب لبشرا بقیۂ اہلبیت انما یرید اللہ کا خلعت فاخرہ عطا ہوا جو تمام اسلامی تاریخوں میں **واقعہ عبا یا کسا** کے نام سے مشہور ہے:۔

اس واقعہ عظیمہ اور اس رتبہ جلیلہ کی تفصیل میں جہاں تک تحقیق ہوا ہے یہ پایا جاتا ہے کہ واقعہ مباہلہ میں جو ہدایت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کی گئی تھی اس کی تعمیل کے بعد جناب باری عز اسمہٗ کی عدالت کا یہ مقتضیٰ تھا کہ وہ ان ذوات مقدسہ کے ان اعزاز و اقتدار سے تمام اہل اسلام کو علے الاعلان مطلع فرمادے اور ایسے صفات مخصوصہ ان کے لئے مختص فرمائے جو سوائے اُن کے اوروں میں نہ پائے جائیں اور یہی امتیاز ان کے ترجیح علے الفضائل قائم کرنے کے لئے کافی ہے اگر ان کے مناقب ومناصب کی وہ شان ایسے پاکیزہ اور صاف الفاظ میں نہ دکھلائی جاتی تو پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس ذریات اور عوام الناس کے معمولی اہل وعیال میں فرق مابہ الامتیاز کیا باقی رہتا ہر شخص اپنے اہل وعیال کی نسبت اپنی محبت والفت کے غیر محدود تقاضہ کے سبب ترجیح قائم کرلیتا تو پھر آنحضرت اور آپ کی ذریّت کی فضیلت ترجیح اور خصوصیت کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے مشتبہ ہوجاتا اس لئے جناب باری تعالےٰ عز اسمہٗ نے بہت جلد اس مشکل کو آسان اور اس آیۂ وافی ہدایہ کو اعلان فرمایا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت ویطھرکم تطھیرا

اس آیۂ وافی ہدایہ کے اسباب نزول اس طرح بیان کئے جاتے ہیں جسکو ہم چند معتمد اور مستند آئمہ حدیث اور معتبر مفسرین کی اصلی عبارت میں نیچے لکھتے ہیں:۔

امام مسلم امام ترمذی اور بیہقی کی عبارت یہ ہے:۔ عن اُم سلمۃ رض قالت فی ھذہ الاٰیہ نزلت فی بیتی انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت ویطھرکم تطھیرا وانا جالسۃ عند الباب وفی البیت رسول اللہ وعلیؑ وفاطمۃؑ وحسنؑ وحسینؑ فجللھم بکساھم وقال اللھم ھولاء اھل بیتی وحامتی اذھب عنکم الرجس ویطھرکم تطھیرا قالت اُم سلمۃ وانا منھم یا رسول اللہ قال انکم علی الخیر۔

جناب اُم سلمہ رض سے منقول ہے کہ یہ آیت میرے گھر میں اتری جس کا ترجمہ یہ ہے سوائے اس کے نہیں ہے کہ خدا نے ارادہ فرمایا ہے کہ نکالدے تم میں سے ہر قسم کی ناپاکی کو اور پاک کرے تم کو جو حق پاک کرنے کا ہے۔ میں دروازہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور جناب رسالت مآبؐ وعلی مرتضیٰؑ وفاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ سلام اللہ علیہم اجمعین گھر کے اندر تشریف رکھتے تھے پس آنحضرتؐ نے اپنا ایک کپڑا اُڑھا دیا اور فرمایا اے پروردگار یہی میرے اہلبیت اور میرے مددگار ہیں ان سے ناپاکی کو لے جا اور پاک کردے جو حق پاک کرنیکا ہے۔

امام مسلم اور امام ترمذی نے پھر اس واقعہ کو حضرت عائشہ کی اسناد سے بھی لکھا ہے:۔
وہ عبارت یہ ہے عن عائشۃ قالت خرج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن ابن علی فادخلہ ثم جاء الحسین فدخل معہ ثم جاءت فاطمۃ فدخلھا ثم جاء علی فادخلہ ثم قال انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ عائشہ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور آپ ایک منقش گلیم سیاہ اوڑھے تھے پس جناب امام حسن علیہ السلام تشریف لائے آپ نے اُن کو اپنی کملی میں لے لیا پھر جناب علی مرتضیٰ تشریف لائے آپ نے ان کو بھی لے لیا پھر جناب سیّدہ تشریف لائیں آپ نے ان کو بھی لے لیا پھر جناب امام حسین تشریف لائے آپ نے ان کو بھی لے لیا اور فرمایا کہ پروردگار نے ارادہ فرمایا ہے کہ تم اہلبیت علیہم السلام کو تمام آلائش سے نکالدے اور تم کو ایسا پاک و پاکیزہ فرمائے جو حق پاکیزہ فرمانے کا ہے:۔
اب اس سے زیادہ اسناد پیش کرنے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے آئمہ حدیث کی جامعیت اور صداقت سب کی قطع نظر کرکے اگر رواۃ پر غور کیا جائے تو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی اصل ارشاد کو سُننے والے اور اس واقعہ کو دیکھنے والے اور کوئی دوسرے لوگ نہیں ازواج سید المرسلین اور اُمہات المومنین جنکو عموماً صدّیقہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔
اس واقعہ کی تصدیق اور اس آیۂ وافی ہدایہ کے اسباب نزول کے ثبوت میں ہمارا اتنا لکھنا بھی محض فضول ہے کیونکہ یہ ایسا مشہور اور متواتر واقعہ ہے جس کے لئے ہم کو کسی ثبوت پہنچانے کی مُطلق ضرورت نہیں تھی مگر چونکہ ہم نے اپنے تالیفات کے مقاصد میں جملہ واقعات کے ثبوت اور اُن کی تصدیق کو کمال تک پہنچانا ضروری سمجھ لیا ہے اس لئے اس واقعہ کی تصدیق اور اس کی معتبر ثابت کرنے کے لئے ہم ان علماء اور آئمہ حدیث اور اُن کے مختلف رواۃ کے صرف نام لکھ دیتے ہیں اور ان کے اقوال کی نقل کو طوالت کا باعث سمجھ کر قلم انداز کرتے ہیں۔
اس واقعہ کو امام احمد حنبل امام حاکم ابو حاتم بیہقی اور دیلمی نے واثلہ ابن الاشقع کے اسناد سے لکھا ہے پھر امام احمد حاکم اور بیہقی نے اس کو عمر ابن سلمہ آنحضرت کے ربیب کی زبانی لکھا ہے پھر امام احمد امام ترمذی نے انس بن مالک کی اسناد سے لکھا ہے پھر امام احمد نے تنہا ہو کر ابی الحمراء کے اسناد سے لکھا ہے تفسیر معالم التنزیل میں امام بغوی نے اُس کو ابو سعید خدری کے اسناد سے لکھا ہے علامہ دیلمی نے اسکو تنہا جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کی زبانی لکھا ہے علامہ ابن سعد نے اس کے متواتر ہونے کی ثبوت میں یہ عبارت تصدیقی لکھی ہے اخرجہ احمد فی مسندہ وابن جریر الطبری مرنو عاد الطبرانی والثعلبی فی تفسیرہ وھذا الحدیث حسن علی رای اکثر العلماء وقد صححہ بعضھم

بہر حال ہم اپنے سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں جناب امام حسن علیہ السلام کے بچپن کا زمانہ بھی کیا مبارک زمانہ تھا جیسا جیسا آپ کی جسمانی قوتوں میں ترقی اور نمو پیدا ہوتا تھا ویسے ویسے آپ کے ذاتی اقتدار اور اعزاز میں بھی اضافہ ہوتا جاتا تھا اور دربار ایزدی سے آئے دن عظمت و وقعت و جلالت کے گرانمایہ خلعت عطا ہو جاتے تھے اور ان تمام ذاتی فضیلتوں کا اظہار دربار رسالت کے ذریعہ سے ہر خاص و عام کے سامنے کیا جاتا تھا کیوں نہ ہو جن کی تحقیقات کی نظریں وسیع اور جن کے خلوص اور توفیقات کے مدارج رفیع ہیں وہ ان فضائل اور شرافتوں کے اسباب نزول کو خوب سمجھ چکے ہیں ذریّت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شمار ہونا اہلبیت نبی کہلانا آغوش رسولؐ اور دامان بتولؑ سلام اللہ علیہم میں پرورش پانے کے اعتبار سے خدا کی رحمت خدا کی قربت اور خدا کی تمام بشارت اور مشیت کا مستحق ان کے سوا اور کون ہو سکتا ہے ؎

آل عبا رسول اللہ وابنتہ والمرتضےٰ ثم سبطاہ اذا جمعوا

صاحب مواہب لدنیہ و تمن المعانی۔

آیۂ تطہیر کے نزول کے بعد جب خدا کے فضل سے ان کے سن میں کچھ اور ترقی ہوئی تو ایزد متعال کے مصدر عزّت و اجلال سے ان کے عزّ و اقبال میں بھی نمایاں اضافہ فرمایا گیا اب کی بار انکی فضیلت اور عالی درجاتی کا اظہار ایسے الفاظ میں کیا گیا جس نے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور نبوت کے تمام مناصب کو انہیں حضرات کی مودت اور محبت کا نعم البدل ٹھہرایا اور دربار ایزدی سے یہ فیصل فرما دیا گیا کہ اسلام کے تمام احکام کی تعمیل اور تصدیق ایمان کی تکمیل قطعی طور پر انہیں حضرات کی محبت و الفت اور انہیں ذوات مطہرہ کی قدر و منزلت کی معرفت پر منحصر ہے جناب سرور عالم کی ان تمام پریشانی اور جانفشانیوں کا اجر اور شبانہ روز مصیبتوں اور جگر سوز محنتوں کا صلا یا بدلا جو کچھ ہوا انہیں ذوات مقدسہ کی محبت اور مودت قرار دی گئی جس کا ذکر خدائے تبارک و تعالےٰ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربےٰ اے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام اہل اسلام سے عموماً کہدو میں تم سے اس کی اُجرت کچھ بھی نہیں مانگتا ہوں سوائے اس کے کہ تم میرے قریب والوں سے محبّت رکھو چنانچہ امام ابوالحسن علی ابن احمد الواحدی اس آیۂ وافی ہدایہ کی تفسیر میں ذیل کی عبارت تحریر کرتے ہیں :-

عن ابن عباس قال نزلت ھذہ الآیۃ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربےٰ قالوا من قرابتک ھؤلاء الذین وجبت علینا مودتھم قال علیًا و فاطمۃ وابناھما۔

ابن عباس سے منقول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کہدو اے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ میں تم سے اس کی اُجرت سوائے اس کے اور نہیں مانگتا ہوں کہ تم ہمارے قریب والوں سے محبت رکھو لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کے وہ قرابتدار کون ہیں جن کی محبت کو خدا نے ہم پر واجب فرمایا آنحضرت نے ارشاد فرمایا وہ علیؑ مرتضےٰ اور فاطمہؑ اور انکے دونو صاحبزادے ہیں سلام اللہ علیہم

امام احمد نے مسند اور مناقب میں اور امام طبرانی نے معجم میں اور ابو حاتم اور بغوی نے مقاتل کے اسناد سے اور امام حاکم اور امام دیلمی اور علامہ طبری نے اپنے اپنے مختلف تصانیف میں یہی عبارت لکھی ہے جس کو میں ابھی درج کر چکا ہوں علامہ ابو الشیخ نے اس آیہ ودانی ہدایہ کی شان نزول میں یہ عبارت مندرج کی ہے۔

عن زاذان عن علی علیہ السلام قال فینا اھل البیت فی حٰم آیت لا یحفظ مودتنا الا کل مومن ثم قرأ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الخ

زاذان جناب علی مرتضی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ نے فرمایا ہم اہلبیت کی شان کے متعلق سورہ حٰم میں ایک آیت ہے نہیں نگاہ رکھے گا ہماری دوستی کو مگر وہی جو مومن ہوگا پھر آپ نے اس آیہ ودانی ہدایہ کی تلاوت فرمائی۔

ازالۃ الخفا میں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے بھی اس آیہ کی شان نزول کے اسناد میں جناب امام حسن علیہ السلام کا وہ خاص خطبہ لکھا ہے جو آپ نے جناب امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد کوفہ کی مسجد جامع میں پڑھا تھا۔

تفسیر کبیر جلد ہفتم ص ۴۰۶ امام فخر الدین رازی نے نہایت متانت سے حب اہلبیت کی نسبت اپنی رائے ظاہر کی ہے جسکو ہم انکی اصل عبارت میں لکھتے ہیں۔

لا شك ان فاطمۃ و علیا والحسن والحسین کان تعلق بینھم وبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشد التعلقات وھذا کالمعلوم بالنقل المتواتر فوجب ان یکونوا ھم الآل وروی صاحب الکشاف انہ لما نزلت ھذہ الآیۃ قیل یا رسول اللہ من قرابتك ھؤلاء الذین وجبت علینا مودتھم فقال علی وفاطمۃ وحسن وحسین وابناھما فثبت ان ھؤلاء الاربعۃ اقارب النبی واذا ثبت ھذا وجب ان یکونوا مخصوصین بمزید التعظیم ویدل علیہ وجوہ الاول قولہ تعالی الا المودۃ فی القربی ووجہ الاستدلال بہ ما سبق الثانی لا شك ان کان یحب فاطمۃ قال صلعم فاطمۃ بضعۃ منی یوذینی ما یوذیھا وثبت بالنقل المتواتر ان محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ کان یحب علیا والحسن والحسین واذا ثبت ذالك وجب علی کل الامۃ مثلہ بقولہ واتبعوہ لعلکم تھتدون وبقولہ تعالی فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ وبقولہ تعالی قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ وبقولہ سبحانہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ الثالث ان الدعاء للآل منصب عظیم ولذالك جعل ھذا الدعاء خاتمۃ التشھد فی الصلوٰۃ وھو قولہ اللھم صل علی محمد وآلہ محمد وارحم محمد وآل محمد وھذا التعظیم لا یوجد فی حق غیر الآل وکل ذالك یدل علی ان حب آل محمد واجب وقال الشافعی عہ

ان کان رفضا حب آل محمد — فلیشھد الثقلان انی رافضی

اس میں شک نہیں کہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وجناب فاطمہ وجناب علی مرتضیٰ وجناب حسنین علیہم السلام کا باہمی تعلق بہت ہی وابستہ اور متصل تعلق تھا اور چونکہ یہ بات احادیث سے متواتر ثابت ہے اس سے واجب ہوتا ہے کہ یہی لوگ آل ہیں۔

صاحب تفسیر کشاف نے روایت کی ہے کہ جب یہ آیہ نازل ہوا اصحاب نے عرض کی کہ یا حضرت آپ کے قرابتدار وہ کون لوگ ہیں جن کی محبت ہمارے اوپر واجب ہوئی ہے آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ وہ قرابتدار ہمارے علیؑ وفاطمہؑ اور ان کے دونو صاحبزادے ہیں سلام اللہ علیہم اسسے ثابت ہوا کہ یہی چاروں بزرگوار آپ کے قرابتدار ہیں اور جب یہ ثابت ہوگیا تو اسسے یہ امر بھی واجب ہوگیا کہ یہی چاروں بزرگوار تعظیم وتکریم کیلئے مخصوص ہیں علاوہ اس کے اور بھی دلیلیں ہیں اول حکم باریتعالیٰ المودۃ فی القربےٰ اس آیہ کی وجہ استدلال اوپر بیان ہوچکی دوم اس میں مطلق شک نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب سیدہ کو پیار کرتے تھے آپ کا ارشاد ہے فاطمۃ بضعۃ منی فاطمہؑ مری بضاعت ہے جس نے اسکو ایذا دی اس نے مجھکو ایذا دی اور یہ بات بھی جناب رسولخدا سے متواتر ثابت ہے کہ آپ حضرات علیؑ وفاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ علیہم السلام کو محبوب رکھتے تھے جب یہ بات ثابت ہوگئی تو ان کی ساری امت پر واجب ہے کہ مثل آنحضرت کے ان حضرات کے اوپر حضرات سے محبت رکھیں جیسا کہ پروردگار عالم نے فرمایا ہے کہ تابعداری کرو آنحضرت کی کہ تم ہدایت پاؤ اور پھر فرمایا خدا نے اے محمدؐ پرہیز کرو اُن سے جو حکم الٰہی کی نافرمانی کرتے ہیں اور یہ بھی خدا نے فرمایا ہے جو محبت رکھتا ہے خدا کی اور پیروی کرتا ہے خدا کی وہ دوست رکھے آنحضرت صلعم کو

سوم دلیل آل کے لئے آنحضرت کا دعا کرنا ایک بڑا منصب ہے اسیواسطے حسب فرمان جناب باریعزاسمہ اخیر تشہد میں ہر نماز کے یہ دعا کہ اللھم صل علیٰ محمدؐ وآل محمدؐ وارحم علے محمدؐ وآل محمد مقرر کی گئی ہے اور یہ تعظیم آل کے سوا کسی دوسرے کے واسطے نہیں پائی جاتی اور یہ سب وجوہ دلیل ہیں اس کی کہ آل محمدؐ کی محبت واجبات سے ہے اور اسی بنا پر امام شافعی کا قول ہے کہ اگر محبت آل محمدؐ رفض کا نام ہے تو دونو جہان گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔

امام فخر الدین رازی کے علاوہ امام نظام الدین اعرج نے تفسیر نیشاپوری میں بھی ایسے ہی مضامین لکھے ہیں جن سے اس آیۂ وافی ہدایہ کے تمام مقاصد ومطالب کی پوری توضیح اور تشریح ہوجاتی ہے انکی اصلی عبارت یہ ہے :-

عن سعید ابن جبیر لما نزلت ھذہ الایۃ قالوا یا رسول اللّٰہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ھٰؤلاء الذین وجبت علینا مودتھم لقرابتك فقال علےؑ وفاطمۃ وابناھما ولاریب ان ھذا فخر عظیم وشرف تام ویزیدہ ما روی انہ عنہ حرمت الجنۃ علے من ظلم اھلبیتی واذانی فی عترتی وکان یقول فاطمۃ بضعۃ منی یوذینی ما یوذیھا وثبت بالنقل المتواتر انہ کان یحب علیاً والحسنؑ

والحسین واذا کان ذالک وجبت علینا محبتھم بقوله وکفی شرفاً لال محمد وفخر اختم التشھد بذکرھم والصلوات علیھم فی کل صلوات قال بعض المذکرین ان النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال مثل اھل بیتی کمثل سفینة نوح من رکب فیھا نجیٰ ومن تخلف عنھا غرق

سعید ابن جبیرؓ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے وہ قرابت والے کون لوگ ہیں جن کی محبت ہم لوگوں پر واجب ہوئی ہے آنحضرت نے ارشاد فرمایا وہ قرابت مند میرے جناب علی مرتضیٰ وفاطمہؑ زہرا وحسن حسین سلام اللہ علیہم ہیں اس میں شک نہیں کہ یہ بڑے فخر اور شرف کی بات ہے اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو سعید ابن جبیر سے مروی ہے کہ جنت حرام ہے اس شخص پر کہ جس نے میرے اہلبیت پر ظلم کیا اور میری عترت کے بارہمیں مجھکو ایذا دی اور آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ فاطمہؑ میری بضاعت ہے جو چیز اسکو ایذا دیتی ہے وہی مجھکو ایذا دیتی ہے اور احادیث سے یہ متواتر ثابت ہے کہ آپ جناب علیؑ وفاطمہؑ اور حسنین علیہم السلام کو سب سے زیادہ محبوب رکھتے تھے اور جب یہ امر ثابت ہے تو ہم پر بھی ان کی محبت واجب ہے اور آل رسولؐ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یہ فخر اور یہ شرف کافی ہے کہ ہر نماز میں اُن پر دُرود بھیجنے کا حکم ہوا ہے اور بعض راویوں نے کہا ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوحؑ کی ہے جو اس میں سوار ہوا وہ بچ گیا اور جو اس پر نہ سوار ہوا وہ غرق ہوا۔

محبت اہلبیت کے قطعی جواز اور وجوب ہم دو معتبر مفسروں کے قابل اعتبار استعفے لکھکر اپنے سلسلۂ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں کہ ہم نے جناب امام حسن علیہ السلام کی طفولیت کے زمانہ کے واقعات میں طوالت سے ضرور کام لیا ہے مگر اتنے طول ہوجانے پر بھی ہم کو کامل یقین ہے کہ باعتبار اُن کثیر واقعات کے جو اس وقت میرے پیش نظر ہیں ان میں سے ہم نے صرف چیدہ چیدہ واقعات کی تحریر پر اکتفا کی ہے اور اپنی تالیف کے تاریخی مضامین کو حتی الامکان فضائل اور خصائل کے مقاصد تک پہنچ جانے کی افراط سے روکا ہے اور خاصکر انہیں واقعات کی تصریح کی جس سے ان حضرات کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشفاق واخلاص کے پورے حالات معلوم ہوں۔

ابھی انہیں کے ایسے متعدد واقعات میری پیش نظر ہیں جن سے ان حضرات پر خدا و رسولؐ کے الطاف و عنایت کا مبذول اور ان کی عطا و نعمت کا نزول ہونا واضح طور سے ظاہر ہوتا ہے جیسے **حلہ عید** کا نازل ہونا **بچۂ آہو** کا آنا حضرت جبرئیل علیہ السلام کا بصورت **وحیہ کلبی** تشریف لانا اور **سیب و انار** جنت کا حسنین علیہم السلام کو تحفہ دینا وغیرہ وغیرہ عام طور سے فضائل وخصائل کی کتابوں میں مندرج ہے ملاحظہ ہو شواہد النبوۃ ملا جامی اور روضۃ الشہداء ملا حسین واعظ مگر ہم اپنے تاریخی مضامین کی خصوصیت کی وجہ سے ان کے نقل کرنے کے لئے مجبور ہیں مگر ہاں انہیں کے ذیل میں نزول **ہل اتیٰ** کا واقعہ جو بالکل

آیات مباہلہ وتطہیر وغیرہ کے نزول کی حیثیت میں مطابق اور مشابہ ہے اپنے موجودہ سلسلۂ بیان میں خصوصیت کے ساتھ مندرج کرتے ہیں جس سے خدائے سبحانہ تعالیٰ کی ان عنایات اور نعمات کا پورے طور سے نشان لگتا ہے جو اسکی درگاہ میں ان ذوات مقدسہ کیلئے مخصوص ذخیرہ کئے گئے ہیں

اس واقعہ سے ان انفاس مطہرات کی صرف عالی درجاتی اور علو شانی تنہا معلوم نہیں ہوتی بلکہ ان اوصاف کے ساتھ ان کے اخلاق کریمانہ کا بھی کامل ثبوت ہوتا ہے جو ان ذوات مقدسہ کی خلقت نورانی کے اصلی جوہر تھے اور پھر انہی اخلاقی خوبیوں کے ساتھ عبادت اور طاعت خدا اور ادائے فرائض میں ان کی محویت کے بھی پورے ثبوت پہنچتے ہیں یہ تنہا واقعہ اگر غور کی نظر سے دیکھا جائے تو اہلبیت رسالت اور خاندان نبوت کے اخلاق اور ان کی مقدس معاشرت کا تیار فوٹو ہے جن اخلاق کے اظہار جن حقوق کی تعمیل اور جن محاسن کی تحصیل میں ان کا جوان اپنے بوڑھوں کے ہمسر ہو جانے کے لئے کوشاں ہے اور ان کا نادان بچہ اپنے گھر کے جوانوں اور بوڑھوں سے مساوی ہو جانے کے لئے ساعی پایا جاتا ہے وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم

اس واقعہ کے وقت جناب امام حسن علیہ السلام کا سن چھ برس سے زائد نہیں بتلایا جاتا اور یہ زمانہ طفولیت اور ناشعوری کا ہوتا ہے جس میں کسی قسم کے امتیاز اور شعور کا مشکل سے اعتبار کیا جا سکتا ہے ایسے وقت میں ایسے محاسن اور ایسے محامد و مکارم کا اظہار سوائے تائید پروردگار کے کچھ اور نہیں سمجھا جا سکتا ہم نزول ہل اتیٰ کے عظیم الشان واقعہ کو علامہ زمخشری کی اصل عبارت میں لکھتے ہیں

عن ابن عباس ان الحسن والحسین علیہما السلام مریضا فعادھما رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ومعہ ابوبکر وعمر فقالوا یا ابوالحسن علیہ السلام لو نذرت علے ولدک فنذر علیؑ وفاطمۃ وفضۃ جاریۃ لھما ان برا منھا ان یصوموا ثلثۃ ایام فشفیا وما معھم شیٔ فاستقرض علے علیہ السلام من شمعون الیھودی الخیبری ثلثۃ اصوع من الشعیر فطحنت فاطمۃ علیھا السلام صاعا واخبزت خمسۃ اقراص علی عدد ھم ووضعتھا بین ایدیھم لیفطروا فوقف علیھم سائل فقال السلام علیکم اھل بیت محمد علیھم السلام مسکین من مساکین المسلمین اطعمونی اطعمکم اللہ من موائد الجنۃ فاثروہ وباتوا لم یذوقوا الا الماء فاصبحوا صیاما فلما امسوا ووضعوا الطعام بین ایدیھم وقف علیھم یتیم واثروہ ووقف علیھم اسیر فی الثالثۃ ففعلوا مثل ذالک فلما اصبحوا اخذ علی علیہ السلام بید الحسن والحسین علیھم السلام واقبلوا علے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فلما ابصرھم وھم یرتعشون کالفراخ من شدۃ الجوع قال ما اشد نی ما اریکم فانطلق منھم فرای فاطمۃ علیھا السلام فی محرابھا قد التصق ظھرھا ببطنھا وغارت عینھا فساءہ ذالک فنزل جبرئیل علیہ السلام فقال خذھا یا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ھناک اللہ تعالیٰ فی اھل بیتک فاقرء الایۃ ویطعمون الطعام علے حبہ مسکینا ویتیما واسیرا

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک جناب حسنین علیہم السلام بیمار ہوئے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر اور عمر کے ہمراہ ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے صحابہ نے عرض کی یا ابوالحسنؑ آپ اپنے بیٹوں کے لئے نذر مانیں تو بہتر ہو پس جناب علی مرتضیٰ اور جناب سیّدہ اور حضرت فضہؓ نے ان کی تندرستی کے لئے تین روزے رکھنے کے لئے نذر مانی جب ان دونو صاحبزادوں نے شفا پائی سب نے ملکر نذر کے روزے رکھے اہلبیت کے پاس اس وقت کچھ بھی نہیں تھا جناب علی مرتضیٰ نے شمعون یہودی خیبری سے تین صاع جو قرض لئے اس میں ایک صاع جو جناب سیّدہ نے پیسے اور اپنے لوگوں کی تعداد کے مُطابق ان کی پانچ روٹیاں پکائیں جب افطار صوم کے لئے یہ لوگ بیٹھے ایک سائل نے دروازے سے صدا دی السلام علیکم یا اہلبیت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مسلمان مسکینوں میں سے ایک مسکین ہوں مجھے کچھ کھلاؤ خدا تمہیں جنت کے میوے کھلائے گا سب نے اپنا کھانا اسے دیدیا اور پانی سے افطار فرما کر ان میں ہر شخص سو رہا اور پھر دن بھر روزہ رکھا جب رات ہوئی اور افطار کیلئے کھانا پکایا گیا ایک سائل نے آکر آواز دی کہ میں یتیم ہوں سب نے اپنا کھانا اس کو اُٹھا دیا اور پانی سے افطار فرما کر سو رہے اسیطرح تیسرے روز کا افطار ایک قیدی کو بخش دیا صبح کو جناب امیرالمومنین علیہ السلام حضرات حسنین علیہم السلام کا ہاتھ پکڑ کر جناب رسالتمآبؐ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ دونوں صاحبزادے مرغ کے چوزوں کی طرح سے شدت بھوک سے کانپ رہے تھے آنحضرتؐ نے ان کو دیکھکر ارشاد فرمایا کہ ان کی کیا حالت ہے جس سے مجھے رنج پیدا ہو رہا ہے پھر آپ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کے گھر تشریف لے گئے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کو دیکھا کہ محراب عبادت میں استادہ ہیں دیکھا کہ ان کا پیٹ پیٹھ سے لگا ہوا ہے اور آنکھوں میں ضعف کی وجہ سے گڑھے پڑ گئے ہیں یہ دیکھکر آنحضرتؐ کو سخت ملال ہوا جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہنے لگے یا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لیجئے آپ کو مبارک ہو خدا سبحانہ آپ کو آپ کے اہلبیت کی نسبت دیتا ہے اور یہ آیہ کریمہ تلاوت فرمایا کہ یہ خاصان خدا کھلاتے ہیں کھانا خدا کی محبت پر فقیروں یتیموں اور قیدیوں کو۔

امام واحدی نے بھی اس واقعہ کو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے اسناد سے لکھا ہے ان کی اصلی عبارت یہ ہے۔

عن ابن عباس قال اجر علی نفسه لیقی غذاء بشعیر لیلة حتی اصبح فلما قبض الشعیر طحن منه فجعلوا منها شیئا لیاکلوا یقال له الخزیرة رقیق بلادهن فلما تم انضاجه اتا مسکین فسال فاطعموه ایاه ثم صنعوا الثلث الباقی فلما تم انضاجه اتا یتیم فسال فاطعموه ایاه ثم صنعوا الثلث الباقی فلما تم انضاجه اتا اسیر المشرکین فاطعموه ایاه فنزلت هذه الایة هذا قول الحسن وقتادة وقال سعید بن جبیر مجوس من اهل القبله

ابن عباس سے مروی ہے کہ جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام نے ایک دفعہ رات بھر اپنی قوت کی تحصیل کے لئے محنت کی جب صبح ہوئی تو ان کو اُجرت میں جو دستیاب ہوئے آپ نے اس کو لیکر پیسا اور اس کے ایک تہائی کا پتلا سا حریرہ بغیر گھی کے پکوایا جب پک چکا تو ایک مسکین نے آکر سوال کیا آپ نے وہ کھانا اسکو دیدیا پھر دوسرے ہی

تہائی پکوائی جب وہ تیار ہوگئی تو ایک یتیم نے سوال کیا آپ نے وہ کھانا اس کو کھلا دیا پھر تیسری تہائی پکوائی اس کے پختہ ہونے پر مشرکوں کے ایک قیدی نے سوال کیا آپ نے وہ بھی سارا اس کو بخش دیا پس یہ آیہ وافی ہدایہ نازل ہوا یہ قول حسن اور قتادہ کا ہے سعید ابن جبیر فرماتے ہیں کہ وہ قیدی اہل قبلہ میں سے تھا۔ حقیقت میں یہ واقعہ اہلبیت علیہم السلام کے محاسن اخلاق اور مکارم اشفاق کا مفصل دفتر ہے جن سے آپکے مخصوص اوصاف ومحامد کا پورا ثبوت ملتا ہے اہلبیت میں صرف اُنہیں لوگوں نے نذر کے روزے مانے تھے جو باعتبار اپنے سن کے تکالیف شرعیہ کی برداشت کرنے کی قابلیت اور صلاحیت حاصل کر چکے تھے مگر غور کرو ان کے محاسن اعمال اور مکارم افعال کی پوری تقلید اُن کے خورد سال بچوں نے بھی کی جن میں کسی کی عمر چھ برس کی تھی اور کسی کی چار سال کی جن میں طفولیت کے باعث ابھی گفتار ورفتار کی پوری طاقت نہیں آئی تھی نہ اُن پر واجبات لازمی تھے اور نہ احکام فرائض میں سے کوئی فرض نافذ پھر دیکھو تو تقلید اور متابعت بھی تو کیسی کہ صرف ایک دن نہیں دو دو اور تین تین ان کی ہمت پر آفرین کرکے ان کے بزرگوں کے استقامت اور استقلال پر غور کرو کہ ان کے دیدہ ہائے حق بین نے اپنے بچوں کے مصائب ایسے شدید مشاہدہ فرمائے کہ انکے پھول سے رخسار نقاہت اور ضعف کی وجہ سے زرد ہوگئے تھے آنکھوں میں حلقے پڑ گئے تھے پیٹ اور پیٹھ ایک ہوگیا تھا رفتار کی طاقت تو کجا گفتار کی قوت بھی نہیں رہی تھی اُٹھنے بیٹھنے میں تیورانے لگے یہ سب ہوتا تھا گیا مگر ان بچوں کو کبھی اپنے محاسن کی تعمیل اور اُن سعادتوں کی تحصیل سے روکنا تو کہاں ان سے کبھی تنا کبھی نہ کہا کہ اچھا کل سے تم روزہ نہ رکھنا اب ان سے قطع نظر کرکے ان بچوں کی ہمت و استقلال پر نگاہ کرو تو معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے شبانہ روز کی غیر متحمل ریاضتوں میں اپنے مقدس اور مطہر والدین کی تقلید اطاعت اور پیروی سے ایک دم کے لئے بھی ہمت نہ ہاری اور خدائے تبارک وتعالٰے کے تقرب اس کی رضا تسلیم اور خوشنودی حاصل کرنے کے تمام دشوار گذار مرحلوں کو باوجود کمسن غیر مکلف اور معصوم ہونے کے بھی کس کشادہ پیشانی خندہ روئی اور اطمینان اور سہولت کے ساتھ تین شبانہ روز تک برابر ادا فرمایا نہ کبھی بھوک کی شکایت کی نہ پیاس کا گلا نہ کسی وقت نقاہت کا عذر ہوا اور نہ کسی دم ضعف کا شکوہ اپنی کمسنی طفولیت کے تمام خیالوں سے درگذر کرکے اپنے پروردگار عالم کے ادائے اطاعت میں سر بسجود اور اپنے والدین کی تعمیل اطاعت میں موجود رہے۔

ان واقعات کو دیکھکر ہم بخوبی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ان ذوات مقدس کو طاعت اور عبادت الٰہی کے مشاغل میں ہر دم ہر لحظہ محو رہنا کس درجہ تک پسند تھا اور ان کے ساتھ انکے گھر کے غیر مکلف اور کمسن بچے تک بھی ان کی تقلید اور ان کی تاسی میں ان حسنات کی تحصیل و تعمیل کیلئے کتنی مستعدی اور کتنے استقلال سے کام لے رہے تھے اور یہ ایسے محاسن تھے جو پروردگار عالم کی طرف سے ان ذوات مطہرہ کی مقدس فطرت کے ساتھ مخصوص ودیعت فرمائے گئے تھے اور یہ انہیں کو اپنے برحق نبی کے بعد اپنے اسرار اور علوم کی امانت اور اپنے دین حقہ کی حفاظت اور عامۃ الخلائق کے تمام ہدایت

کے لئے منتخب کر لیا تھا ان کے مقدس بزرگواروں نے اپنے غیر مکلف اور خورد سال بچوں کو ایسی شدید حالتوں میں مبتلا دیکھکر اسی سبب سے خاصکر منع نہیں فرمایا کہ وہ قربت طاعت اور عبادت خدا کی تعمیل میں خاصکر ان محاسن اور محامد کی تحصیل میں انکی ہمتوں کو وسیع کریں ان کے حوصلوں کو بڑہائیں اور اپنی مثال دکھلا دکھلا کر انکو اس کے ارکان اس کے اصول اس کے احکام اور اُس کے آداب بتائیں اور اس کے تمام طریقے سکھلائیں کہ وہ اپنے شعور اور پوری تمیز کے زمانے میں خدا کی عام مخلوق کو اپنی امامت اور ہدایت کے فرائض کی اداکاریوں میں خدا کی عبادت اور طاعت کے تمامی مرعدایات صرف اپنی مثال اور اپنی عادات و اخلاق سے تعلیم فرمائیں دیکھو صرف روزہ کا فرض اداکر کے اہلبیت علیہم السلام نے کیسے محاسن کی تعلیم و ہدایت کے دروازے کھول دیئے ہیں بلکہ اس کے ساتھ ہی توکل تسلیم رضا جود و سخا اور زہد و اتقا قریب قریب تمام اخلاقی اور روحانی محاسن بتلا دیئے ہیں بچے بھی اہلبیت کے بچے ہیں جنپر ہمیشہ خدا کی مخصوص رحمت کی چادر اور رسُول کی خاص شفقت کا دامن سایہ کئے رہتا تھا خدائے تبارک و تعالےٰ نے انکو اس گھر کی زینت رونق اور آبادی کا باعث بنایا ہے جس گھر میں اُس نے اپنا قرآن اور اپنی شریعت آخری کے سامان فرمان اُتارے ہیں یہ اسی کاشانہ کے چشم و چراغ ہیں جس میں وحی الٰہی کے احکام خدائے سبحانہ تعالےٰ کا مقدس امین اور رازدار جبرئیل علیہ السلام بارگاہ ایزدی سے دربار نبوی تک پہنچایا گیا جس گھر سے دُنیا کے تمام حصوں میں ہدایت اور رشادت کے احکام پہنچے ہوں اور جس گھر سے شریعت کے اصول قائم ہوئے ہوں اور جس گھر سے تمام اخلاقی اور روحانی تعلیم جاری ہوئی ہو پھر اس گھر کی تعلیم کیسی ہوگی اور خاصکر ایسے گھر کے بچوں کی تربیت تہذیب شائستگی کے کیسے خوشنما اسلوب ہوں گے جناب علیٔ مرتضیٰ علیہ السلام سا باپ اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا سی ماں پھر ان دونوں حضرات پر جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا مہربان اور شفیق محافظ نور علے نور پھر جس گھر میں ایسے عدیم المثال اور نایاب جوہروں کا مجموعہ موجود ہو اور جس خیر و برکت کے چمن میں اتنے خوشنما پھولوں کا گلدستہ طیار ہو پھر اس کے سعادتمند نونہالوں اور ہونہار غنچوں سے اپنے مقاصد کی شگفتگی اور کامیابی کی کیوں اُمید نہ رکھے ۔

تعلیم کا زمانہ

الحمد للہ ہمارے صاحب کتاب علیہ من اللہ سلام و صلوات الیٰ یوم الحساب کو اس کی مطلق ضرورت نہیں کہ وہ ظاہری طور پر عام بچوں کی طرح علمی تحصیل کے لئے مجبور سمجھے جائیں یہ تو ظاہر ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام اس گھر کے چشم و چراغ اور اس گلشن اقبال کے سعادتمند نونہال تھے جو دُنیا میں اپنی عظمت اور قدر و منزلت کے اعتبار سے مدینۃ العلم دار النبوۃ معدن الحکمت اور بیت الشرف کے مختلف القاب سے آج تک یاد کیا جاتا ہے ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ ان کی تعلیم و تربیت جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نانا جناب

علیؑ مرتضےٰ سے باپ اور جناب سیدہؑ سی ماں کے متعلق رہی ایسے گراں قدر اور عظیم الشان والدین کے دامن تربیت میں رہکر جن خوش قسمت اور ذی سعادت بچوں نے اپنی تعلیم پانے کا اور اپنی تحصیل کو تکمیل تک پہنچانے کا شرف پایا ہو ان کے جوہر ذاتی اور قابلیت و جامعیت کا کیا پوچھنا پھر خدا کے فضل سے وہ خوش قسمت بچے بھی کیسے اور کون جن کے عادات و اطوار کو دنیا کی معمولی طبیعتوں سے کوئی واسطہ نہیں دنیا کے عام بچوں کے خلاف انکے قلوب روشن ان کے دل نورانی ان کے نفوس پاکیزہ ان کی زبان صادق ان کے ذہن سالم ان کی عقول کامل ان کے شعور درست ان کی طبیعتیں حاضر ان کی نظریں غائر ان کے اطوار آراستہ اور ان کی عادات شائستہ اور ان کے اخلاق وسیع تھے اور یہ تمام یکتا اور بے نظیر صفات مخصوص اہلبیت علیہم السلام کی مقدس سیرت اور مبارک فطرت تک محدود تھے جو ان سے پہلے سوائے انبیا علیہم السلام کے کسی اور دنیا وی قوم و قبیلہ کے حصہ نہ ٹھہرے۔

جناب امام حسن علیہ السلام کا سن اگرچہ آنحضرت کی وفات کے وقت آٹھ برس سے زیادہ کا ثابت نہیں ہوتا مگر با ایں ہمہ آئمہ حدیث نے بہت سی حدیثوں کے اسناد کو ان سے لیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ طفولیت کے زمانے میں آپ کے قوائے ذہنی عموماً بوڑھے اور جوان کے برابر تھے جناب رسالتماب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد امام حسن علیہ السلام سے آپ کے حلیہ کی نسبت سوال کیا گیا تو آپ نے عموماً سر مبارک سے پائے اقدس تک کی سچی تصویر اپنے الفاظ میں بیان فرما دی جو آجتک اسلامی کتابوں میں مندرج پائی جاتی ہے اور شمائل نبوی کے لکھنے والے اسے آجتک خصوصیت کے ساتھ مستفیض و مستفاد پائے جاتے ہیں۔

دیکھو ینابیع المودۃ شیخ الاسلام السلیمان الحنفی القندوزی

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ان حضرات کی تعلیم اس عالم علم الاولین والاخرین کی قابلیت و جامعیت سے وابستہ ہوئی جو تمام اُمت اسلامیہ میں انا مدینۃ العلم و علی بابہا کا مفہوم سمجھا جاتا تھا اور اقضےٰ کم علیٌ جس کی ذاتی لیاقتوں کے جوہروں میں سے ایک چمکتا ہوا جوہر تھا ظاہری طور پر ان حضرات کی تعلیم اس طرح جس طرح دُنیا کے معمولی بچے تعلیم پاتے ہیں نہیں معلوم ہو سکتی اور چونکہ ان خاصان خدا نے اپنی عین سعادتمندی اور خوش قسمتی سے علم لدنی میں مخصوص حصہ لیا تھا اس لئے ان کی تعلیم و تدریس کے معمولی حالات پر بالکل پردہ ہے اس لئے ہم کو اسلام کی ان تمام کتابوں میں جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہیں کہیں ان واقعات کا نشان نہیں معلوم ہوتا کہ حضرات حسنین علیہم السلام نے کس سے اخذ علم کیا اور کون شخص آپ حضرات کی تعلیم و تدریس کی خدمات پر مامور تھا اس سے یہ امر قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرات کو معمولی تعلیم و تدریس کی مُطلق ضرورت نہیں تھی اور جس مخصوص تعلیم کی ضرورت تھی وہ انسانی قوائے فہم و ادراک سے باہر تھی اور وہ بالکل تائید ایزدی اور مشیت سبحانی سے متعلق تھی اور یہ تعلیم و تلقین علم لدنی کی وہ جزو اعظم ہے اور اسرار و حکم جن خاصان خدا اور مقربان رب الاعلےٰ کے مقدس طبقے میں سینہ بسینہ چلے آتے ہیں جو اس کو نہیں سیکھ سکتا مگر وہی جو خدا کا خاصہ اور مقرب ہو اور جس کو نہیں سکھا سکتا یا بتا سکتا مگر وہی جو برگزیدۂ خدا یا اس کی بارگاہ عالی کا مقرب ہو

اس وجہ سے ان حضرات کی تعلیم کے واقعات تلاش کرنے میں ہم کو کوئی واقعہ جیسا ہم نے اوپر اعتراف کیا ہے
سوائے اس ایک واقعہ کے جس کو ہم عنقریب ذیل میں لکھیں گے نہیں ملا یہ واقعہ بھی اگرچہ ان کی تعلیم سے متعلق ہے
مگر تحقیق کی نظر سے دیکھا جائے تو ان حضرات کی قدر و منزلت اور عظمت و جلالت کو اور خدا و رسول کی ان رحمت و
نعمت و شفقت کو جو ان کی ذات ستودہ آیات پر ہمیشہ مبذول رہتی ہیں نہایت وضاحت سے ظاہر کرتا ہے اور
اسی ایک واقعہ سے اس امر کا پورا پورا نشان معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کی تعلیم و تدریس کے تمامی تعلقات مخصوص
خدا و رسول صلے اللہ علیہ وآلہ سے تعلق رکھتے تھے؛

یہ واقعہ تمام اسلامی کتابوں میں مطور سے مندرج ہے اور مستند بین الفریقین ہے چنانچہ ہم اسکو علامہ سید
علی ہمدانی الشافعی کی اصلی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں و ہو ہذا

عن ابن عباس قال ان الحسن والحسین علیہما السلام کانا کتبنا فقال الحسین خطی احسن من خطک
فقال لا فقال فاطمة علیہا السلام احکمی بیننا من احسن منا خطا فکرہت فاطمة علیہا السلام ان تؤذی
احدہما بتفضیل احدہما علی الاخر فقالت منہما سئلا اباکما علیا فسئلاہ عن ذالک فقال
علی علیہ السلام سئلا جدکما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فسئلاہ فقال لا احکم بینہما حتی
اسئل جبرئیل فلما جاء جبرئیل وقال لا احکم بینہما ولکن یحکم بینہما میکائیل فقال لا احکم
بینہما ولا یحکم بینہما اسرافیل فقال لا احکم بینہما حتی اسئل اللہ تعالی ان یحکم بینہما فقال اللہ
تعالی لا احکم بینہما ولاکن امہما یحکم بینہما فقالت فاطمة احکم بینہما فکانت لہا قلادة من
الجواہر فقالت لہما انشر جواہر ہذہ القلادة فمن اخذ منہما اکثر فخطہ احسن فنشرتہا وکان
جبرئیل واقفا عند قائمة العرش فامرہ اللہ تعالی اہبط الی الارض وانصف الجواہر بینہما حتی لا
یتاذی احدہما ففعل ذالک احتراما وتعظیما لہما علیہما السلام

جناب ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک دفعہ جناب حسنین علیہما السلام نے مشق کے طور پر کچھ لکھا تھا امام حسینؑ نے
امام حسن علیہ السلام سے فرمایا کہ میرا خط تم سے اچھا ہے اور وہ فرماتے تھے کہ میرا خط تم سے اچھا ہے آخر اپنی مادر
گرامی جناب سیدہ سے عرض کی کہ تم ہمارا فیصلہ کر دو کہ ہم میں سے کس کا خط اچھا ہے حضرت فاطمہؑ نے اس خیال
سے کہا کہ اگر میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتی ہوں تو ان میں سے ایک کو ضرور رنج ہوگا فیصلہ کرنا پسند نہیں فرمایا
اور دونوں صاحبزادوں سے ارشاد فرمایا کہ اپنے والد ماجد جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ التحیۃ والثنا سے
دریافت کرو تب انہوں نے حضرت علیؑ سے پوچھا حضرت نے جواب دیا کہ اے فرزندو اپنے نانا رسول مقبول صلے
اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھو انہوں نے آنحضرت سے دریافت کیا آنحضرت نے فرمایا میں حکم نہیں کر سکتا جبتک
کہ جبرئیلؑ سے نہ پوچھ لوں جب جبرئیل حاضر ہوئے تو عرض کی کہ میں آپ کے درمیان حکم نہیں کر سکتا جبتک کہ
میکائیلؑ آپکے درمیان حکم نہ کریں گے میکائیلؑ نے کہا کہ میں ان کے درمیان حکم نہیں کر سکتا بلکہ اسرافیلؑ حکم کریں گے

اسرافیل نے عرض کی کہ میں حکم نہیں کر سکتا بلکہ حضرت حق سبحانہ تعالےٰ سے درخواست کرونگا کہ وہ اس کا فیصلہ فرما دے آخرکار اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں ان کے درمیان حکم نہیں کر سکتا یہاں کی ماں فاطمہ سلام اللہ علیہا ان کے درمیان حکم فرمائینگی۔

الغرض جناب سیدۃ العالمین حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ میں ان کے درمیان فیصلہ کرتی ہوں معصومہ کے پاس موتیوں کا ایک ہار تھا دونو صاحبزادوں کو مخاطب فرما کے ارشاد کیا کہ میں اس ہار کو توڑ کر اس کو موتیوں کو زمین پر پھینکے دیتی ہوں تم میں سے جو کوئی زیادہ موتی چنے گا اسیکے خط کو میں اچھا سمجھونگی یہ فرما کر وہ موتی پھینک دیئے اس وقت جناب جبرئیل علیہ السلام عرش الہٰی کے نزدیک موجود تھے خدائے سبحانہ تعالےٰ نے حکم فرمایا کہ زمین پر اترو اور موتیوں کو ان دونو صاحبزادوں میں آدھوں آدھ تقسیم کردو کہ کوئی ان میں سے رنجیدہ خاطر نہ ہو جناب جبرئیل نے ان دونوں حضرات کی عظمت و حرمت کے سبب موتی کے دانوں کو نصف نصف تقسیم کردیا۔

ہم نے یہ عبارت علامہ سید علی ہمدانی کی اصلی کتاب المودت فی القربےٰ کی مودت چہاردہم (رابعہ عشر) سے نقل کی ہے جن کے فضائل و مناقب تمام اسلامی کتابوں میں مندرج ہیں ملّا عبدالرحمن جامی نے نفحات الانس میں انکے فضائل اور ان کے علوم ظاہری و باطنی کی جامعیت کی تفصیل و تشریح کو خصوصیت کے ساتھ لکھا ہے ومن شاء فلیرجع الیہ علمائے اہلبیت نے بھی مختلف عبارتوں میں اس واقعہ کو لکھا ہے چنانچہ فریقین کے مفہوم ایک ہیں اس لئے ہم تکرار کو بے جا اور نازیبا خیال کرکے قلم انداز کرتے ہیں۔

جناب حسنین علیہم السلام اپنے ذاتی منصب کے اعتبار سے اسیوقت سے بندگان خدا کی ہدایت کی طرف مامور تھے چنانچہ ذیل کا واقعہ ہم ملّا مجلسی علیہ الرحمہ کی دو کتابوں یعنی حیات القلوب اور جلاء العیون کے ترجمے سے لکھتے ہیں جس کو جناب مرحوم نے ان حضرات کے بچپن کے حالات میں خصوصیت کے ساتھ مندرج فرمایا ہے۔

ایک دفعہ حضرات حسنین علیہما السلام اپنی طفولیت کے زمانے میں مدینہ کی آبادی سے باہر تشریف لے گئے تو ایک مرد اعرابی کو وضو کرتے ہوئے دیکھا جس کے ارکان صحیح نہ تھے اور باعتبار ترتیب کے اس میں نقص حائل اور وضو باطل تھا ان دونوں صاحبزادوں نے اس کو وضو کی ترکیب سے جاہل سمجھکر اسکو متنبہ کرنا چاہا مگر اس خیال کے ساتھ اس کے یکایک ٹوک دینے کو اس کی دلشکنی کا باعث اور اپنی کج خلقی کا اظہار سمجھکر سوچنے لگے کہ کوئی ایسی تدبیر ہونی چاہیئے کہ مرد اعرابی کی ہدایت بھی ہو جائے اور اسکو ہماری طرف سے کوئی شکایت بھی نہو یہ سوچکر ان حضرات نے اس مرد اعرابی سے جس نے وضو تو کر لیا تھا مگر نماز کا تحریمہ ہنوز نہیں باندھا تھا فرمایا کہ بھائی ہمارا پہلے تصفیہ کرو تو نماز پڑھو ہم دونوں آدمیوں میں وضو کے مسئلہ پر تنازع ہے اس لئے ہم دونوں نے اس امر پر باخود ہا اقرار کر لیا ہے کہ تم بوجہ کبر السنی کے وضو کی ترکیب کو ہم سے اچھا جانتے ہوگے ہم دونوں وضو کرتے ہیں ہم میں سے جس کے ارکان صحیح اور اپنی ترکیب کے ساتھ درست ہوں تم اسکو بتلا دو یہ کہکر دونوں حضرات چشمہ کے کنارے بیٹھ گئے اور وضو کرنے میں مصروف ہوئے اور

اس کے صحیح طور سے تمامی ارکان بجالانے لگے وہ مرد بے چارہ جو خود جاہل مسئلہ تھا مگر حکم ہونے کی موجودہ حیثیت
سے ان دونوں حضرات کے وضو کو نہایت غور اور تامل کی گہری نگاہوں سے دیکھنے لگا چونکہ اس کے ارکان
اور ترکیب آپ ہی ناقص اور اُلٹے پلٹے تھے ان کے وضو کی عملی ترکیبوں کو دیکھکر وہ سوائے اس کے کہ اپنے
وضو کے ناقص اور باطل ہونے کا خود اعتراف کرے اور کچھ نہ کر سکا جب حضرات حسنین علیہما السلام اس سے
فیصلہ کے خواہاں ہوئے تو اس پیرمرد نے صاف صاف لفظوں میں اقرار کر لیا کہ آپ دونوں حضرات کی وضو
کی ترکیبیں میری دانست میں میرے ارکان وضو اور میری ترکیبوں سے بدرجہا صحیح درست اور بہتر ہیں اور
آپ دونوں صاحبوں کی ترکیبوں میں سرِ مُو فرق نہیں ہے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ میں آج تک خود غلط
وضو کیا کرتا تھا اب آپ کے وضو کرنے کے طریقہ کو دیکھکر مجھکو ہدایت ہوئی اور میں اپنی غفلت پر اسوقت
سے متنبہ ہوا اس کا ایسا معذرت آمیز جواب سُنکر جناب حسنین علیہما السلام نے فرمایا کہ اصل ہم دونوں کی
غرض بھی صرف تیری ہدایت اور تیری غلطی کی تصحیح ہی تھی اور کچھ نہیں۔

اب اُس پیرمرد نے دو ایسے صغیر السن صاحبزادوں میں اتنی صلاحیت اور محاسن کے اوصاف پاکر عرض کی
کہ آپ حضرات اپنے حسب و نسب نام و نشان سے مطلع فرمائیں یہ سُنکر دونوں حضرات نے کہا کہ ہماری معرفت
کے لئے اتنی واقفیت کافی ہے کہ ہم دونوں آدمی جناب سید المرسلین ختم النبیین صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے
نواسے ہیں اور ان کی اہلبیت میں داخل ہیں۔

اس واقعہ سے یہ امر پوری صداقت تک پہنچ گیا کہ ان حضرات علیہما السلام کو اپنے ذاتی منصب کے لحاظ سے
بچپن ہی کے ابتدائی زمانہ سے اُمور ہدایت اور تعلیم شریعت کی طرف کس قدر توجہ اور مستعدی منظور تھی
اور اس کے ارکان کو کس رغبت اور کس اہتمام سے ادا فرماتے تھے اور اس شخص کی جس کی نسبت ہدایت کیطرف
توجہ منظور ہوتی تھی اپنے اخلاق و اشفاق کی رعایت سے موعظت و نصیحت کے ساتھ کتنی دلجوئی اور خاطرداری
کے اصول برتنے جانتے تھے جو ہدایت اور اخلاق دونوں کی خوبیوں کو قائم رکھے اور مخاطب کو بھی سوء طبعی خشونت
اور کج خلقی کے اعتراض اور شکایت کا مطلق موقعہ نہ دے سکے۔

یہاں تک میں نے خاصکر وہ واقعات لکھے تھے جو جناب امام حسن علیہ السلام کی تحصیل علمی کے متعلق آپ کی
طفولیت کے حالات سے علاقہ رکھتے تھے اگرچہ اور ایسے ابھی کثرت سے واقعات ہمارے پیش نظر ہیں جنکو
ہم آسانی سے لکھ سکتے تھے مگر چونکہ ہم کو اپنے سلسلۂ بیان میں اپنی تالیف کے دوسرے ضروری مضامین کو
اس سے زیادہ وسعت کے ساتھ لکھنا منظور ہے اس لئے انکی تطویل کو ان کی تفصیل کے مقابل میں غیرضروری
سمجھکر نظر انداز کرتے ہیں اور اپنے سلسلۂ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں۔

وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وقت سے تیسری خلافت کے زمانہ تک جناب امام حسنؑ کے
مشاغل وہی تھے جو جناب امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کے جن کی تفصیل صرف تحصیل علمی

تجمیع قرآن اور ترتیب حدیث اور دیگر روحانی تعلیمات کی تحصیل پر ختم ہوتی ہے وفات رسول اللہ سے جناب امیر علیہ السلام کی ظاہری خلافت تک ان کا زمانہ ایسے سکوت اور خاموشی کے عالم میں گذرا ہے جس میں سوائے ان مشاغل کے اور کسی دوسرے امور کا مشکل سے سراغ لگ سکتا ہے جناب امیر علیہ السلام کو جیسا ہم اس سلسلہ کے جلد اول میں بیان کر آئے ہیں عبادت و ریاضت کے بعد اگر کوئی دوسرے فرائض روزانہ ادا کرتے ہوتے تھے وہ بھی قرآن کی تجمیع احادیث کی ترتیب اور جناب حسنین علیہم السلام کی تعلیم ایسی ہی ان حضرات کو بھی اپنے فرائض خدا کی ادا کاریوں کے بعد کوئی مشاغل رہتے تھے تو یہی۔

خلافت ثانیہ میں محاصرہ روم کی نسبت امام حسن علیہ السلام کی شرکت بعض تاریخوں میں پائی جاتی ہے یہ ایسا تنہا واقعہ ہے جو چیدہ چیدہ تاریخوں میں لکھا ہے اور تمام تاریخوں کا اس پر اتفاق ثابت نہیں اس لئے یہ واقعہ صرف روایت ہونے کی حیثیت رکھتا ہے مگر درایت مشہور اور تواتر کا اعتبار نہیں رکھتا۔ علمائے اہلبیت علیہم السلام نے تو کہیں بھی اس کا ذکر نہیں کیا اس لئے ہم ایسے تنہا واقعات کے لکھنے سے ضرور احتیاط کرتے ہیں سوائے اس ایک واقعہ کے کوئی دوسرا واقعہ ہم کو تاریخوں میں نہیں معلوم ہوتا جس سے خلافت کے کاروبار میں امام حسنؑ کی شرکت ثابت ہوتی ہو۔

ایسے ہی خلافت ثالثہ میں محاصرہ فارس میں بھی ان کی شرکت بتلائی جاتی ہے مگر اس کی بھی حالت ویسی ہی ہے جیسی اوپر کے واقعہ کی خلیفہ ثالث کے محاصرہ میں حضرت امام حسن علیہ السلام کی تائید کا واقعہ تمام تاریخوں میں درج پایا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کے حکم سے آپ خلیفہ کی اعانت کے لئے بھیجے گئے تھے اس واقعہ کو ہم جناب امیر المومنین علیہ السلام کے محاسن اخلاق کریم النفسی اور رفق ومدارا کا مقتضی اور ان کی امانت وشفقت کا پورا معیار سمجھتے ہیں خلیفہ محصور کی اعانت فرمانے سے آپ کے اخلاق ہی کا ثبوت نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ ہی ان کی شورش اور پر آشوبی کے زمانے میں اس واقعہ کے متعلق جناب امیر علیہ السلام کی پوری بے لوثی صفائی اور سازش کے غلط شبہوں کو نہایت آسانی سے رفع کرتا ہے چنانچہ اس کا فیصلہ ہم سے پہلے روضۃ الصفا کے ذی اقتدار مولف کر چکے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کا بھیجا جناب امیرؑ کے خلوص پر مبنی تھا اور طلحہ نے جو اپنے بیٹے کو بھیجا تھا وہ اپنے آپ کو سازش باغیان کے الزام سے بچانے اور دشمنی کو دوستی کی آڑ میں دکھانے کی غرض سے تھا۔

بہر حال جو کچھ اس واقعہ کے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ جناب امام حسن امیر المومنین علیہ السلام کی ہدایت کے مطابق خلیفہ ثالث کی تائید میں محاصرہ کی عین شدت اور ان کی سخت مصیبت کے وقت میں موجود تھے بعض تاریخوں کا بیان ہے کہ اسی اعانت اور حفاظت کے اظہار میں حضرت امام حسن علیہ السلام کے جسم مبارک پر کچھ تھوڑے سے خفیف زخم بھی پہنچے تھے جس کی وجہ باغیوں کی ممانعت اور مدافعت

کے سوا کچھ اور نہیں قائم کی جا سکتی ملاحظہ ہو تاریخ المختصر تاریخ ابوالفدا ذکر خلافت ثالثہ
بہرحال یہی دو ایک واقعات تھے جو خلافت ثانیہ سے لے کر ثالثہ تک امام حسن علیہ السلام کے متعلق تھے ہرچند کہ ان
واقعات کو ہمارے تالیفی مقاصد سے کوئی ایسی مناسبت نہیں تھی مگر ہم نے صرف خلافت کے ترتیبی سلسلہ کے
التزام قائم رکھنے کے باعث ان واقعات کو بھی اپنے سلسلۂ بیان میں جگہ دیدی۔
جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی تخت نشینی کے وقت جناب امام حسن علیہ السلام کا سن مبارک بتیس یا تینتیس
برس کا ثابت ہوتا ہے مگر تاہم خلافت کے پولٹیکل امور میں آپ کی کوئی مداخلت ثابت نہیں ہوتی جنگ جمل اور
صفین میں انکی شرکت تو ضرور تھی بلکہ جمل کے واقعات میں کوفہ اور اہل کوفہ کی متابعت کے انتظام آپ ہی کی
متعلق پائے جاتے ہیں اس کی کیفیت یہ ہے۔
کوفہ کے باشندے ابوموسیٰ اشعری کی تحریک و اغوا کی وجہ سے جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے امر بیعت میں رکے
ہوئے تھے ابتدائے جنگ جمل میں خلافت کی طرف سے ایکبار نہیں کئی بار ان کی طلبی کی گئی تھی مگر انہوں نے ان
تمام کوششوں پر لحاظ نہیں کیا آخرکار دربار خلافت سے حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت عمار یاسرؓ کے
بھیجنے کی تجویز منظور ہوئی اور یہ دونو حضرات بصرہ سے کوفہ میں تشریف لائے اور وہاں کے لوگوں کو خلافت کا
مطیع و منقاد بنا کر ان کو امیرالمومنین علیہ السلام کی اعانت پر پورے طور سے آمادہ فرمایا چنانچہ ہم یہ واقعہ
صحیح بخاری کی اصل عبارت سے ذیل میں مندرج کرتے ہیں۔ وھو ہذا
لما سار طلحہ و زبیر و عائشۃ الی البصرۃ بعث علی علیہ السلام عمارؓ و حسنؑ فقدما علینا الکوفۃ
فصعدا المنبر وکان الحسنؑ فوق المنبر و اعلاہ و قام عمار اسفل من الحسنؑ فاجتمعنا الیہ فسمعت
عمارا ان یقول ان عائشۃ قد سارت الی البصرۃ واللہ انہا الزوجۃ نبیکما فی الدنیا
والاخرۃ ولکن اللہ ابتلاکم لیعلم ایاہ تطیعون۔
جب طلحہ زبیر اور عائشہ بصرہ کو روانہ ہوئیں تو جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے حضرت امام حسنؑ اور حضرت عمار
یاسرؓ کو کوفہ میں بھیجا یہ دونوں حضرات کوفہ میں تشریف لائے اور منبر پر تشریف لے گئے امام حسن علیہ السلام منبر
کے بالائی حصہ پر اور حضرت عمار یاسرؓ منبر کے پائیں حصہ پر تشریف رکھتے تھے حضرت عمارؓ نے فرمایا کہ عائشہ بصرہ
میں آئی ہیں اور دنیا و آخرت میں تمہارے پیغمبرؐ کی بی بی ہیں مگر خدائے سبحانہ تعالیٰ کو تمہاری آزمائش منظور
ہے تاکہ معلوم ہو تم ان دونوں میں سے کس کی اطاعت کرتے ہو۔
علامہ طبری نے اس واقعہ کے متعلق یہ عبارت تحریر فرمائی ہے کہ امام حسن علیہ السلام اہل کوفہ را جمع نمودہ ایں
چنیں خطبہ فرمود کہ ایہا الناس علی ابن ابی طالب علیہ السلام امام شماست و در میان مردمان فتنہ انگیز اندو
خلافت را نخواہند و سخن گرد آمدہ رامی پراگندہ و ایں معنی کہ اندر گردن ایشاں آمدہ نقص کنند و از خدائے
عزوجل علیمی بشنوید و امام شما رامی خواند بیعت او در گردن شما است اعانت کنید و امیرالمومنین علیہ السلام

رابجوئید و بصرت وتاخیر مکنید و یک دیگر را گیرید که ہر کس بگناہ خویش می آویزد پس اعانت کردند وگفتند سمعنا واطعنا فرماں برداریم و پیش امیر المومنین علیہ السلام بردیم و تن وجان پیش امیر المومنین مے نمائیم و فدا کنیم (طبری جلد چہارم ص ۵۶۰)

اس کے بعد جب اسرائے جنگ جمل کی فہرست امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی گئی تو مروان الحکم کی رہائی کے لئے اہل اسلام میں سے کوئی ساعی نہ نکلا تو حضرت امام حسن علیہ السلام نے ان کی سفارش و ضمانت فرما کر ان کی رہائی دلوائی بعد مرور ایام امام حسن علیہ السلام کے ان محاسن اخلاق کے معاوضہ میں مروان نے جو کچھ کیا وہ امام حسن علیہ السلام کی عالی ظرفی تھی اور وہ مروان الحکم کی خباثت فطری کا تقاضا ہے اور کچھ نہیں جیسا عنقریب معلوم ہوگا۔

جنگ جمل کی تمام ضروریات سے فارغ ہو کر جناب امیر المومنین علیہ السلام نے سب سے پہلے حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کو عائشہ کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ تمہارا ادہر اُدہر زیادہ رہنا نہایت نازیبا معلوم ہوتا ہے اس لئے تمہیں مدینہ میں واپس جانا مناسب ہے حسب الحکم عبد اللہ ابن عباسؓ ام المومنین کے پاس گئے اور امیر المومنین علیہ السلام کا پیام سنایا مگر وہ راضی نہ ہوئیں تو پھر جناب امام حسن علیہ السلام بھیجے گئے تب وہ مدینہ کی مراجعت پر تیار ہوئیں (طبری ۵۶۹)

ان جزوی واقعات کے علاوہ ہم کو اس خلافت کے زمانے میں بھی امام حسن علیہ السلام کی مداخلت کسی کاروبار ملکی میں ثابت نہیں ہوتی نہ کہیں کی ولایت آپ کے متعلق تھی اور نہ فوج اور نہ کسی خاص صیغہ کی ذمہ داری ہاں اگر واقعات سے آپ کے موجودہ مشاغل کا تھوڑا بہت نشان ملتا ہے تو اس قدر کہ جناب امیر المومنینؑ نے اپنے ایام خلافت میں کثرت مشاغل اور علائق کی وجہ سے اپنی ذات ستودہ صفات کو بالکل عدیم الفرصت پا کر خانہ داری کی تمام ضرورتوں کو امام حسن علیہ السلام کے سپرد فرما دیا تھا چنانچہ مختلف کتابوں کے مطالعے سے اکثر ایسے واقعات معلوم ہوتے ہیں کہ کوئی مہمان کوئی ابن السبیل یا کوئی مستحقین میں سے امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کی تواضع ضیافت اور مہمانداری کی تمام خدمات کے لئے امام حسن علیہ السلام ہی یاد فرمائے جاتے تھے اور انہیں سے اس کی تمام خاطر داری اور آرام رسانی کے لئے تاکید فرمائی جاتی تھی اور اگر اتفاق سے کسی ایسے مستحق کے آجانے پر امام حسن علیہ السلام حاضر نہ ہوتے تھے تو اس شخص سے یہ کہدیا جاتا تھا کہ فلاں محلہ میں امام حسنؑ کا گھر پوچھ لو اور وہیں چلے جاؤ۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت کے آخر زمانے میں جو مہمات پیش آئے ان میں اگرچہ آپ کی شرکت ثابت ہوتی ہے مگر کوئی خاص واقعہ نہ جنگ صفین ہی میں آپ سے متعلق معلوم ہوتا ہے اور نہ نہروان ہی میں اس سے اب ہم جناب امیر المومنین علیہ السلام کے حالات خلافت کو ختم کر کے امام حسن علیہ السلام کی کشش ناہی حکومت کے خاص واقعات کی تفصیل کی ابتدا کرتے ہیں۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کی خلافت کے واقعات

جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی وفات کے بعد اکیسویں رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ ہجری کو اپنے پدر عالی مقدار کے سریر سلطنت پر متمکن ہوئے تمام اہل اسلام کے موجودہ مجمع میں جن کی تعداد بعض کتابوں میں چالیس ہزار اور بعض کتابوں میں کم و بیش بتائی جاتی ہے جناب امام حسن علیہ السلام نے ذیل کا مفصل و مشرح خطبہ نہایت فصاحت و بلاغت سے ادا فرمایا جس کو ملا علیہ الرحمہ کی مستند تالیف جلاء العیون کے ترجمہ سے ذیل میں لکھتے ہیں و ہو ہذا :-

جناب امام حسن علیہ السلام نے معارف ربانی اور محامد سبحانی ادا فرما کر یوں ارشاد کیا کہ ہم ہی حزب اللہ ہیں کہ سب غالب ہیں ہم ہی عترت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کہ آنحضرت سے نزدیک تر ہیں اور ہم ہی اہلبیت طاہرین ہیں کہ بدی اور گناہوں سے معصوم اور مطہر ہیں اور ہم ہی ان دو بزرگ چیزوں میں سے ہیں کہ آنحضرت ہم کو اپنی جگہ چھوڑ گئے اور تاکید فرما گئے - انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھلبیتی اور ہم ہی ہیں کہ آنحضرت نے ہم کو کتاب خدا و قرآن شریف کا ردیف قرار دیا ہے اور ہم ہی کو تاویل و تنزیل قرآن کا پورا علم دیا ہم قرآن میں بہ یقین سخن کرتے ہیں اور بظن و گمان تاویل آیات نہیں کرتے پس ہماری اطاعت کرو کہ ہماری اطاعت تم پر خدا کی طرف سے واجب ہوئی ہے اور خدائے سبحانہ تعالے نے ہماری اطاعت اور اپنے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت سے مقرون کیا ہے اور فرمایا ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم پس حضرت نے فرمایا اس شب کو وہ شخص دنیا سے گیا ہے کہ عمل خیر میں سابقین نے جس پر سبقت نہیں کی اور نہ ان تک آئندہ کوئی سعید پہنچ سکتا تحقیق کہ اُنہوں نے آنحضرت کے ساتھ جہاد کیا اور اپنی جان رسول پر قربان فرمائی اور آنحضرت اپنا علم دیکر ان کو جس طرف بھیجتے تھے جبرئیل اُس کے داہنی طرف اور میکائیل اُس کے بائیں طرف رہتے تھے اور پھر کر نہ آتے تھے جب تک کہ خدا ان کے ہاتھ سے فتح نکرتا تھا اس رات کو انہوں نے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی اسی رات کو حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام آسمان پر تشریف لے گئے اور یوشع ابن نون وصی حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے بھی اسی رات کو انتقال فرمایا اور کچھ طلا و نقرہ وغیرہ اُنہوں نے نہیں چھوڑا مگر سات سو درہم کہ ان کی عطا و جود سے بچ رہے تھے اور یہ چاہتے تھے کہ اس قیمت سے ایک خادم اپنے اہل کے لئے خریدیں اتنا فرما کر جناب امام حسن علیہ السلام پر کمال رقت طاری ہوئی پھر تھوڑی دیر خاموش رہکر آپ نے اپنے سلسلۂ بیان کو آغاز فرمایا اور ارشاد کیا کہ میں فرزند بشیر و نذیر ہوں میں ہوں فرزند دعوت کنندہ منجانب خدا میں ہوں فرزند سراج منیر میں اس خانوادہ سے ہوں جسکو خدا نے رجس و عیب

سے مخصوص کیا ہے اور ان کو معصوم و مطہر کیا ہے میں بھی انہیں اہلبیت سے ہوں کہ خدا نے ان کی محبت کو فرض واجب کیا ہے اور فرمایا ہے قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ و من یقترف حسنۃ نزد له فیھا حسناً خدائے سبحانہ تعالےٰ نے جو اس آیت میں بیان فرمایا ہے مراد اس سے ہماری ہی محبت ہے ترجمہ جلاء العیون ص ۲۶۶

اس خطبہ کو شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے بھی ازالۃ الخفا میں تحریر کیا ہے ان کی اصل عبارت یہ ہے

قال خطب الحسن ابن علی علیھما السلام علی الناس حین قتل علی فحمد اللہ و اثنی علیہ ثم قال لقد قبض فی ھذہ اللیلۃ رجل لا یسبقه الاولون بعمل ولا یدرکه الآخرون وقد کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یعطیہ رایتہ فیقاتل وجبرئیل عن یمینہ ومیکائیل عن یسارہ فما یرجع حتی یفتح اللہ علیہ وما ترک علی الارض صفراء ولا بیضاء الا سبعمائۃ دراھم فضلت من عطاءہ اراد ان یبتاع بھا خادماً لاھلہ ثم قال ایھا الناس من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا الحسن وانا ابن الوصی وانا ابن البشیر وانا ابن النذیر وانا ابن الداعی الی اللہ باذنہ وانا ابن السراج المنیر وانا من اھلبیت الذی کان جبرئیل ینزل الینا ویصعد من عندنا وانا من اھلبیت الذی اذھب اللہ عنھم الرجس ویطھرھم تطھیرا وانا من اھلبیت الذی افترض اللہ مودتھم علی کل مسلم فقال تبارک اللہ وتعالیٰ ومن یقترف حسنۃ نزد له فیھا حسنا ہ فاقتراف الحسنۃ

چونکہ یہی عبارت ہم اوپر نقل کر چکے ہیں اس لئے اس کی تکرار میں لطف نہیں صرف طوالت کا باعث ہوگا اسی خطبہ کو شیخ الاسلام قسطنطنیہ السلیمان الحنفی القندوزی نے بھی اپنی کتاب ینابیع المودت فی القربیٰ مطبوعہ بمبئی کے مختلف مقامات میں بتکرار لکھی ہے۔ فمن شاء فلیرجع الیہ

بہرحال جناب امام حسن علیہ السلام اپنے خطبہ کو یہاں تک پہنچا چکے تو حاضرین سے جن کی تعداد عموماً چالیس ہزار بتلائی جاتی ہے پہلے عبداللہ ابن عباس کھڑے ہو گئے اور عامۃ المسلمین کو مخاطب کر کے ارشاد کرنے لگے کہ اے گروہ مردمان یہ تمہارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند اور تمہارے امام کا وصی ہے اس کی بیعت اختیار کرو تمام لوگوں نے قبول کیا اور یہ کہکر جناب امام حسن المجتبےٰ علیہ التحیۃ والثنا کس درجہ ہم کو محبوب ہیں اور آپ کے کتنے استحقاق ہیں برضا و رغبت آپ سے بیعت کی مگر جناب امام حسن علیہ السلام نے اپنی موجودہ مزوریت اور حاضرین کی آزمودہ طبیعتوں کو اپنی کامل صاحبت بینی اور مآل اندیشی کی نگاہ ہو نسے موازنہ کرکے ان سے بیعت لینے کے وقت یہ شرط لے لی کہ جس سے میں جنگ کروں تم بھی جنگ کرو اور جس سے میں صلح کروں تم بھی صلح کرو ترجمہ جلاء العیون صفحہ ۲۶۶

یہ خطبہ فصول المھمہ اور نزہتہ المجالس بھی منقول ہے۔

اس بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام نے تمام مسلمانوں کو معمولی طریقے سے اپنی خلافت کا عہد منعقد نہیں بنایا تھا بلکہ ان کو اپنی اطاعت و فرمانبرداری کے معاہدہ پر قائم رہنے کے لئے ایسے طریقہ کا قائل کر لیا تھا جس سے وہ تا وقتیکہ اپنے دین سے علیحدہ نہ ہو جائیں جدا نہیں ہو سکتے تھے اور حقیقت میں آپ کی وہ لعین تجویز بالکل ویسی ہی تھی جیسی آپ کے پدر عالی مقدار کی رائے اپنی خلافت کے وقت اس سے قبل ہو چکی تھی چنانچہ ہم اس کی پوری تفصیل اس سلسلہ کی جلد اول میں لکھ چکے ہیں۔

علامہ طبری کا بیان ہے کہ جس شخص نے جناب امام حسن علیہ السلام سے پہلے بیعت کی وہ سعد ابن عبادہ الانصاری تھے طبری جلد چہارم ص ۶۰۱

مسند خلافت پر متمکن ہو کر جناب امام حسن علیہ السلام نے ضرورت کے مطابق اور نیز اس غرض سے کہ آپ کی خلافت و حکومت کا تمام میں اعلان ہو جائے عمال اور والیان کو مقرر فرمایا اور بعض عاملوں کا تغیر و تبدل بھی عمل میں آیا اور عبداللہ ابن عباس کو جو اس وقت حاضر رکاب تھے بصرہ کی ولایت پر مامور فرما کر رخصت کیا

معاویہ کے معاملات کی ابتدا

امیر شام معاویہ ابن ابی سفیان جو دربار کوفہ کی کل کاروائیوں کو نہایت تعمق اور تحقیق کی نظر سے دیکھا کرتا تھا اسی وقت سے امام حسن علیہ السلام کے امور کی برہم زنی اور بیخکنی پر دل و جان سے مستعد ہوئے سب سے پہلے جو اس نے اپنی مخالفانہ تدبیر کی وہ یہ تھی کہ اپنے دربار سے دو معتبر اور خیر خواہ آدمیوں کو جن کی دیانت اور امانت پر اس کو کامل یقین تھا عراق کی طرف روانہ کیا اور ان کو سخت تاکیدوں کے ساتھ یہ ہدایت کر دی کہ تم وہاں اہل عراق سے بظاہر ملکر ان کے روزانہ اخبار و حالات ہم کو لکھا کرو تاکہ ہم کو ان کے تمام ضروری احوال پر روزانہ اطلاع ہوا کرے مگر حسن اتفاق سے معاویہ کا یہ جوڑتوڑ چلا اور یہ انکا راز سربستہ طشت از بام ہو گیا وہ دونوں جاسوس خاص دار الخلافت کوفہ میں پکڑے گئے اور جناب امام حسن علیہ السلام کے حکم سے قتل کئے گئے جلاء العیون ۲۹۶

ان دونوں جاسوسوں کے واقعہ کے بعد جناب امام حسن علیہ السلام نے معاویہ کو ایک خط لکھا جس کو ہم جلاء العیون کے ترجمہ سے ذیل میں لکھتے ہیں و ہو ہذا

اے معاویہ تجھکو لازم ہے کہ تو مجھ سے بیعت کر لے اور اپنے فضل و کرامت و استحقاق خلافت کو بحث اپنے شانی درج کیا اور لکھا کہ تو نے جاسوس بھیجے اور حیلہ سازی اور مکاری کی میرا گمان یہ ہے کہ تیرا ارادہ مجھ سے جنگ کرنے کا ہے اگر حقیقت میں تیرا ایسا ہی ارادہ ہے تو میں بھی موجود ہوں و بس

زمانہ کے بعض کوتاہ اندیش جنکو اسلامی واقعات پر کم عبور حاصل ہے وہ بغیر کسی تحقیق کے یہ کہنے کو موجود ہو جاتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام شجاع اور دلیر نہیں تھے اس لئے آپ نے اپنی خلافت کے معاملات

میں معاویہ کے مقابلے میں ابتدا ہی سے نرمی اور ملائمت کا اظہار کیا ہم خاصکر اس موقع پر انہیں حضرات کو مخاطب کرتے ہیں کہ وہ اپنی بصیرت کی آنکھوں سے جناب امام حسن علیہ السلام کی اس مختصر مگر پر زور تحریر کو پڑھکر معاویہ کے معاملات میں آپ کی مردانہ آمادگی اور دلیرانہ مستعدی کو دیکھیں کہ آپ نے پہلے ہی خط و کتابت کا سلسلہ میں اپنی طرف سے کس قدر جرات و استقلال سے کام فرما کر معاویہ سے مقابل ہونے کا پورا پورا ارادہ ظاہر فرمایا ہے مگر اب جو موانع اس کے بعد یکے بعد دیگرے آپ کے معاملات میں پیش آتے گئے وہ صرف قلت اعوان و انصار اور ان کی طماع اور حریص طبیعتوں کی بدولت واقع ہوئے اور اس وقت امام حسن علیہ السلام کی پیچیدگیوں کی بھی وہی صورت تھی جو معرکہ صفین کے آخر میں امیر المومنین علیہ السلام کے امور میں مشکلیں ظاہر ہو گئی تھیں اگر جناب امام حسن علیہ السلام کو پورے طور سے وفادار جاں نثار ملتے تو اتنی نرمی کی شکایت بھی باقی نہیں رہتی۔

بہرحال معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کے جواب میں وہی ثقیل الفاظ اور وہی بے دلیل مضامین لکھ بھیجے جو ہمیشہ دار الخلافت کوفہ کی خاص خط و کتابت کے لئے لکھا کرتے تھے اس جواب کے بھیجنے کے بعد وہ فوراً ایک گراں بار لشکر کے ساتھ شام سے کوفہ کی طرف متوجہ ہوا مگر اپنے چلنے سے پہلے اس نے وہی جوڑ توڑ کی ترکیبیں جاری کر دیں ہر چند کہ اس کے دو جاسوس گرفتار ہو کر اپنے نتیجہ کو پہنچ چکے تھے مگر تاہم اس نے اپنی تدبیروں کو اپنے حصول مطلب کے لئے پورے طور سے مفید سمجھکر پھر جاسوسوں کو کوفہ روانہ کیا اور عمرو ابن حریث و اشعث ابن قیس و شبث ابن ربعی وغیرہ کو جو اپنی خود غرضی اور طمع دنیاوی کی وجہ سے امام حسنؑ سے بظاہر بیعت کر چکے تھے ان دونوں جاسوسوں کی نسبت لکھا اور ان کو اپنے مواعید مختلفہ کا منتظر بنایا بلکہ ان وعدوں کی تفصیل میں یہ کھل کھلا کر لکھ دیا کہ تم میں سے جو بدبخت امام حسنؑ کو قتل کرے گا اس کو ہم دو لاکھ دینار دیں گے اور اپنی بیٹیوں میں سے ایک بیٹی کا عقد بھی کر دیں گے اور ایک لشکر لشکر ہائے شام سے اس کے تابع کر دیں گے (جلاء العیون ص ۲۶۶)

امیر معاویہ تو ان جوڑ بندیوں میں ہمیشہ سے طاق تھے اور اسوقت تک ان کو حصول خلافت و امارت کی کوششوں میں جس قدر کامیابیاں ہوئی تھیں وہ انہیں ریشہ دوانیوں کی بدولت ابھی کے دن ہوئے تھے معاملات صفین میں عمرو عاص ایسے زیرک کو بوعدہ ہائے طول و طویل فلسطین کی دور دراز مسافت سے کھینچ بلانا شرحبیل کو باوجود اس کے انکار رسول کے اپنا بنا لینا مالک اشتر رحمہ کے بگناہ قتل میں جہان کش دہقان کو اپنے دام فریب میں لانا پھر معاملات مصر میں سعد ابن عبادہ کی شکایتوں میں اہل مصر کی طرف سے جعلی خط بنانا اور اہل عراق میں اس کا اعلان کرانا بہ تلبیس کتاب اللہ اینٹ اور پتھروں کا جزو دانوں میں بھر کر نیزوں پر چڑھوانا وغیرہ وغیرہ اس کی فتنہ پردازی اور جعلسازی کے ایسے کھلے واقعات ہیں جو دنیا کے پیش نظر ہیں پھر ایسے ناقص اور بودے و بے عقل سے اپنے دوسرے مقابل کے خلاف میں جو جو تدبیریں ظاہر

ہوئیں اور جو جو تجویزیں نہ واقع کی جائیں وہ امکان سے خارج نہیں سمجھی جا سکتی ہیں
بہرحال امام حسن علیہ السلام معاویہ کو آمادہ پیکار پا کر کامل طور سے مستعد اور طیار ہو گئے اور اُمور خلافت کے ضروری اُمور سے فراغت فرما کر معاویہ کے معاملات کی طرف متوجہ ہوئے کیونکہ امام حسن علیہ السلام کو عام اس سے کہ معاویہ کی کسی فوجکشی کی خبر پہنچے یا نہیں یا اس کی طرف سے اعلان جنگ کیا جائے یا نہیں یہ امر کامل طور سے متیقن تھا کہ ہم کو اپنے اس لاگو دشمن سے ایک نہ ایک دن ضرور دست بہ شمشیر ہونا ہے

امام حسن علیہ السلام کی تخت نشینی کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد عراق کی طرف معاویہ کے لشکر کی حرکت محسوس ہوئی تو جناب امام حسنؑ نے انہیں لوگوں کی موجودہ جماعت کو جو ظاہر میں تو موافق تھی اور باطن میں مخالف تھا ایک دن جمع فرما کر ارشاد کیا کہ میں تم کو معاویہ سے جہاد کرنے کا حکم دیتا ہوں اس تمام مجمع میں آپ کی یہ تقریر سُنکر ایسی سرد نفسی پھیل گئی کہ کسی شخص نے زبان شمشیر کیا لب تقریر تک نہ کھولے اور جو جہاں بیٹھا تھا وہ چُپ چاپ گردن جھکائے بیٹھا تھا اس میں تو شک نہیں کہ یہ مجمع کا مجمع معاویہ کے دام تزویر کے نیچے آ چکا تھا مگر ابھی ان میں دو چار ایسے خالص الایمان سرفروش بھی باقی تھے جو اپنی وفاداری اور جان نثاری کے اظہار سے اس موقع پر انکار نہ کر سکے اور ایکبار ان میں سے موجودہ سکوت کے عالم کو عدی ابن حاتم الطائی کی پُرجوش تقریر نے توڑ دیا یہ اپنے مقام سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور مجمع کو مخاطب کر کے کہا سبحان اللہ بحمدہ تم لوگ کیسے نالائق ہو کہ فرزند رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم جہاد کا حکم کرتا ہے اور تم قبول نہیں کرتے کیا ہوئے تمہارے شجاع آیا تم لوگ قہر خدا سے نہیں ڈرتے اور ننگ و عار سے پرہیز نہیں کرتے یہ سُنکر ایک گروہ نے عدی کا ساتھ دیا امام حسن علیہ السلام نے اس گروہ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ اگر تم سچ کہتے ہو تو میرے لشکر گاہ میں جمع ہو حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ تم اپنے قول پر وفا نہ کروگے جس طرح سے تم نے اس سے وفا نہ کی جو مجھ سے بہتر تھا اور میں اس وقت تم پر کیسے اعتماد کر دوں حالانکہ میں نے خود دیکھا ہے جو کچھ تم نے میرے پدر بزرگوار کے ہمراہ سلوک کیا یہ کہکر منبر سے نیچے اُترے اور سوار ہو کر لشکر گاہ کی طرف تشریف لیگئے جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ جن لوگوں نے اظہار اطاعت کیا تھا ان میں سے اکثر موقع پر حاضر نہیں تھے جلاء العیون ص ۲۶۶

وفاداری اور جان نثاری تو یہیں سے ثابت ہو گئی کہ ایسے جانباز اور سرفروش سپاہیوں کی بھرتی جس فوج میں ہو گی ایسی نامعتبر اور عہد شکن فوج جس فرمانروا کی ماتحتی میں ہو گی تو اس کی کامیابی کی کیا اُمید ہو سکتی ہے جناب امام حسن علیہ السلام نے انہیں کی ذلت اور اتمام حجت کے لحاظ سے اور اپنی برأت اور استقلال و ہمت ثابت کرنے کے لئے فوجکشی کا پورا سامان کیا اور اپنی طرف سے معاویہ کے مقابلے میں پوری مستعدی اور استقلالی ظاہر فرمایا اور نہایت اطمینان سے اس عہد شکن قوم کے بے اعتبار اور نامعتبر قرار دیکر دکھا دیا کہ فی الحقیقت

یقولون بالسنتہم ولیس فی قلوبہم کا مصداق ثابت فرمایا۔

بہرحال امام حسن علیہ السلام کے لشکر کی تعداد عموماً بارہ ہزار بتلائی جاتی ہے مگر یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ یہ بارہ ہزار کی جمعیت انہیں لوگوں کی تھی جن کے نام تو زمرۂ امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر میں درج تھے مگر ان کے قلوب اور ان کی آنکھیں ہردم ہر لحظہ معاویہ کے خوان نعمت اور الوان مرحمت کی طرف لگی ہوئی تھیں مگر جناب امام حسن علیہ السلام نے اسی اصول کی بنا پر جس کو ہم ابھی ابھی اوپر لکھ آئے ہیں ان ظاہر نما اعوان و انصار پر فی الحال اعتبار کیا اور انہیں سے معاویہ کے مقابلہ کا قصد فرمایا اور اپنی موجودہ فوج کی اس طرح ترتیب دی کہ قبیلہ کندہ میں سے ایک شخص کو چار ہزار آدمیوں کی جمعیت کے ہمراہ معاویہ کے مقابلہ میں بھیجا اور حکم دیا کہ تم مقام انبار تک پہنچکر میرے حکم کا انتظار کرنا میں بھی انشاء اللہ تعالےٰ بہت جلد اپنا حکمنامہ تمہاری آئندہ کارروائیوں کے لئے بھیجتا ہوں۔

جب اہل عراق کی یہ جماعت شہر انبار میں پہنچی اور ان کے آنے کی خبر معاویہ کو معلوم ہوئی تو اسنے اپنا ایک معتمد قاصد پانچ سو درہم کے ہمراہ اس فوج کے افسر کے پاس بھیجا جو قبیلۂ کندہ سے تھا اور اپنے خط میں یہ مندرج کیا کہ اگر تو ہم سے ملجائے گا تو ہم شہر شام کی مختلف ولایتوں میں سے کسی شہر کی ولایت تیرے نام لکھ دیں گے اس ضعیف الایمان نے جب معاویہ کے اشفاق کو اپنے حالات پر ایسا متوجہ پایا تو اسنے معاویہ کی درخواست کو قبول کرلیا اور شہر انبار سے اُٹھکر شہر شام میں جا لگا اور اپنے ساتھ عزیز و اقارب کو جو تعداد میں دو سو نفر سے زائد تھے لیتا گیا۔

جب اس کے انحراف کی خبر دربار خلافت میں پہنچی تو جناب امام حسن علیہ السلام نے اسیوقت اپنے ہمراہیوں کو جمع فرمایا اور ایک طولانی خطبہ میں اس مرد کندی کی منافقانہ حرکات اور مخالفانہ حالات کی پوری تفصیل فرماکر ارشاد کیا کہ میں نے چند بار تمہاری عہد شکن طبیعتوں کی شکایت تمہارے سامنے کی ہے اور تمہارے منہ پر صاف کہہ چکا ہوں کہ تمہارے وعدوں کے لئے وفا کی ضرورت اور تمہارے افعال و اقوال کے لئے حیا کی حاجت نہیں ہے تم سب محض دنیا کے بندے ہو دیکھو اب پھر میں تمہارے ہی سامنے تمہیں لوگوں میں سے وفاداری اور جاں نثاری کے ویسے ہی عہد و پیمان لیکر پھر ایک دوسرے شخص کو مخالف کے مقابل بھیجتا ہوں اور اس کے ساتھ بھی مجھکو کامل یقین ہے کہ یہ بھی ویسا ہی کرے گا جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی کندی نے کیا یہ فرماکر جناب امام حسن علیہ السلام نے اپنا خطبہ ختم کیا اور منبر سے نیچے تشریف لائے۔

اہل عراق باوجودیکہ اپنے حرکات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور جناب امام حسن علیہ السلام کے کلام صداقت التیام کو بھی سنتے تھے مگر انکی طبیعتوں کے نقص ایسے کیا تھے کہ اتنی تنبیہ اور ہدایت انکے مخالفانہ حرکات اور منافقانہ خیالات کی درستی کے لئے تازیانہ کا کام کرتی وہ چپ چاپ سنتے تھے جو فرمایا گیا سنتے گئے امام حسن علیہ السلام نے پھر قبیلۂ مراد میں سے ایک شخص کو جس پر تمام اہل عراق کو پورا اعتبار تھا ویسی ہی

چار ہزار جمعیت کے ہمراہ روانہ کیا جب یہ شہر انبار میں پہنچے جہاں تک امیر شام کا لشکر پہنچ چکا تھا اور نیز انحال جانبین کا لشکرگاہ تھا معاویہ نے ان کے پہنچتے پر بھی ان کے ساتھ وہی چالیں چلیں اثر کیا منصب یا انسے جو پہلے تھے ان پر کیا موقوف تھا فطرت نے اہل عراق کی طبیعتوں کو عام طور سے ایک ہی سانچہ میں ڈھالا تھا یہ حضرت بھی پہنچتے ہی معاویہ کی سازش میں آگئے اور پانچ ہزار کے توڑے قبول کرکے اور تفویض امارت اور ولایت کی آئندہ امیدیں لگا کر امیر شام کی خدمت میں جا پہنچے۔

ق
دو ہی ایک روز میں ان کی خبر بھی لشکر عراق میں مشہور ہو گئی امام حسن علیہ السلام نے پھر اسیطرح اہل عراق کے حاضرین کو جمع فرمایا اور ایک طولانی خطبہ میں خدائے تبارک و تعالےٰ کی حمد اور جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں نے چند بار بتکرار و باصرار تمام تم سے کہدیا ہے کہ تم لوگوں میں وفاداری مطلق نہیں دیکھو آخرکار اس مرد مرادی نے بھی وہی کیا جو اس مرد کندی نے کیا تھا اور میں نے دونوں کی نسبت تم سے پہلے ہی کہدیا تھا اور ویسا ہی معرض ظہور میں بھی آیا۔

بہرحال امام حسن مجتبےٰ علیہ التحیۃ والثنا کو اہل عراق کی طرف سے روز بروز کیا آناً فاناً یاس ہوتی چلی جاتی تھی لشکر کی موجودہ جمعیت میں جیسے بزدل غیر مستقل بے وفا اور پیمان شکن لوگوں کی بھرتی تھی وہ تھا ہر تھی ان سے جیسی جیسی مخالفانہ حرکتیں ظاہر ہو رہی تھیں وہ بھی پوشیدہ نہیں تھیں اگرچہ امام حسن علیہ السلام ان امور کو پے در پے براہ العین مشاہدہ فرماتے جاتے تھے مگر تاہم اپنے استقلال اور بردباری کی وجہ سے ان کے معاملات میں اب تک خاموشی اور چشم پوشی سے کام لیتے تھے اور اسیطرح اہل عراق کی ہمراہی جماعت میں ایک کے بعد دوسرے کی حالت دیانت ارادت وعقیدت کا امتحان فرماتے جاتے تھے اور ان کے نتائج کو یکے بعد دیگرے عام نگاہوں میں دکھلاتے جاتے تھے۔

بہرحال جب اس نامراد مرادی کے ارتداد کی کیفیت سنی گئی اور علی التواتر دو تین واقعات ایسے ظہور میں آ گئے تو اس مرتبہ بھی جناب امام حسن علیہ السلام نے ویسی ہی تقریر فرمائی اور ان کی مخالفانہ حرکات پر انکو تنبیہ فرمایا اور عتاب کی بار اپنی تمام ہمراہی جمعیت کو جو تعداد میں بارہ ہزار آدمی تھے قیس بن سعد ابن عبادہ اور عبداللہ ابن عباس کی ماتحتی میں دے کر دیر عبدالرحمٰن کے مقام سے معاویہ کے مقابلے میں بھیجا ان دونوں حضرات سے بھی اپنے فرائض منصبی کی تعمیل کے لئے ویسی ہی ہدایت فرمائی یہ حضرات تمام اہل عراق کے تمام [illegible]ب اور تمام سواد اسلام میں ایسے معزز معتبر اور موقر تھے جنپر عموماً کسی مظنۂ شک اور خدشہ کا خیال کرنا گستاخی تھا خصوصاً حضرت عبداللہ ابن عباس کے فضل و مراتب میں کسی مسلمان کو عذر ہو گا امام حسن علیہ السلام کی مقدس صحبت میں بھی معدودے چند حضرات اپنے محاسن کے اعتبار سے اعتبار و یقین کے قابل سمجھے جاتے تھے اس لئے امام حسن علیہ السلام نے اپنی اخیر کوششوں میں اپنے مطالب و مقاصد کو ان کی دیانت اور امانت کے سپرد فرمایا۔ جناب عبداللہ ابن عباس سے پہلے

وقت یہ کہدیا تھا کہ اگر اتفاق سے قیس بن سعد بیمار ہو جائے اور کسی باعث سے اپنے کار منصبی کو انجام نہ دے سکے تو اس کی جگہ اس کا لڑکا سعید ابن قیس اس کے عہدے کا کام کرے اور عبداللہ ابن عباس سے یہ بھی تاکید فرمادیگئی تھی کہ وہ اپنی تمام مزوروں میں قیس ابن سعد اور سعید ابن قیس کے صلاح و مشورہ پر عمل کریں اور ان دونوں افسروں کو ہر وقت اپنا ہمدرد بہی خواہ اور مستشار موتمن سمجھیں۔

عبداللہ ابن عباس کو روانہ فرما کر جناب امام حسن المجتبےٰ علیہ التحیۃ والثنا نے بھی اپنی باقیماندہ جمعیت کے ساتھ مدائن کی طرف کوچ فرمایا ہمراہی وہی سپاہی ہیں جن کی مخالفت کی مثالیں ہمارے سلسلۂ بیان میں برابر بیان ہوتی ہیں نہ ان میں سے کسی کے قول و اقرار کا اعتبار ہے نہ عہد و پیمان کا اعتماد وہ دین و دنیا میں کسی کنارے نہیں حرص خود غرضی اور نفسانیت کے ناپید اکنار دریا میں غوطہ کھارہے ہیں۔

بہر حال امام حسن علیہ السلام کا باقاعدہ لشکر جو عبداللہ ابن عباس اور قیس ابن سعد ابن عبادہ کی ماتحتی میں پہلے روانہ ہوا تھا جب اہل شام کی فرودگاہ سے قریب پہنچ گیا تو امیر شام نے حضرت عبداللہ ابن عباس کے پاس ایک قاصد دو ہزار دینار کے ہمراہ روانہ کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ نصف رقم تو اس وقت حاضر ہے نصف جب آپ آئیں گے پیشکش کی جائے گی بیچنے قاصد کے پہنچتے ہی انکے پائے ارادت میں بھی لغزش آگئی اور یہ اسی دن رات کو روپوش ہو کر معاویہ کے پاس چلے گئے۔

جب صبح ہوئی اور سعد ابن عبادہؓ کو اس واقعہ کی پوری اطلاع ہوئی تو اس نے صبح کی نماز اپنے بیٹے قیس ابن سعد بن عبادہ کے ساتھ پڑھکر لشکر کے تمام لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ اگر عبداللہ ابن عباس سے خیانت ظاہر ہوئی تو یہ ضرور نہیں ہے کہ تم بھی خیانت کرو خدا و رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غضب سے ڈرو اور دشمنان خدا سے جنگ کرو اس وقت تو ان لوگوں نے ظاہری طور پر ہاں میں ہاں ملادی مگر پھر یہ دستور رہا کہ روز دو چار چھپ چھپ کر اہل اسلام کے لشکر سے جاملتے تھے جلاء العیون ص ۲۶۸

تاریخ طبری میں بھی عبداللہ ابن عباس کے اختلاف کی کیفیت لکھی ہے مگر ایک دوسرے طریق پر ان کی عبارت یہ ہے "و عبداللہ ابن عباس نامہ کرد نزد معاویہ تا آں کہ زود تر نزد او بہ شود براں شرط کہ شما از بیت المال بصرہ از او نخواہید معاویہ اجابت کرد عبداللہ بشام رفت بآں خواستہ کہ داشت و ازاں جا بمکہ رفت"

تاریخ طبری جلد چہارم ص ۶۰۲

بہر حال عجب زمانہ تھا اور زمانہ کے عجیب لوگ جس طرح زمانہ آناً فاناً رنگ بدلتا جاتا ہے اسیطرح یہ عہد شکن اور بے وفا طبیعت کے لوگ عبداللہ ابن عباس کے واقعہ کی نسبت سوائے اس کے کہ دوست پھر جائیں تو دشمنی کی شکایت کیاہے اور کیا لکھا جا چکا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار

اب ہم اپنے سلسلۂ بیان میں حضرت امام حسن علیہ السلام کے ہمراہیوں کے حالات اور انکی شدت مخالفت کے واقعات لکھتے ہیں ان معاملات کو آنکھوں سے ملاحظہ فرما کر امام حسن علیہ السلام کو اگر کچھ امید ابھی تک اہل عراق

سے تھی وہ بھی ب جاتی رہی خصوصاً حضرت عبداللہ ابن عباس کے معاملات کو دیکھکر اپنے ہمراہیوں کی ضعیف الاعتقادی اور خیانت کی طرف سے خدشہ تو لگا ہی ہوا تھا اب اس کے ساتھ ہی آپ کو اپنی عزیز جان کی حفاظت بھی ضروری ہوگئی مگر چونکہ سفر در پیش تھا اس وجہ سے شہر مدائن کے پہنچنے تک اس امر کو پوشیدہ رکھا اور مصلحت خاص کی وجہ سے ان تمام غیر اطمینانی اور پریشانیوں پر تحمل فرمایا مگر اتنے تحمل اور اتنے صبر اور ضبط سے کام لئے جانے کے بعد بھی اہل عراق کی سرکشی اور مخالفت میں کوئی فرق آیا ہو ہرگز نہیں بلکہ بعوض اس کے جب شہر مدائن میں امام حسن علیہ السلام پہنچ لئے تو ان کی منافقانہ اور مخالفانہ حرکات و سکنات میں اور ترقی ہوگئی آخر جناب امام حسن علیہ السلام نے ان کے معاملات کو بالکلیہ ہاتھوں سے جاتا ہوا دیکھا اور اپنی عزیز جان کو شبانہ روز ان دشمنوں میں گرفتار دیکھکر پھر ان کو ایک مجمع میں اکٹھا فرمایا اور ذیل کا خطبہ پڑھا۔

بعد حمد و نعت کے ارشاد کیا ایہا الناس میں اُمید رکھتا ہوں کہ خلق خدا پر میں خیر خواہ ترین مردم ہوں اور کسی مرد مسلمان کی طرف سے میرے دل میں کینہ نہیں ہے اور کسی کی طرف سے میرے دل میں بدی کا ارادہ نہیں ہے اور میں مسلمانوں کی جمعیت ان کے پراگندہ ہونے سے کہیں بہتر سمجھتا ہوں اور جو صلاح تم اپنے حق میں بہتر سمجھتے ہو اس سے زیادہ میں بہتر جانتا ہوں پس تم کو لازم ہے کہ میرے حکم کی مخالفت نکرو اور میری رائے کو اپنے حق میں رد نکرو اُمید ہے کہ حق سبحانہ تعالےٰ مجھے اور تمہیں بخش دے اور مجھے اور تمہیں جس میں اس کی محبت اور خوشنودی ہے ہدایت فرمائے جلاء العیون ص ۲۶۸

اس کلام صداقت التیام کے سنتے ہی ان کے باغیانہ خیالوں پر اور تازیانہ ہوا اور وہ تمام مجمع کا مجمع ایک دوسرے پر اپنی غائر نظر ڈالنے لگا وہ پست ہمت اور بزدل اس تاک میں تو لگے ہی تھے کہ کوئی موقعہ ہمیں ایسا ہاتھ لگے کہ ہم جھوٹا سچا الزام آپ پر لگا کر اور اپنی برأت دکھلا کر لشکر گاہ شام کا چلتا رستہ لیں ان میں سے ہر شخص یہ کہنے لگا کہ آپ کے اس کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو معاویہ سے صلح منظور ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ منصب خلافت معاویہ کو دیدیں یہ خیال کر کے ہر شخص اپنی جگہ سے اُٹھا اور معاذ اللہ کہنے لگا کفر الحسن علیہ السلام کما کفر ابیہ من قبلہ

پھر کیا تھا وہ دائرہ اسلام سے خارج اور لقبہ ایمان سے باہر ہو کر مفسدہ نہروان کی طرح کھلے کھلے خارجی ہو گئے تمام لشکر گاہ میں ایک بلوۂ عظیم اور شورش شدید پیدا ہوگئی ان کے پوشیدہ فتنہ و فساد کی شورش یہاں تک پہنچی کہ ان میں سے بعض گمراہوں نے آپ کے ذاتی اسباب کو غارت کر دیا اور ردا دوش مبارک سے اتار لی اور وہ مصلےٰ جس پر آپ نماز پڑھ رہے تھے کھینچ لیا ان کی ایسی گستاخیوں اور ایسی ایذا رسانیوں کے اظہار پر بھی امام حسن علیہ السلام کے محاسن اخلاق اور صبر و تحمل نے سوائے کلمہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کے ان کے جواب میں اور کچھ بھی نہ کہا۔

جلاء العیون ص ۲۶۸ روضۃ الصفا جلد چہارم ص ۵

بہر حال جب اہل عراق کے تمام منافقانہ احوال ان کے اخیر نتائج تک پہنچ گئے اور جو جو مقصد سے برائیاں اور بغاوت ان کے دلوں میں پوشیدہ تھیں ظاہر ہو کر تمام خلائق کے پیش نظر ہو گئیں تو جناب امام حسن علیہ السلام نے اپنے مخصوص صحاب کے ہمراہ جن کی تعداد اکثر تاریخوں میں نو سو آدمیوں کی پائی جاتی ہے اور جن میں بروایت فریقین زیادہ تر قبیلہ ربیعہ و قبیلہ ہمدان کے لوگ تھے کوشک سفید کی طرف مراجعت فرمائی۔

کوشک سفید مدائن کی اس عمارت کا نام ہے جس کی بنا اکاسرہ فارس میں سلسلۂ ساسانیہ نے ڈالی تھی اور شاید وہی نوشیرواں کے رہنے کا محل تھا خارجیوں کی شورش اس درجہ تک پہنچی تھی کہ صرف لشکرگاہ مدائن سے کوشک سفید تک جانے میں جس کو اکثر عربی مورخین ساباط مدائن کہتے ہیں ایک خارجی نے جس کا نام جراح ابن قبیصہ اسدی تھا عین راہ پر سواری کی حالت میں جناب امام حسن علیہ السلام کی ران پر خنجر کا کاری زخم لگایا جلا العیون ص ۲۶۸ طبری جلد چہارم ص ۵۔

جناب امام حسن علیہ السلام کے شیعیان اور موالیان نے جو اس وقت رکاب میں حاضر تھے یہ دیکھکر اس موذی کا فوراً تعاقب کیا اور اسکو پکڑ کر قتل کر ڈالا جراح کی گرفتاری کی نسبت صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ عبداللہ ابن حنظل اور عبداللہ ابن طیان نے اسکو گرفتار کیا اور انہیں دونوں نے اس کو قتل بھی کیا۔

مگر مورخین اہلسنت نے اس کی گرفتاری اور اس کے قتل کو حضرت ابی الفضل عباس ابن علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے محاسن خدمات کے متعلق بتلایا ہے۔

بہر حال جناب امام حسن علیہ السلام شدت زخم کی وجہ سے کچھ ایسے مضمحل ہو گئے تھے کہ اپنی فرودگاہ کی مسافت کو طے نہ کر سکے یہ دیکھکر ہمراہیوں نے گھوڑے سے اُتار کر عماری میں بٹھلایا اور وہاں سے لاکر سعد ابن ابی عبادہ ثقفی کے گھر اُتار دیا سعد ابن ابی عبیدہ مختار کے چچا تھے اور علاقہ مدائن پر خلافت کی طرف سے عہدۂ ولایت پر ممتاز تھے سعد اپنے مقتدا اور اپنے امام زماں کی خدمت کو اپنے لئے دینی اور دنیاوی سعادت کا ذخیرہ سمجھکر نہایت جاں نثاری اور وفا شعاری سے آپ کی خدمتگزاری کرنے لگا ہوشیار خیرخواہوں سے زخم کا معالجہ شروع ہوا اور اس کے اندمال پانے اور جلد اچھے ہو جانے کے لئے عملی ترکیبیں عمل میں لائی جانے لگیں۔

موجودہ زمانے میں جناب امام حسن علیہ السلام کو خلافت کے متعلق کسی قسم کی اطلاع نہیں ہوتی تھی اور تا وقتیکہ شفائے کامل نہ ہولے اب خود بھی ان اُمور کی طرف متوجہ ہونا نہیں چاہتے تھے بہر حال امام حسن علیہ السلام اپنے مخصوصین اقارب و انصار کے ہمراہ سعد کے گھر میں مقیم رہے اور وہ وفادار اور جان نثار صحابہ کی جماعت بھی جو گروہ خارجی کے نکل جانے کے بعد بچ رہے تھے مدائن میں مقیم رہے اور عیادت کے بعد دیگر ضرورتوں کے وقت برابر خدمت میں حاضر ہوتے تھے انہیں ایام کے واقعات میں ایک واقعہ امیر مختار کی نسبت قریب قریب تمام تاریخوں میں درج ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک دن مختار اپنے چچا سعد کے پاس

آسٹے اور کہنے لگے کہ چچا چلو ہم تم جناب امام حسن علیہ السلام کو پکڑ کر معاویہ کو دیدیں اور اس سے اپنے اس کام کے صلے میں معاویہ سے ولایت عراق کا عہدہ لے لیں سعد نے جواب دیا تیرا برا ہو یہ کیسی بُری تجویز ہے امام حسن علیہ السلام اور اُن کے پدر عالی مقدار کی طرف سے میں مدائن کا والی ہوں ان کا حق نعمت فراموش کروں اور فرزند رسولخدا کو بدست معاویہ گرفتار کرادوں جب شیعیان امام حسن علیہ السلام نے مختار کی ایسی رائے سنی توان کا قصد ہوا کہ مختار کو قتل کردیں مگر صرف سب سعد کے خیال اور اس کی سفارش کی وجہ سے اس کی تقصیر سے درگذرے تاریخ طبری ص ۶۰۲ تاریخ روضۃ الصفا جلد سوم جلاء العیون ص ۲۶۸

اس میں شک نہیں کہ ایسا ارادہ اور کھلے کھلے بغاوت کا قصد جس سے پورا پورا اختلاف وانحراف مختار کی نسبت پایۂ ثبوت تک پہنچتا ہے مگر جب مختار کے دیگر خلوص اور عقیدت کے دوسرے واقعات پر جو ان کو اہلبیت علیہم السلام اور ان کے حقوق کے ساتھ حاصل تھے نظر ڈالتے ہیں تو سخت اضطراب و استعجاب کا باعث ہوتا ہے اگرچہ ملا مجلسی علیہ الرحمہ نے جلاء العیون میں اس واقعہ کو لکھکر اس کی کوئی تردید و تنقید نہیں فرمائی ہے مگر جلد عاشرہ بحار الانوار میں جہاں مختار کا پورا حال تحریر فرمایا ہے وہاں کہیں اس واقعہ کا ذکر نہیں فرمایا اور جو کچھ مختار کی نسبت اپنے تمام اخبار و آثار نقل فرمائے ہیں وہ مختار کے محاسن کا اظہار کرتے ہیں نہ معایب ومناقص کا۔

کتاب نور الابصار فی اخذ الثار مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۹ میں جناب مرحوم مجتہد العصر والزمان جناب سید ابراہیم صاحب اعلی اللہ مقامہ نے اس واقعہ کی تردید و تنقید فرمائی ہے جناب مرحوم کی اصل عبارت ذیل میں بعینہ نقل ہوتی ہے وھو ہذا

گفتہ اند ہرگاہ امام حسن علیہ السلام را در نواحی مدائن زخم زدند و او در قصر الابیض فرود آمد مختار کہ بعد از قتل مسلم ملازمت عم خویش سعد ابن مسعود می نمود بادے گفت کہ صلاح آنست کہ امام حسن علیہ السلام را گرفتہ بمعاویہ بسپاری عم او گفت لعنت بر تو باد کہ مرا ترغیب میکنی کہ فرزند پیغمبر آخر الزمان صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم را بدست دشمنان بسپارم وچوں شیعہ زخم امیر المومنین حسن علیہ السلام را نیز بہ انگیز مختار می دانستند خواستند کہ او را بکشند مختار از بیم جان گریختہ بکوفہ رفت و شیعہ عقب ہرگاہ برو ے لعنت می کردند وچوں مسلم ابن عقیل علیہ السلام را بجہت اخذ بیعت امیر المومنین حسین علیہ السلام بکوفہ آمد مختار رنزد او در منزل خود فرود آورده بوظائف خدمتگاری قیام می نمود تا آں بدنامی بروئے نماند وشیعہ ازیں معنی وقوف یافتہ بعذر خواہی او مشغول گشتہ کہ ظن ما دربارۂ تو خطا بود ہمیں شیخ جلیل عبد الجلیل رازی قزوینی در کتاب نقض الفضائح مجیبا عن ذالک فرمودہ کہ آں سخن را کہ صاحب روضۃ الصفا درباب مختار بالا نقل کردہ نا قلان آثار خوب فہمیدہ ند نسبت چنیں امرے بمختار کشید کہ امیر المومنین علیہ السلام در روزگار طفولیت او را دعا کردہ باشد و ثنا گفتہ و بشارت وعدہ دادہ و بصحت قول آں معصوم صد ما خارجی و

باغی را انا اعدائے آل مصطفٰے اسلام اللہ علیہم کشتہ باشد درخت سعادت بجنت بردہ بلکہ مختصر فقرۂ او باعم
خود در باب حضرت امام حسن علیہ السلام چنین بود کہ چوں امام معصوم بنزدیک سعد کہ عم مختار واز قبل معاویہ
والئے موصل بود بموصل در آمد مختار از صفائی عقیدہ خود و فور مودت بر حضرت امام حسنؑ تبرعقد کہ مبادا عمم
جہت خاطر معاویہ آسیبے باو رساند لاجرم گریاں و غمناک پیش شریک عور حارثے شیعی آمد وگفت می
ترسم کہ عمم بدیں امام بزرگوار کہ قبلۂ متقیان و امام مومنان و وارث علم انبیا و اوصیا است آسیبے رساند
رائے تو دریں اندیشہ چیست شریک اعور رحمۃ اللہ علیہ کہ از عقلائے روزگار و زیرکان دنیا و کارشناسان
جہاں بود گفت اے فرزند رائے من دریں کار آنست کہ تنہا در خلوت پیش عمت روی و گوئی کہ امام حسن
علیہ السلام را اگر ہلاک کنیم ما را پیش معاویہ سبب قدر و جاہ خواہد بود و در بسط ملک ما خواہد افزود اگر
عمت با او عذرے در دل دارد و از بیم آنکہ اعتقاد ترا در حق آل علی علیہ السلام میداند اظہار نمی تواند کرد
ظاہر خواہد ساخت آنگاہ چوں خیانت او ما را معلوم مے شود چارہ بسازیم آنحضرت علیہ السلام را بطرفے
بیروں بریم مختار بیامد و آں سخن را در سر با عمش گفت عمش نیز چوں معتقد خاندان نبوت بودہ بجواب چناں
داد کہ مورخان نقل کردہ اند مختار ایمن گشت و مطمئن القلب شد وازیں معنی بر مختار عیبے و عارے نبود
بلکہ آنچہ درآں باب باعم خود گفت از غایت محبت و فرط اخلاص و صفائی اعتقاد بودؔ

نقض نفضائح کی تفقیدانہ عبارت دیکھکر ہم اس موقعہ پر کہہ سکتے ہیں کہ ملا مجلسی علیہ الرحمہ نے جلاء العیون
میں اس واقعہ کو روایت عامہ کے اعتبار سے لکھدیا ہے کیونکہ بحار الانوار میں جو جلاء العیون کے بعد کی تالیف
ہے اور بہت بڑی کامل اور بسیط کتاب اٹھارہ جلد و نیز تمام ہے اس واقعہ کا نہ ہونا اس کے ضعف اور غیر معتبر
ہونے کی کافی دلیل ہے جلد عاشر بحار الانوار میں علامہ علیہ الرحمہ نے امیر مختار رحؔ کے معاملات میں جو راے
ظاہر فرمائی ہے اس کے علاوہ اپنے استاد اعلی اللہ مقامہ کا ایک خاص رسالہ جو انہوں نے مختار کے حالات
میں لکھا ہے پورا پورا نقل فرمادیا ہے چنانچہ بحار الانوار کی دسویں جلد کے ترجمہ کے ساتھ اس رسالے کا
بھی اُردو میں ترجمہ ہوکے لکھنؤ کے مطبع اثنا عشری میں چھپ گیا ہے۔

چونکہ مجکو مختار ابن ابوعبیدہ ثقفی کے حالات کی تحقیق سے اس وقت کوئی خاص ضرورت نہیں ہے
اس لئے میں ان کے بارے میں اس مقام پر اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتا کہ مختار کے نتائج کے اچھے ہونے
میں کوئی کلام نہیں ہے جناب سیدالشہدا علیہ التحیۃ والثنا کے طلب انتقام کی صورتوں میں جو جو کارنامے
اُنسے معرض ظہور میں آئے اور ان کے شقی ترین قاتلوں اور ظالموں کے سزا کے معاملات میں جو کو مشقتیں اور
زحمتیں انہوں نے اُٹھائیں وہ بقیہ خاندان رسالت کی دلی فرحت اور قلبی مسرت کی بہت کچھ باعث
ہوئیں اور یہی ایک امر ان کے سعید دارین ثابت کرنے کے لئے پورے طور سے کافی ہے۔

بہرحال ہم پھر اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں اہل عراق کی جمعیت جو دار الخلافہ کوفہ سے مدائن تک

امام حسن علیہ السلام کے ہمراہ آئی تھی جیسا ہم اوپر لکھ چکے ہیں منتشر ہوگئی اور ان میں سے صرف نو سو آدمی جناب امام حسن علیہ السلام کی متابعت میں مستقل اور مستحکم ہوئے باقی لوگ دو جماعتوں میں تقسیم ہوگئے ایک تو وہ جو علانیہ خارجی ہو کر ادہر ادہر منتشر ہوگئے دوسرے وہ لوگ جو لشکر عراق سے علحدہ ہو کر معاویہ سے مل گئے اس میں شک نہیں کہ اس تقسیم اور تفرقہ کے باعث حضرت عبداللہ ابن عباس کی امام حسنؑ سے علحدگی اور معاویہ سے موافقت تھی امام حسن علیہ السلام نے زخمی ہو کر خانہ نشینی اختیار فرمائی ادہر ان بزدل اور پست ہمتوں نے کھلے خزانے اپنی مخالفت دکھانی شروع کردی علانیہ معاویہ کے پاس خط لکھے اور اپنی طرف سے اُسکو منت و سماجت لکھ بھیجی ان کارروائیوں نے معاویہ کو امام حسن علیہ السلام کے معاملات کی برہم زنی اور بیخکنی میں اس قدر قوی اور جری بنا دیا کہ اُسنے ان تمام کارروائیوں کی اطلاع علانیہ کردی جنکو وہ آجتک چھپائے ہوئے تھے۔

صاحب جلاء العیون کا بیان ہے کہ ان واقعات کو معلوم کرکے معاویہ نے ایک نامہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں لکھا اور اس میں ان لوگوں کے نام بھی لکھدیئے اور انکی فہرست بھیجدی جن لوگوں نے اسکو لکھا تھا اور اپنی طرف سے اظہار اطاعت کیا تھا اور خط کے آخری حصے میں مشورۃً یہ بھی لکھدیا کہ تمہارے ان اصحاب نے تمہارے باپ کے ساتھ موافقت نہیں کی تو تم سے کیا موافقت کریں گے جلاء العیون ص ۲۶۹

معاویہ نے شہر انبار میں پہنچکر عبداللہ ابن عامر کو خاص مدائن کی طرف بھیجا اور وہ خود انبار میں قیس بن سعد ابن عبادہ امام حسن علیہ السلام کے فرستادہ کو روکے رہا عبداللہ ابن عامر نے مدائن میں پہنچکر شہر کا محاصرہ کیا اور علے الاعلان یہ کہا کہ میں معاویہ کے لشکر کا مقدمہ ہوں اور معاویہ ایک لشکر گرانبار کے ساتھ عقب سے آرہا ہے وہ اس جمعیت کثیر کے ساتھ شہر انبار میں مقیم ہے اب تم لوگ میرا سلام اپنے امام ابو محمد حسن المجتبیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پہنچاؤ اور میری طرف سے یہ پیام دو کہ اب آپ محاربہ و مقاتلہ کے خیال سے باز آئیں اور اپنے نفس نفیس اور ان معدودے چند اصحاب خالصین کی عزیز جانوں کے ضائع ہوجانے میں آئندہ کوئی سعی نہ فرمائیں روضۃ الصفا جلد چہارم ص ۹۰

عبداللہ ابن عامر کی اس تقریر نے باقیماندہ اہل عراق کی رہی سہی ہمتوں اور جرأتوں کو بالکل پست کردیا اول تو اس جمعیت میں آدمی ہی کتنے تھے ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ خوارج تو اس وقت لشکر سے نکل گئے تھے اور جو باقی تھے وہ اپنے اُمور میں مذبذب تھے وہ بھی تبدریجاً اپنا اپنا ٹھکانا کرتے ہی جاتے تھے اور معاویہ کو بعض اپنی معذرت بعض اپنی منت و سماجت کے خطوط لکھکر اہل شام سے ملتے جاتے تھے اور معاویہ کی خدمت میں برابر پہنچتے جاتے تھے عبداللہ ابن عامر کی اس تقریر نے ان مذبذبین کی جماعت پر زیادہ اثر ڈالا اور وہ جلد جلد اپنے اُمور کا تصفیہ کرنے لگے اور مدائن سے اُٹھکر اہل شام کے خیمہ گاہوں میں ٹھہرنے لگے۔

روضۃ الصفا اور تاریخ طبری وغیرہ نے تو اس ہی واقعہ سے صلح اور صلحنامہ کے تحریری معاملات لکھنے شروع کردیئے ہیں مگر ملا مجلسی علیہ الرحمہ کی تحریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ کے آخر خط اور مخالفین کی نام بنام فہرست اس کے بعد بھی امام حسن علیہ السلام نے باوجود ان مجبوریوں کے معاویہ کے مقابلے میں اپنے استقلال اور استحکام کو

سے نہ دیا اور اُس کا خط اور مخالفین کی فہرست ملاحظہ فرما کر اس کا فوراً جواب لکھا اس خط کی عبارت یہ ہے :۔
اور اپنے ہمراہیوں کو جمع فرما کر یہ ارشاد فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ تم لوگ مکار ہو لیکن میں اب حجت خدا تم پر تمام کرتا ہوں لازم ہے کہ کل فلاں موضع میں جمع ہوا ور نقض بیعت نکرو عقوبت الٰہی سے ڈرو اس خطبہ کے بعد پھر آپ نے ایک عشرہ تک اُن کی جمعیت کا انتظار کیا مگر اسیقدر جس قدر اول دن نکلے تھے نہ اس سے کسی دن لوگ زیادہ نکلے نہ کم اور یہ خاصکر وہی تھے جو آپ کی عقیدت اور اطاعت میں خالص اور کامل تھے جیسا ہم اوپر لکھ آئے ہیں آپ نے باوجود طبیعت کی ناسازی اور زخم کی شدت کے اپنے اتمام حجت کے موعودہ مضامین کو ذیل کے الفاظ میں اس جماعت کے سامنے اعادہ فرمایا :۔
ایہا الناس ! مجھے اس گروہ سے تعجب ہے کہ جو نہ حیا رکھتے ہیں اور نہ ایمان تم پر وائے ہو خدا کی قسم معاویہ جس بات کا میرے قتل پر تمہارا ضامن ہوا ہے اُسیر ہرگز وفا نکرے گا اور میں تمہیں چاہتا تھا کہ دین حق پر قائم رکھوں مگر تم نے میری مطلق مدد نہ کی میں تنہا بھی خدا کی عبادت کر سکتا ہوں لیکن خدا کی قسم اگر میں اس امر کو (خلافت کو) معاویہ کے سپرد کر دوں تو تم لوگ دولت بنی اُمیہ میں خوشحال نہ ہوگے بلکہ وہ تم پر انواع عذاب کریں گے اور گویا میں اس وقت تمہارے فرزندوں کو دیکھ رہا ہوں کہ ان کے فرزند (بنی اُمیہ) کے گھروں کے دروازوں پر کھڑے کھانا اور پینا مانگ رہے ہیں اور وہ (بنی اُمیہ) ان کو نہیں دیتے خدا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم کھا کر میں تم سے کہتا ہوں کہ میں ہرگز یہ حکومت معاویہ کے لئے نہ چھوڑتا کیونکہ خلافت بنی اُمیہ کے لئے حرام ہے پس اے بندگان دنیا تم پر نفرین ہو اور تم بہت جلد اپنے اعمال کے وبال میں گرفتار ہوگے۔
ملا مجلسی علیہ الرحمہ نے اس واقعہ کے بعد سے صلح کے حالات مندرج فرمائے ہیں ہم اپنے سلسلۂ بیان کو یہیں سے شروع کرتے ہیں اور عبداللہ ابن عامر کے پیام اور جناب امام حسن علیہ السلام کے اس خطبہ کو جس کو ہم نے جلاء العیون سے لکھا ہے معاملات صلح کے ابتدائی واقعات میں شمار کرتے ہیں جلاء العیون کے معتبر مولف عطراللہ ضریحہٗ تحریر فرماتے ہیں کہ اہل عراق کے اتمام حجت فرمانے کے بعد جناب امام حسن المجتبیٰ علیہ التحیۃ والثنا نے معاویہ کو ایک خط لکھا جس کی عبارت یہ تھی۔
اے معاویہ میں چاہتا تھا کہ کتاب خدا اور سنت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جاری کر دوں لوگوں نے مجھ سے موافقت نہیں کی اب مجھکو منظور ہے کہ میں چند شرطوں پر تیرے ساتھ صلح کر لوں ہر چند کہ مجھکو یہ معلوم ہے کہ تو ان شرطوں پر بھی کبھی وفا نہیں کرے گا اس بادشاہی پر جو تجھے نصیب ہے خوش نہو کہ تو بہت پشیمان ہوگا جس طرح اوروں نے بادشاہی کی اور پشیمانی اُٹھائی اور ان کی پشیمانی ان کو کوئی نفع نہ پہنچا سکی جلاء العیون ص ۲۶۹
معاویہ کو اس خط کے ماننے میں کب عذر ہو سکتا تھا فوراً اسیوقت نہایت نرمی سے منظوری کا جواب گیا

اس کا جواب پاکر امام حسن علیہ السلام نے عبداللہ ابن الحارث ابن عبید اللہ ابن عبدالمطلب اپنے پسر عم کو معاویہ کے پاس شرائط صلح کے طے کرنے کے لئے بھیجا علامہ طبری نے واقعہ کی تو یہی صورت لکھی ہے مگر عبداللہ ابن الحارث یا کسی شخص کا نام نہیں لکھا ہے۔

طبری جلد چہارم ص ۹۰۳ روضۃ الصفا اور دیگر مورخین نے عبداللہ ابن عامر کو جانبین میں پیام و سلام کی خدمت انجام دیتے ہوئے بتایا ہے ان تاریخوں میں اور جلاء العیون کے بیان میں جو اختلاف ہے تو اس کی نسبت ہم کہہ سکتے ہیں کہ شرائط صلح اور اس کے متعلق دیگر معاملات میں یہ ممکن ہے کہ عبداللہ ابن عامر معاویہ کی طرف سے اور عبداللہ ابن الحارث امام حسن علیہ السلام کی طرف سے مقرر ہوئے ہوں اس قربانیوں سے دونوں مورخین کا لکھنا صحیح معلوم ہو سکتا ہے ٭٭٭

معاملات صلح

بہرحال عبداللہ ابن الحارث نے امام حسن علیہ السلام کے فرمان کے مطابق ذیل کے شرائط پر معاویہ سے صلح منظور کر لی ملا مجلسی علیہ الرحمہ نے صلحنامہ کا یہ مضمون لکھا ہے:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب امام حسنؑ ابن علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام نے معاویہ بن ابی سفیان سے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ میان مردم بکتاب خدا و سنت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم شائستہ عمل کرے:

(۲) اپنے بعد کسی کو اس کام پر معین نہ کرے (۳) شام و عراق حجاز و یمن اور ہر جگہ کے لوگ اس کے شر اور غدر سے امین رہیں (۴) اصحاب علی علیہ السلام اور ان کے تمام شیعہ اپنی جان و مال زنان و فرزند کے ساتھ بے خوف و مطمئن رہیں (۵) جناب امام حسنؑ علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام اور جمیع اہلبیت و خویشان رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاویہ کوئی مکر اور کوئی غدر نہ کرے اور پنہان و آشکار کوئی ضرر نہ پہنچائے اور ان میں سے کسی کسی کے مقام پر نہ ڈرائے اور ہر ذی حق کا حق پہنچائے (۶) ہر سال خراج ملک سے پچاس ہزار درہم آنحضرت علیہ السلام کو بھیجا کرے (۷) جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کو برا نہ کہے اور قنوت نماز میں جیسا ان کا قاعدہ ہے جناب امیر علیہ السلام اور ان کے شیعوں کو برا نہ کہے۔

یہ صلحنامہ لکھکر تیار ہو گیا اور عبداللہ ابن حارث عمر ابن ابی سلمہ اور عبداللہ ابن ابی شمرہ وغیرہم نے اس صلحنامہ پر اپنے دستخط کر لئے جلاء العیون ص ۲۶۹ جلد دوم

تاریخ طبری نے صلحنامہ کا مضمون اس عبارت میں لکھا ہے۔

امام حسن علیہ السلام خواست کہ با وے معاویہ صلح کند بآن شرطہا کہ او گوید (۱) علی علیہ السلام را لعنت نکند (۲) امام حسن علیہ السلام را باز بمدینہ فرستد (۳) ہر خواستہ کہ در بیت المال ست بعراق و کوفہ بہ حسن علیہ السلام رہا کند تا میان او و میان برادرانش و خواہرانش باشد و آں خواستہ پنج ہزار درہم بود۔ (۴) درہم خراج دار آبجرد ہر سال بحسن علیہ السلام دہد و آں شہر سیت از شہرہائے فارس نزدیک بصرہ و حسن علیہ السلام ایں را برائے آں ہمی خواست کہ از علی علیہ السلام چیزے نماندہ بود و فرزندان بسیار بودش خواست تا درویش نباشند زیرا کہ چوں علی علیہ السلام بمرد ششصد درہم ماند پس معاویہ عبدالرحمٰن بن عمرو عبدالرحمٰن بن سمرہ بن جندب را فرستادہ و با ایں ہمہ شرطہا وفا کرد مگر بیحرمتی کردن علی السلام کہ ایں بپذیرم ولیکن چوں تو حاضر باشی بہ فرمایم تا بے حرمتی او نکنند تاریخ طبری جلد چہارم ص ۶۰۲

روضۃ الصفا کے ذی قدر مصنف نے اس صلح کے مضامین کو ذیل کی عبارت میں مندرج فرمایا ہے۔

چوں امام علیہ السلام جبن و ضعف اصحاب خود مشاہدہ فرمود بعبد اللہ ابن عامر پیغام فرستاد کہ من ترک خلافت گفتہ زمام اختیار را در کف معاویہ می نہم اما آں مشروط بچند شرط است ابو حنیفہ دنیوری می گوید کہ شروط ایں بود (۱) کہ معاویہ اگر کینہ از اہل عراق و تابعان و شیعیان امیر المومنین علیہ السلام داشتہ باشد انتقام نکشد (۲) و ہر اسود و احمر از وے در امان بودہ ہیچکس را مواخذہ نکند (۳) خراج اہواز را ہر سالہ بآں حضرت مسلم دارد (۴) و مبلغ دو ہزار درہم سال بسال بمدینہ بفرستد تا حسن علیہ السلام در مہمات خود نماید (۵) دیگر امیر المومنین علیہ السلام را سب نکند گویند کہ معاویہ مجموع شروط را قبول کرد الا سب امیر المومنین علیہ السلام را اما گفت کہ در مجلسے امام حسن علیہ السلام باشد امیر المومنین علیہ السلام را سب نکنند روضۃ الصفا جلد سوم ص ۹

ابو الفداء اپنی مستند اور معتبر تاریخ المختصر میں اس صلحنامہ کی نسبت یہ عبارت درج فرماتے ہیں۔

(۱) جو مال اس وقت تک بیت المال کو فہ میں موجود ہے وہ میرے اور میرے ہمراہیوں کے لئے چھوڑ دیا جائے۔
(۲) دار ابجرد متعلقہ ملک فارس کا محاصل ہمیشہ کیلئے اہلبیت طاہرین علیہم السلام کے مصارف اور گذران کے واسطے چھوڑ دیا جائے (۳) اس وقت تک جو سب امیر المومنین علیہ السلام کی جاتی ہے اور ان کی شان میں لاطائل کلمات کہے جاتے ہیں وہ سب موقوف کر دیئے جائیں۔

محقق ابو الفداء کا شمل تاریخ طبری اعثم کوفی روضۃ الاحباب روضۃ الصفا وغیرہم کے بیان سے کہ معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کی طرف سے ان شرائط کو قبول کر لیا مگر سب علی علیہ السلام کی نسبت کہلا بھیجا کہ اسے ضرور کہیں گے آخر کار بعد اصرار بسیار یہ تجویز ہوا کہ جس مجلس میں امام حسن علیہ السلام موجود ہوں امیر المومنین علیہ السلام پر زبان طعن و تشنیع دراز نہ کی جائے لیکن اس شرط کو بھی پورا نہیں کیا بیت المال کوفہ میں لاکھ درہم تھے وہ امام حسن علیہ السلام کے ہاتھ لگے باقی داراب جرد کا خراج کبھی اہلبیت طاہرین یا امام حسن علیہ السلام کو نہیں دیا دیکھو ترجمہ تاریخ ابو الفداء ص ۳۴۳ مطبوعہ مطبع انصاری دہلی۔

صواعق محرقہ میں علامہ ابن حجر صلحنامہ کی یہ عبارت لکھتے ہیں۔

ولما صالح الحسن علیہ السلام معاویہ کتب الصلح وصورتہ بسم اللہ الرحمن الرحیم هذا ما صالح علیہ حسن ابن علی علیہما السلام و معاویہ ابن ابو سفیان صالحۃ علی ان یسلم ولایۃ المسلمین علی ان یعمل فیہم بکتاب اللہ و سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و سیرۃ الخلفاء الراشدین

(۲) ولیس لمعویہ ان یعهد الی احد من بعدہ عهدا بل یکون الامر من بعدہ شوری بین المسلمین

(۳) علی ان الناس آمنون حیث کانوا من ارض اللہ تعالی فی شامہم و عراقہم و حجازہم و یمنہم (۴) علی ان اصحاب علی و شیعتہ آمنون علی انفسہم و اموالہم و نساءہم و اولادہم حیث کانوا (۵) علی معویہ بذالک عهد اللہ و میثاقہ لا یبتغی للحسن ابن علی ولا لاخیہ الحسین علیہ السلام ولا لاحد من اهلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم غائلۃ سرا ولا جهرا ولا یخاف احد من هم فی افق من الآفاق شهد علیہ فلان و فلان وکفی باللہ شهیدا۔

جناب امام حسن علیہ السلام نے معاویہ ابن ابی سفیان سے ان شرائط پر صلح کر لی کہ وہ تمام مسلمین کی حکومت مطابق کتاب خدا و سنت رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم و سیرت خلفا کے کرے گا۔

(۲) اپنے بعد معاویہ امر خلافت کسی دوسرے کو سپرد نہ کرے بلکہ مسلمین کے مشورے پر چھوڑ دے۔

(۳) تمام بلاد خدا میں بنی نوع انسان عام اس سے کہ شام میں ہوں کہ عراق میں حجاز میں کہ یمن میں امن و امان میں رہیں (۴) اصحاب علی علیہ السلام اور آپ کے شیعہ اپنی جان و مال اور اہل و عیال کے ساتھ امن و امان میں رہیں (۵) معاویہ خدا کے سامنے یہ اقرار کرتا ہے کہ وہ کبھی ظاہر یا باطن کسی طرح جناب امام حسن علیہ السلام یا آپ کے برادر عالی مقدار جناب امام حسین علیہ السلام یا اہلبیت علیہم السلام میں سے کسی حضرت کو کوئی آزار نہ پہنچائے اور نہ ان کو ڈرائے یا دھمکائے فلاں فلاں نے اسپر گواہی دی اور آیہ کفے باللہ شہیدا اپنی شہادت کی عبارت میں تحریر کیا۔

اسلامی تالیفات کے علاوہ موجودہ زمانہ کی انگریزی تاریخوں میں بھی جو آخرکار انہیں عربی اور فارسی کے مستند اور معتبر ماخذوں سے تیار کیگئی ہیں بالکل یہی واقعات مندرج ہیں جو ابھی ابھی اسلام کی متعدد اور مختلف تاریخوں سے نقل کر چکے ہیں انگریزی تاریخوں میں سب سے پہلی انگریزی تاریخ جو اسلام کے حالات کی تفصیل میں لکھی گئی ہے وہ مسٹر سائمن وی اکلی کی ہسٹری آف سارا سائنس جس کو خود مصنف نے ۱۷۱۸ء میں عربی کی اصلی ماخذوں سے جمع کرکے تالیف کیا مسٹر اکلی نے تاریخ ابن اثیر اور المکین وغیرہ کے اسناد سے لکھا ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام نے معاویہ امیر شام کے مقابلے میں ذیل کی شرائط

پر صلح کرلی (۱) جس قدر بیت المال کوفہ میں موجودہ رقم ہے وہ جناب امام حسن علیہ السلام کے لئے چھوڑ دیا جائے (۲) خراج متعلقہ ملک فارس آپ کے اور آپ کی اہلبیت طاہرین علیہم السلام کے مصارف کے لئے فروگذاشت کردیا جائے (۳) معاویہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی نسبت بُرے کلمات کا استعمال نکرے معاویہ آخر والی شرط قبول کرنے پر راضی نہوا تب آخرکار جناب امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ جس مجلس میں ہم موجود ہوں وہ کلمات نہ استعمال کئے جائیں معاویہ نے اسوقت اقرار کیا لیکن اپنے اقرار کو بھی پورا نکیا (ہسٹری آف سارا سائنس ص ۳۲۷)۔

ہم نے مختلف تاریخوں سے امام حسن علیہ السلام کا ایک صلحنامہ معہ ان کی تمام شرطوں کے تحریر کردیا اس میں شک نہیں کہ تاریخوں میں باخودہا اختلاف واقع ہے مگر سوائے عبارت صواعق محرقہ کے جس کو ہم نے کتاب ینابیع المودۃ شیخ سلیمان القندوزی الحنفی النقشبندی شیخ الاسلام قسطنطنیہ ص ۲۴۴ مطبوعہ بمبئی سے لکھا ہے اور کسی تاریخ میں ایسا اختلاف واقع نہیں ہوا ہے لیکن علامہ ابن حجر کا اختلاف ایسا بیّن اور خلاف واقع اختلاف ہے جس کی نسبت ہم کو تھوڑی تنقید کی شدید ضرورت ہے۔

شیخ ابن حجر نے اپنی کتاب میں ایک شرط مسلم چھوڑدی ہے اور اس کا صلحنامہ میں کہیں اشارۃً بھی ذکر نہیں کیا حالانکہ وہ شرط ایسی معتبر اور متواتر مستند بین الفریقین ہے کہ بلا اختلاف تمام تاریخوں میں درج ہے جس فرقے اور جس طبقے کے علمائے کرام کی تالیفات و تصنیفات اس کی تحقیق میں دیکھی جاویں گی ان میں سبّ علی علیہ السلام کی شرط ایسی واضح طور سے درج ہے کہ پھر اس میں کسی کو شک کرنے کی سرمو گنجائش نہیں ہے مگر علامہ ابن حجر نے اسکو اپنی کتاب میں قطعی طور سے چھوڑ دیا اس لئے ہم کو ضرور ہے کہ ہم انکی تصحیح و تنقید کردیں۔

ہم تاریخ طبری تاریخ ابوالفدا تاریخ روضۃ الصفا تاریخ اعثم کوفی روضۃ الاحباب وغیرہ کے اسناد سے سبّ علی علیہ السلام کی شرط کو اس صلحنامہ میں مندرج ہونا کافی طور سے ثابت کرآئے ہیں اور پھر اس خصوصیت کے ساتھ کہ معاویہ کو صلحنامہ کی کسی شرط کے قبول کرنے میں کوئی عذر نہوا مگر اس شرط کی اجابت اور قبولیت پر وہ کسی طرح راضی نہیں ہوتے تھے آخر کار با صرار بسیار یہ قبول کیا کہ جس مجلس میں جناب امام حسن علیہ السلام تشریف لائیں گے اس مجلس میں احتیاط کی جائیگی جلاء العیون ص ۲۰۰ طبری جلد چہارم ص ۲۰۶ ابوالفدا ص ۳۴۴ روضۃ الصفا مطبوعہ بمبئی جلد سوم ص ۶

مورخ ابوالفدا اوپر کی عبارت تحریر فرماکر پھر لکھتے ہیں کہ باوجود اس شرط کے کہ جس مجلس میں جناب امام حسن علیہ السلام ہوں گے وہاں نہیں کہیں گے اس شرط پر بھی وفا نہیں کی دیکھو تاریخ ابوالفدا ص ۳۴۴ اتنی کثیر اور متواتر اسناد کے مقابلے میں صواعق محرقہ کی تنہا عبارت کیسے اعتبار کے لائق سمجھی جاوے گی ایک ان کے انکار کردینے سے ایک ایسا امر مسلمہ جسپر دونوں فرقوں کے محدثین اور متکلمین اتفاق کرچکے ہیں

کیسے انکار کیا جا سکتا ہے اگرچہ سب علی علیہ السلام کے ثبوت کے متعلق ہم کافی طور سے اس سلسلہ کی جلد اول میں لکھ چکے ہیں مگر پھر اس مقام کو مناسب سمجھکر دو ایک واقعات اس کے ثبوت میں معتبر ماخذوں سے انتخاب کر کے ذیل میں لکھے دیتے ہیں :-
معاویہ کے دل میں عداوت علیؑ علیہ السلام کی تو تلاش ہی بیکار ہے تاریخیں پکار رہی ہیں کہ انسے بڑھکر کوئی دوسرا دشمن نہیں تھا اور جبتک کہ کسی کے دل میں کسی کی طرف سے عداوت اور دشمنی کے خیال نہیں ہوتے ایسے لغویات اور حشویات کا علی الاعلان اظہار نہیں ہوتا معاویہ جیسا کچھ ان خیالوں کی طرف شدت سے محو تھا وہ ذیل کے تتمہ

متعلقہ معاملات مصالحت

روضۃ المناظر ابن شحنہ برحاشیہ تاریخ ابن اثیر یہ عبارت درج ہے :-
لما توفی علی رضی اللہ عنه بویع بالخلافة ولدہ الحسن رضی اللہ عنه ثم بعد ستة اشهر صالح معاویہ وترك الخلافة علی ان لا یسب علیا ویعطیه ما بیت المال بالکوفه وخراج دارابجرد ولم یف له معاویة بشیءٍ مما عاهد علیه
جب علی مرتضیٰ علیہ السلام نے وفات پائی تو بیعت خلافت ان کے فرزند حسنؑ ابن علی علیہ السلام کے دست حق پرست پر ہوگئی پھر بعد چھ مہینے کے حضرت امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کر لی اور اس عہد پر خلافت کو چھوڑ دیا کہ معاویہ امیر المومنین علی علیہ السلام کو دشنام نہ دے اور جو کچھ مال بیت المال کوفہ میں ہے اور خراج داراب گرد اس جناب کو ملے مگر معاویہ نے کسی شے کے ساتھ وفا نہ کی جسپر خود عہد کیا تھا :
پھر اسی روضۃ المناظر میں ہے وکان معاویہ وعمّاله یسبّون علیاً علی المنابر معاویہ اور اس کے عمال منبروں پر حضرت علی علیہ السلام کو گالیاں دیتے تھے۔
تاریخ ابن الوردی جلد اول میں یہ عبارت درج ہے والشروط یعطیه ما فی بیت المال الکوفة و خراج دارابجرد من فارس وان لا یسب وهو یسمع فاجابه معاوني به
ابن وردی نے کہا کہ شرطیں یہ تھیں کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کو جو کچھ بیت المال کوفہ میں ہے وہ دیں اور خراج داراب گرد کا فارس سے دیں اور علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کو گالیاں ندیں مگر معاویہ نے دشنام سے باز رہنے کی شرط قبول نہیں کی آخر امام حسن علیہ السلام نے یہ چاہا کہ ایسے موقع پر گالیاں ندی جائیں کہ آواز ہمارے کان میں پڑے اس کو معاویہ نے منظور تو کیا مگر اسپر بھی عہد کو وفا نکیا۔
تاریخ ابو الفدا تاریخ طبری اور تاریخ ابن اثیر جزری کی عربی عبارت یہ ہے
وکان الذی شرط طلب الحسن من معاویه ان یعطیه ما فی بیت المال الکوفة وخراج دارابجرد من فارس

سے ظاہر ہے: علامہ ابن مردویہ فردوس الاخبار میں لکھتے ہیں۔

عن عبد الله الکندی قال حج معاویة والی المدینة واصحاب النبی صلی الله علیه واله وسلم متوافرون فجلس فی حلقة بین عبد الله ابن عباس وعبد الله ابن عمر الخلیفة المقتول فضرب بیدہ علی فخذ ابن عباس ثم قال ماکنت احق واولی بالامر من ابن عمك قال وهم قال لانی ابن عم الخلیفة المقتول ظلما قال هذا اذا یعنی ابن عمر اولی بالامر منك لان اباه قد قتل قبل ابن عمك فاعرض ابن عباس واقبل علی سعد ابن ابی وقاص وقال وانت یا سعد الذی لم یعرف حقنا من باطل غیرنا فیکون معنا او علینا قال سعد انی لما رایت الظلمة قد غشیت الارض قلت لبعیری نخ فانخته حتی اذا اسفرت مضیت قال والله لقد قرات المصحف یوما بین الدفتین وما وجدت فیه نخ فقال اما اذا ابیت فانی سمعت رسول الله صلی الله علیه واله وسلم یقول لعلی علیه السلام یقول لعلی انت مع الحق وعلی مع الحق والحق معك قال لتجئنی بمن سمعه معك اولا فعلن قال ام سلمه علیها السلام فقال فقاموا معه حتی دخل علی ام سلمة قال فبدا معویه فی الکلام فقال یا ام المومنین ان الکذاب قد کثرت علی رسول الله صلی الله علیه واله وسلم فلا یزال قائل یقول قال رسول الله صلی الله علیه واله وسلم ما لم یقل وان سعدا روی حدیثا زعم انك سمعته منه قالت

بقیہ حاشیہ ص ۷۴ ، وان لا یسب علیا فلم یجبه الی الکف عن سب علی علیه السلام فطلب الحسن ان لا یشتم علیا وهو یسمع فاجابه الی ذالك ثم لم یف له به ایضا اما دارابجرد فان اهل البصرة منعوه منه وقالوا هو فیئنا لا نعطیه احدا وکان منعهم بامر معاویه

اور وہ چیز کہ طلب کی تھی امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے یہ تھی کہ

اول دیدے ان کو وہ مال جو بیت المال کوفہ میں ہے۔

دوم خراج داراب گرد کا فارس سے

سوم یہ کہ گالی نہ دے علی علیہ السلام کو

مگر معاویہ نے باز رہنا دشنام جناب امیر المومنین علی علیہ السلام سے قبول نکیا۔

آخر جناب امام حسن علیہ السلام نے فرمایا

کہ ان کی حاضری میں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کو گالی نہ دے۔

معاویہ نے اسکو قبول کر لیا

مگر پھر یہ بھی عہد پورا نکیا

خراج داراب جرد کی یہ حالت ہوئی کہ اسکو بصرے والوں نے روکا اور کہا کہ یہ مال ہمارا فئے ہے ہم اسکو کسی کو بھی نہ دینگے یہ روکنا بھی انکا معاویہ کے حکم سے تھا۔ (از کتاب فضل المبین ص ۲۴)

ما ھو قال زعم ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لعلی علیہ السلام انت مع الحق والحق معک قالت صدق فی بیتی قالہ فاقبل علے سعد فقال الآن الوم ما کنت علیہ واللہ لو سمعت ھذا من رسول اللہ ما زالت خادمًا لعلی حتی اموت

عبداللہ بن الکندی سے منقول ہے کہ میں ایک دفعہ حج کر کے مدینہ گیا اس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ وہاں پر کثرت سے تھے وہ ایک مجلس میں گیا جہاں پر عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن عمر بیٹھے ہوئے تھے معاویہ ابن عباس کی ران پر ہاتھ مار کر کہنے لگا کہ میں آپ کے ابن عم یعنی جناب امیر علیہ السلام سے خلافت کے لئے زیادہ حق دار تھا یا نہیں ابن عباس نے کہا کیسے معاویہ نے کہا میں خلیفہ مقتول کا ابن عم ہوں ابن عباس نے جواب دیا شاید یہ شخص یعنی عبداللہ ابن عمر تجھ سے زیادہ مستحق ہے کیونکہ اس کے باپ تیرے ابن عم سے پہلے شہید ہوئے ہیں یہ سنکر اس نے عبداللہ ابن عباس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور سعد ابن وقاص کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا اے سعد تو وہی شخص ہے کہ جس نے ہمارے حق کو ہمارے غیر کے باطل سے نہ پہچانا اور ہمارا ساتھ نہ دیا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا جب میں نے دیکھا کہ اندھیرا تمام زمین پر چھا گیا ہے میں نے اپنے اونٹ سے کہا بیٹھ جا اور ہم نے اس کو بٹھا دیا یہاں تک کہ مصیبت ٹھہر گئی معاویہ نے کہا قسم خدا کی میں نے دن بھر اول سے آخر تک قرآن شریف پڑھا ہے اس میں میں نے یہ بیہودہ بات نہیں پائی سعد کہنے لگے جب یہ بات ثابت بھی ہو جائے میں نے جناب رسول خدا کو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی نسبت فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تو حق کے ساتھ ہے اور حق تیرے ساتھ ہے معاویہ کہنے لگے کہ میرے ساتھ چل تو نے کس کے سامنے اس حدیث کو سنا ہے ورنہ میں تیرے ساتھ کچھ کر نہ بیٹھوں سعد نے کہا میں نے جناب ام المومنین ام سلمہ سلام اللہ علیہا کے سامنے اس حدیث کو سنا ہے معاویہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ اور لوگ بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ لوگ جناب ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے معاویہ نے کلام شروع کیا کہ یا ام المومنین بہت سی جھوٹی باتیں جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہو گئیں ہیں ہمیشہ کہنے والا یہی کہتا ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا ہے حالانکہ وہ بات آنحضرت نے نہیں فرمائی ام المومنین نے فرمایا وہ کیا ہے معاویہ کہنے لگا ان کا زعم ہے (سعد کی طرف اشارہ کر کے) کہ آنحضرت نے حضرت علیؑ کی نسبت ارشاد فرمایا ہے کہ تو حق کے ساتھ ہے اور حق تیرے ساتھ ہے ام المومنین فرمانے لگیں سعد سچ کہتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث کو حضرت علی علیہ السلام کے حق میں میرے ہی گھر میں ارشاد فرمایا تھا معاویہ سعد کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا اب میں ملامت کے قابل ہوں جس بات پر کہ میں تھا واللہ اگر یہ حدیث میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہوتی تو اپنے مرتے دم تک میں جناب امیر علیہ السلام کا خادم بنا رہتا۔

سوانح عمری علی علیہ السلام ص ۷۸ مطبوعہ لاہور

اس واقعہ سے امیر معاویہ کی وہ عداوت اور دشمنی جو انکو جناب امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے حاصل

تھی بخوبی معلوم ہوگئی اور تحقیق تک پہنچ گئی کہ اُنہوں نے اپنے اختلاف و انحراف کے خیالوں میں نہ اُنہوں نے عبداللہ ابن عباس محیط العلم والصحابہ کا لحاظ کیا اور نہ سعد ابن ابی وقاص یکو جھوٹا ثابت کرنے میں دریغ فرمایا جو عشرۂ مبشرہ میں داخل تھے آخرکار جب اُم المومنین اُم سلمہؓ سے تصدیق کر لی تو چین آیا شرماکر جناب امیر علیہ السلام کی عقیدت کا اظہار بھی کیا تو اس طرح کہ اگر میں نے ان کے حق میں آنحضرت سے یہ حدیث سُنی ہوتی تو ہمیشہ غلام بنا رہتا اتنا کچھ ہو جانے کے بعد بھی اپنے خاص سننے کی شرط لگا ہی دی۔

بہرحال یہ طولانی واقعہ تو ہم نے صرف معاویہ کی شدت عداوت کے ثبوت میں لکھا ہے اب ہم سبّ علی علیہ السلام کے ثبوت ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

علامہ ابوالحسن علی ابن محمد ابن یوسف المدائنی کتاب الاحداث میں بذیل تذکرہ معاویہ ابن ابی سفیان لکھتے ہیں

کتب معاویة نسخه واحدة الی عماله بعد عام الجماعة ان برئت الذمة ممن روی شیئاً من فضل ابی تراب واهل بیته فقامت الخطباء فی کل کورة وعلی منبر یلعنون علیاً ویبرؤن منه ویقولون فیه وفی اهلبیته

معاویہ نے ایک حکم نامہ اپنے تمام ملکی عمّال کو لکھ بھیجا کہ جو کوئی فضائل علی علیہ السلام یا ان کی اہلبیت علیہم السلام کا ذکر کرے تم ان پر تبرّا کرو پس خطیبوں نے گلیوں میں اور منبروں پر جناب امیر علیہ السلام اور ان کی اہلبیت علیہم السلام پر لعنت کرنی شروع کر دی۔

تاریخ ابوالفداء میں اس واقعہ کے متعلق یہ عبارت تحریر ہے:۔

وکان معاویة وعماله یدعون لعثمان فی الخطبة یوم الجمعة ویسبّون علیاً وکان المغیرة متولی الکوفة کان یفعل ذالك بطاعته

معاویہ اور اس کے عمّال جمعہ کے دن والے خطبوں میں عثمان کے واسطے دعائیں مانگتے تھے اور جناب امیر علیہ السلام پر لعنت کرتے تھے اور مغیرہ حاکم کوفہ تھا وہ بھی اطاعت معاویہ کی وجہ سے ایسا ہی کرتا تھا پھر اسی نسخہ کے ص۲ میں یہ عبارت درج ہے:۔

کان خلفاء بنی اُمیه یسبّون علیاً من سنة احدی واربعین وهی السنة التی خلع الحسن علیه السلام فیها نفسه من الخلافة الی اوّل سنة تسع وتسعین آخر ایّام سلیمان ابن عبد الملك فلمّا ولی عمر ابطل ذالك وکتب الی نوّابه بابطاله

ابتدائی خلع خلافت امام حسن علیہ السلام از ۴۱ھ ہجری تا ۹۹ھ ہجری یعنی از عہد معاویہ تا آخر دور سلیمان بن عبدالملک خلفائے بنی اُمیہ جناب امیر علیہ السلام اور ان کے اہلبیت پر لعنت کیا کرتے تھے جب عمر ابن عبدالعزیز حاکم ہوا تو اس نے اسکو باطل کیا اور اسکی موقوفی کے احکام اپنے تمام نوّاب کو لکھ بھیجے۔

علامہ شیخ حسین دیار بکری نے بھی اپنی معتبر تاریخ الخمیس کی جلد دوم صفحہ ۳۱۷ مطبوعہ مصر میں یہی مضمون تحریر

فرمایا ہے یہاں تک تو ہم نے تاریخوں سے اس واقعہ کا پتہ لگایا ہے اب محدثین اور علما کے صحاح اور مسانید سے بھی اس کا ثبوت ذیل میں درج ہے :-

امام مسلم امام ترمذی اور امام نسائی نے اپنے صحاح میں اور امام احمد ابن حنبل نے اپنی مسند میں متفق اللفظ ہو کر یہ عبارت درج فرمائی ہے :-

عن سعد ان معاویه امرہ فقال ما یمنعك ان تسب ابا تراب فقال اما ذکرت ثلاثا قالھن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم اما ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبوة بعدی وسمعته یقول یوم خیبر لاعطین الرایة غدا رجلا یحب الله ورسوله فتطاولنا فقال ادعوا علیا وابی به ارمد فبصق فی عینیه ودفع الرایة الیه ففتح الله علیه ولما نزلت هذه الایة فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم الخ دعا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم علیا وفاطمة وحسنا وحسینا صلوات الله علیهم اجمعین فقال اللهم هؤلاء اهلبیتی

سوانح عمری علی علیہ السلام ص ۷۷ لاہور

سعد سے روایت ہے کہ معاویہ نے مجھکو جناب امیر علیہ السلام کے سب کرنے کے لئے حکم دیا اور کہا تم ابو تراب پر لعنت (معاذ اللہ) کیوں نہیں کرتے میں نے کہا کہ میں نے تم سے تین باتوں کا ذکر نہیں کیا ہے جو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنی ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کو بعض غزوات میں اپنے عقب چھوڑا تو اُنہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مجھے عورتوں اور لڑکوں کے پاس پیچھے چھوڑے جاتے ہیں آنحضرت نے فرمایا کیا تو راضی نہیں ہے کہ تیری منزلت ویسی ہی ہے جیسے ہارونؑ کی موسٰیؑ کے نزدیک گو کہ نبوت میرے بعد نہیں ہے اور میں نے خیبر کے بعد آنحضرتؐ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ ہم کل علم ایسے کو دیں گے جو خدا اور خدا کے رسولؐ کو پیار کرتا ہے اور جسے خدا اور رسولؐ پیار کرتے ہیں پس ہم علم کی طرف بڑھے تو آپ نے ارشاد فرمایا علی علیہ السلام کہاں ہیں اور وہ اس دن آشوب چشم میں مُبتلا تھے وہ حاضر ہوئے تو آنحضرتؐ نے لعاب دہن ان کی آنکھوں میں لگا دیا اور علم ان کو عنایت فرمایا اور اللہ نے ان کو فتح دی اور جب یہ آیۃ نازل ہوا پس کہدے کہ بلاؤ تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنے بیٹوں کو تم اپنی عورتوں کو ہم اپنی عورتوں کو تم اپنی جان کو ہم اپنی جان کو الخ یہ کہکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ علیہم السلام کے لئے دعا فرمائی کہ پروردگارا یہی میرے اہلبیت ہیں۔

ہمارے ہمعصر بزرگ خواجہ عبید اللہ صاحب بسمل امرتسری اپنی معتبر تالیف ارجح المطالب فی عدمنا قب علی ابن ابی طالب علیہما السلام کی جلد سوم ص ۵۵۰ میں بذیل تنقید مسئلہ خطائے اجتہادی معاویہ یہ عبارت تحریر فرماتے ہیں۔

یہ حدیث تو صحاح کی ہم نے پیش کی (وہی حدیث جو اوپر ابھی ابھی تحریر ہو چکی ہے) اس قسم کی صدہا حدیثیں

ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امیر معاویہ نے اس بدعت کو خطبہ میں ایجاد کیا جو خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز کے وقت تک جاری رہی اور اس نامور خلیفہ نے اس کو منسوخ کیا یہ ایسے واقعات محققہ ہیں کہ جن سے کسی نے انکار نہیں کیا پس کیا یہ امور قبیحہ اور یہ بدعت سئیہ بھی خطائی الاجتہاد ہو سکتی ہیں حاشا و کلا۔

سوانح عمری علیہ السلام مطبوعہ لاہور ص ۵۵۸۔

اتنے واقعات لکھ کر بھی اتنے واقعات اس ثبوت میں اور ہماری پیش نظر ہیں جن کی تفصیل کو صرف تطویل کا باعث سمجھکر ہم قلم انداز کرتے ہیں اور اپنے ناظرین کو دکھلا دیتے ہیں کہ ایسے مشہور متواتر اور متفق علیہ واقعات سے جبکہ تمام مورخین محدثین علما اور فضلاء اتفاق کر چکے ہیں اور جو اپنی ایجاد کے وقت سے لیکر برابر اسوقت تک صحاح مسند اور تمام اسلام کی چھوٹی بڑی کتابوں میں درج ہوتا چلا آیا ہے وہ ایک تنہا ابن حجر کے چھپائے سے چھپنے والا نہیں ہے یہ ان کی تحصیل حاصل اور فکر لاطائل ہے جو کبھی اعتبار کے قابل نہیں ہو سکتا ہے بہرحال ہم پھر اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں صلحنامہ کے مضامین قریب قریب وہی تھے جو ہم مختلف تاریخوں کے اسناد سے اوپر لکھ چکا ان شرائط کی تفصیل میں کوئی ایسا فرق نہیں ہے اگر کہیں ہے بھی تو جزوی طور پر جو کسی لحاظ کے قابل نہیں ہو سکتا ہ

صلح کے بعد سے معاودت مدینہ تک کے حالات

یہ صلحنامہ جانبین کی شہادت اور عہد و پیمان وغیرہ سے مکمل ہو کر طیار ہو گیا اور فریقین نے اسیوقت سے اپنے اپنے باہمی مقابلہ و مقاتلہ کے سامانوں سے دستکشی اختیار کی معاویہ نے وہیں سے اپنے کوفہ جانے کا ارادہ کر لیا اور اپنے لشکر کی آراستگی اور ضروریات سفر کی درستی کی فکر کرنا شروع کی جناب امام حسن علیہ السلام نے مدینہ منورہ کی مراجعت کا ارادہ فرمایا۔

معاویہ کو کوفہ پہنچنے کی جیسی کچھ تمنا اور جیسی کچھ عجلت تھی وہ میرے بیان کی محتاج نہیں آج چار چار پانچ پانچ برسوں سے معاویہ کو اس شہر کے باشندوں نے ہر موقع اور ہر مقام پر ان کی تمام زور کشی اور محاصروں کے وقت کامل شکست پہنچائی تھی اس وجہ سے اب یہاں کے باشندوں کو انکی ذات سے کس قسم کی رفاہ و صلاح کی امید رکھنا ایسا ہی تھا جیسا بھیڑوں کے جھنڈ کو اپنے لاگو بھیڑیے سے اگر غور سے دیکھو تو یہ باشندے وہ دلی مقاصد اور تمنائیں جن کے واسطے معاویہ نے کیسی کیسی کوششیں صرف کیں اور کیسی کیسی ترکیبیں عمل میں لائیں وہ آج سنہ ہجری میں پورے تینتیس یا چونتیس برسوں کے گذر جانے کے بعد اس کو حاصل ہوئیں اور اس کی عیارانہ اور مکارانہ کارروائیوں کے سرتا ہری کامیابیوں کا سہرا چڑھا۔

بہرحال معاویہ ابن ابو سفیان اپنی موجودہ جمعیت اور مخصوصین رفقا کے ساتھ جن میں ولید ابن عقبہ مروان

الحکم عمرو ابن عاص وغیرہم کا نام خصوصیت کے ساتھ درج ہے کوفہ میں داخل ہوئے انہوں نے آتے ہی پہلا خطبہ جو اہل عراق کے مجمع میں پڑھا وہ ایسا پُراثر تھا کہ اس نے عراق کے تمام باشندوں پر ان کے فساد وعناد کے خیالات کو پورے طور سے ظاہر کردیا اول تو پہلے ہی سے وہ ان کی شدید مخالفت کو بخوبی سمجھے ہوئے تھے صرف زبان سے شکر اطمینان کر لینا باقی تھا وہ بھی اس خطبہ سے کماحقہ ظاہر ہوگیا ہم اس خطبہ کی عبارت ترجمہ جلاء العیون سے ذیل میں لکھتے ہیں:۔

ایہا الناس میں نے تم سے اس وجہ سے قتال نہیں کی کہ تم نماز پڑھو یا روزے رکھو یا زکواۃ دو لیکن اس سبب سے میں نے تم پر قتال کر دی کہ میں تم پر امیر ہو جاؤں اور خدا نے مجھے امارت دی ہر چند تم نے نہ چاہا اور چند شرائط میں نے جناب امام حسن علیہ السلام سے کئے ہیں اور اب وہ سب شرائط میرے قدم کے نیچے ہیں اُن میں سے ایک پر بھی وفا نہ کروں گا۔

اس خطبہ کے تمام ہونے کے بعد وہ مجمع کا مجمع متفرق ہوا اور امیر معاویہ اور اس کے ہمراہیوں نے دار الامارہ کوفہ میں اپنی جمعیت کے ساتھ استراحت کی چند دنوں کے بعد ابھی معاویہ کوفہ ہی میں تھا کہ جناب امام حسن علیہ السلام بھی اپنے خالص اور راسخ الاعتقاد ہمراہیوں کے ساتھ مدائن سے کوفہ میں تشریف لائے معاویہ نے ان کو اپنی صحبت میں تشریف لانے کے لئے تکلیف دی چونکہ فیما بین مصالحت ہو چکی تھی آپ نے اس کی استدعا کو قبول فرمایا اور اپنے آنے کا وعدہ کیا آپ کی تشریف آوری کی تحریک سے پہلے دربار شام میں یہ امر تجویز کیلئے حاضرین شوریٰ کے سامنے پیش کیا گیا کہ جناب امام حسن علیہ السلام سے خلع خلافت کا اقرار مجمع عام میں کرایا جائے جو اس کے استحکام سلطنت اور ترقی سطوت کے لئے نہایت مفید ہوگا اور ان کے اس اعتراف اور اقرار سے معاویہ کو ان پر فضیلت اور ترجیح حاصل ہونے کے دعوؤں میں بہت بڑی قوت ہو جائے گی اس تحریک کی تجویز مخصوص عمر عاص کے متعلق تبلائی جاتی ہے میر مجلس امیر معاویہ کو تھوڑی دیر تک اس تحریک سے مخالفت ظاہر کرتے رہے مگر دیگر شرکائے شوریٰ نے عمرو عاص کی تجویز کی تائید کی اس لئے عمر عاص کی رائے کو (جو وزارت کی کیبنٹ) مجلس وزارت کے پہلے ممبر تھے غلبہ حاصل ہوگیا اور امیر معاویہ کو بھی اس تجویز کے فوراً منظور کر لینے میں سخت مجبوری ہوگئی۔

جناب امام حسن علیہ السلام جمعہ کے دن کوفہ کی مسجد جامع میں بُلائے گئے اب ہم اس واقعہ کو اپنے اصلی ماخذ کی عبارت سے لکھتے ہیں:۔ اعثم کوفی اور روضۃ الصفا کے ذی قدر مولفین تحریر کرتے ہیں۔

چوں زمام حل وعقد مہام ارباب اسلام در قبضۂ حاکم شام آمد عمرابن عاص با معاویہ گفت کہ امام حسن علیہ السلام را بگو کہ بر منبر برود وخلق را از عزل خویش وخلافت تو باگاہ گرداند وخیال شوند کہ امام حسن علیہ السلام از ادائے خطبہ عاجز خواہد شد ومردم را معلوم خواہد گشت کہ او را صلاحیت ایں ہم خطیر نہ بود معاویہ گفت ایں امر خطیر محتاج الیہ من نیست عمر گفت بالضرور ویرا ازیں تکلیف باید کرد۔ روضۃ الصفا جلد سوم ص ۰ مطبوعہ بمبئی

علامہ طبری کی عبارت یہ ہے "امام حسن علیہ السلام خواست کہ باہمہ اہلبیت خویش بمدینہ رود و عمرابن عاص معاویہ راگفت پیش ازاں کہ امام حسن علیہ السلام بمدینہ شود و عمرابن عاص معاویہ راگفت پیش ازآنکہ امام حسن علیہ السلام بمدینہ رود مردمان کوفہ را بفرما تا امام حسن علیہ السلام خطبہ کند معاویہ گفت خطبہ کردن او مارا بچہ کار آید امام حسن علیہ السلام برمنبر شد و خطبہ کرد"

یہاں تک اس مجلس کے اہتمام اور اس کے ضروری حالات جو اہل شام کی کونسل میں تجویز ہوئے تھے ہم نے جداگانہ تاریخوں کے اسناد سے لکھ دیئے اب ہم وہ خطبہ بھی ذیل میں تاریخ طبری صفحہ ۶۰۲ جلد چہارم سے تحریر کرتے ہیں جو اس موقع پر جناب امام حسن علیہ السلام نے پڑھا۔

یا ایہا الناس ھذا لکم ھدا کم باولنا وحقن دماءکم باخرنا وان الدنیا دول ولکل شی اجل وانکم خلق بمومن علی ھذہ البیعۃ الذی بدلتھا بغیر اھلھا ووضعتھا فی غیر حقھا وانی اقول کما امر اللہ عز وجل وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین

چوں امام حسن علیہ السلام باینجا رسید معاویہ گفت یا ابا محمد علیہ السلام فرود آئی پس امام حسن علیہ السلام فرود آمد معاویہ از عمرو عاص گفت این ست حسن کہ زبان ندارد۔

صاحب روضۃ الصفا نے اپنی فارسی عبارت میں اسی خطبہ کا بجنسہ ترجمہ کر دیا ہے جس کو ہم طبری کی عربی عبارت سے اوپر لکھ چکے اور اعثم کوفی میں بھی یہی عبارت درج ہے وھوہذا

آنجناب بربالائے منبر برآید و بعد از حمد و ثنائے باری سبحانہ و تعالے و درود بر مصطفے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم گفت اے قوم خدائے عز وجل باول شمارا ہدایت داد بآخر ما را از ریختن خون نگاہ داشت و شما ہر آئینہ مرا ملامت و سرزنش نکنید کہ امر را بغیر اہل آں دادم و ایں حق را درغیر موضعش نہادم اما قصد من دریں قضیہ صلاح حال امت بود و ان اللہ تعالی قال لنبیہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین۔ و چوں سخن بدیں جا رسید معاویہ بے طاقت شدہ گفت اے ابا محمد علیہ السلام فرود آئی و چوں طلاقت لسان و فصاحت بیان امیر المومنین حسن علیہ السلام سمت ظہور یافت عمرو عاص تجمل شد و معاویہ ازآں التماس پشیمان شدہ کینہ عمرو عاص درضمیرش بدید آمد۔

ملا مجلسی علیہ الرحمہ نے جلاء العیون میں تھوڑے اختلاف کے ساتھ اسی خطبہ کو نقل کیا ہے اور علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں بجنسہ ملا کی عبارت نقل کر دی ہے ہم دونوں کتابوں کی عبارت حرف بحرف اور لفظ بلفظ نقل کرتے ہیں اور بوجہ قدامت زمانہ کے پہلے صواعق محرقہ کی عبارت کو لکھتے ہیں۔

ثم صعد الحسن علیہ السلام المنبر قال یا ایہا الناس قد علمتم ان اللہ جل ذکرہ وعز اسمہ ھداکم بجدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وانقذکم من الضلالۃ وخلصکم من الجہالۃ واعزکم بعد الذلۃ وکثرکم بعد القلۃ وان معاویۃ نازعنی حقا ھولی دونہ فنظرت الصلاح الامۃ وقطع الفتنۃ۔

وقد کنتم بایعتمونی علیٰ ان تسالموا من سالمنی وتحاربوا من حاربنی فرایت ان اسالم معویة واضع
بینی وبینه وقد صالحته ورایت ان حقن الدماء خیر من سفکها ولم ارد بذالك الا صلاحکم و
بقائکم وان ادری لعله فتنة لکم ومتاع الیٰ حین

علامہ ابن حجر کی عبارت اوپر لکھکر ہم ترجمہ جلاء العیون کی عبارت ذیل میں لکھے دیتے ہیں جو اس عربی عبارت کا کامل
ترجمہ ہے ایہا الناس خداوند عالم نے تم کو ہمارے جد بزرگوار سید الانبیا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ
سے ہدایت فرمائی آنحضرت نے تم کو ضلالت وجہالت سے نکالا اور ذلیل ہونے کے بعد تمہیں معزز فرمایا بدرستیکہ
اس امر میں جو مجھ سے مخصوص تھا معاویہ نے مجھ سے تنازع کیا جب میں نے کوئی یاور نہ پایا بخیال اصلاح وحفظ
خونہائے اُمت خود دست بردار ہوا تم نے مجھ سے بیعت اس امر پر کی تھی کہ جس سے میں صلح کروں تم بھی صلح
کرو اور جس سے میں جنگ کروں تم بھی جنگ کرو اور میں نے مصلحت ومنفعت اس اُمت کی اسی میں دیکھی کہ
اس سے (معاویہ سے) صلح کروں اور میں حفظ خونہائے مردم کو اس خونریزی سے بہتر سمجھا اور میری غرض
تمہاری اصلاح تھی اور جو کچھ میں نے کیا وہ تم پر حجت ہے جلاء العیون ص ۲۷۰

اس خطبہ کو شیخ الاسلام قسطنطنیہ فاضل کامل علامہ شیخ السلیمان الحنفی النقشبندی القندوزی نے ینابیع
المودة مطبوعہ بمبئی ص ۲۴۲ میں بھی درج فرمایا ہے۔

اس خطبہ کے علاوہ اور خطبے بھی جناب امام حسن علیہ السلام سے منقول ہیں جو قیام کوفہ کے زمانے میں ارشاد
فرمائے گئے ہیں اور وہ عموماً تمام اسلام کی تاریخ اور سیر کی کتابوں میں درج ہیں ان میں سب سے زیادہ مشہور تر
اور فصیح وبلیغ وہ خطبہ ہے جو جناب امام حسن علیہ السلام نے کوفہ سے مراجعت فرماتے وقت تمام اہل اسلام کے
سامنے اپنے اور تمام اہلبیت کرام علیہم السلام کے فضایل ومدارج کی تصریح وتشریح میں ارشاد فرمایا ہم اس
خطبہ کو علامہ حافظ جمال الدین الزرندی المدنی کی معتبر اور مستند کتاب درر السمطین سے نقل کرتے ہیں

ان الحسن ابن علی ابن ابیطالب علیہما السلام قال فی خطبة الاخری بعد الحمد والثناء علی الله
التصلیة علیٰ رسوله انا اهل بیت اکرمنا الله واختارنا واصطفانا واذهب عنا الرجس وطهرنا
تطهیرا ولم تفرق الناس فرقتین الا جعلنا الله فی خیرهما من ادم علیه السلام الی جدی
محمد صلی الله علیه واله وسلم ابعثه النبوة واختاره الرسالة وانزل علیه کتابه وکان ابی
اول من آمن وصدق الله ورسوله وقد قال الله تعالیٰ فی الکتاب المنزل علیٰ نبیه المرسل
افمن کان علیٰ بینة من ربه ویتلوه شاهد منه وقد قال له جدی رسول الله صلی الله علیه
واله وسلم حین امره ان یسیر الیٰ مکة فی موسم الحج بسورة برآءة سر بها یا علی فانی امرت
ان لا یسیر بها الا انا او رجل منی وانت منی فانی من جدی وجدی من الله فقال له جدی
حین قضیٰ بینه وبین اخیه جعفر ومولاه زید ابن حارثة فی ابنة عمه حمزة اما انت یا علی

فمنی وانا منك وانت ولی كل مومن ومومنة بعدی فلم یزل ابی وفی جدی بنفسه وفی كل موطن تقدمه جدی ولكل شدة یرسله ثقة منه لما نیته الیه وقال الله تعالی والسابقون السابقون اولئك المقربون فكان ابی سابق السابقین واقرب المقربین الی الله والی رسوله وذالك انه لم یسبقه الی الایمان احد غیر خدیجة سلام الله علیها فلما ان الله عز وجل فضل السابقین علی المتاخرین فضل سابق السابقین وقد قال الله عز وجل اجعلتم سقایة الحاج وعمارة المسجد الحرام كمن امن بالله والیوم الاخر وجاهد فی سبیل الله نزلت هذه الایة فی ابی وكان حمزة وجعفر قتلا شهیدین فی قتلاء كثیرة من الصحابة فجعل الله حمزة سید الشهداء من بینهم وجعل جعفر جناحین یطیر بهما فی الجنة مع الملائكة كیف یشاء من بینهم وذالك یقرابتهما من جدی صلی الله علیه واله وسلم وصلی جدی علی عمه حمزة سبعین صلوات من بین الشهداء یوم احد وكذالك جعل الله تعالی النساء بنیه المحسنة منهن اجرین وللمسیئة منهن وزرین ضعفین لمكانهن من جدی رسول الله صلی الله علیه واله وسلم وجعل الله الصلوٰة فی مسجد بنیه صلی الله علیه واله وسلم بالف صلوٰة من بین سائر المساجد الا حرام لمكان رسول الله علیه واله وسلم فلما نزل یا ایها الذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما قالوا یا رسول الله کیف نصلی علیك فقال قولوا اللهم صل علی محمد وال محمد كل مسلم ان یصلی علینا مع الصلوٰة علی جدی رسول الله صلی الله علیه واله وسلم فریضة واجبة واحل الله تعالی خمس الغنیمة لرسوله واوجبها فی كتابه وا وجب لنا وله حرم علیه الصدقة وحرمها علینا فلله الحمد نزهنا مما نزهته وطیب لنا ما طیب له كرامة كرامنا الله بها وفضیلة فضلنا علی سائر عباده وقال الله لجدی حین جحده كفرة اهل الكتاب وحاجوه فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءكم ونساءنا ونساءكم وانفسنا وانفسكم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله علی الكاذبین فاخرج جدی صلی الله علیه واله وسلم معه من الانفس ابی ومن البنین انا واخی الحسین ومن النساء امی فاطمة فنحن اهله ولحمه ودمه ونفسه ونحن منه وهو منا وقد قال الله تعالی وتبارك انما یرید الله لیذهب عنكم الرجس اهل البیت ویطهركم تطهیرا فلما نزلت هذه جمعنا جدی ابای واخی وامی وابی ونفسه فی كساء خیبری فی حجرة ام سلمة فقال اللهم هولاء اهلبیتی وخاصتی اذهب عنهم الرجس ویطهركم تطهیرا فقالت ام سلمة انا ادخل معهم یا رسول الله فقال لها فی مكانك یرحمك الله انت علی خیر وانها خاصة لی ولهم ولما نزلت وامر اهلك بالصلوٰة واصطبر علیها یاتینا جدی كل یوم عند طلوع الفجر یقول الصلوات یا اهل البیت یرحمكم الله انما یرید الله

لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا و امر بسد الابواب فی مسجدہ غیر
بابنا فکلموہ فی ذالک فقال انی لم اسد ابوابکم و لم افتح باب علی علیہ السلام من
تلقاء نفسی ولکن اتبع ما اوحی الی ان اللہ امرنی بسد ابوابکم وفتح باب علی علیہ السلام
وقد سمعت ھذہ الامۃ جدی صلی اللہ علیہ والہ وسلم یقول ما ولت امۃ امرھا رجلا
وفیھم من ھو اعلم منہ الا لم یزل یذھب امرھم سفالا حتی یرجعوا الی ما ترکوہ و
سمعوہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یقول لابی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ
لا نبی بعدی وقد راوہ وسمعوہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم حین اخذ بید ابی بغدیر خم و
قال لھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم صل علی محمد وآل من والاہ وعاد من عاداہ
ثم امرھم ان یبلغ الشاھد منھم الغائب ثم قال الحسن علیہ السلام ایھا الناس انکم
لو التمستم ما بین جابلقاء وجابرصاء رجلا جدہ نبی وابوہ وصیہ لم تجدوا غیری و
غیر اخی فاتقوا اللہ ولا تضلوا ایھا الناس لو اذکر الذی اعطانا اللہ تبارک وتعالےٰ
وخصصنا بہ من الفضائل فی کتابہ وعلی لسان نبیہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اخصہ
وانا ابن البشیر وانا ابن النذیر وانا ابن السراج المنیر الذی جعلہ رحمۃ للعالمین و
اقسم باللہ لو تمسکت الامۃ بالثقلین لاعطھم السماء قطرھا والارض برکتھا
ولاکلوا نعمتھا خضراء من فوقھم ومن تحت ارجلھم من غیر اختلاف بینھم الی یوم
القیامۃ قال اللہ عز وجل ولو ان اھل القریٰ آمنوا واتقوا بفتحنا علیھم برکات من
السماء والارض ولکن کذبوا فاخذناھم بما کانوا یکسبون نحن اولیٰ بالناس فی کتاب
اللہ وعلی لسان نبیہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یا ایھا الناس اسمعوا وعوا واتقوا اللہ
وراجعوا الیہ ھیھات منکم الرجعۃ الی الحق وقد صارعکم النکوص وخامرکم الطغیان و
الجحود انلزمکموھا وانتم لھا کارھون والسلام علی من اتبع الھدیٰ

ملا مجلسی علیہ الرحمہ نے بجنسہ یہی خطبہ جلاء العیون میں تحریر فرمایا ہے اس لئے ہم ان کی عبارت کو اسکے ترجمہ کی ضرورت پورا کرنے کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔

جناب امام حسن علیہ السلام نے بعد حمد خدا و نعت جناب شافع روز جزا محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد فرمایا کہ خدائے تبارک وتعالےٰ نے ہم اہلبیت طاہرین کو کرامت عنایت فرمائی اور ہم کو اپنی تمام مخلوق میں چیدہ اور برگزیدہ فرمایا اور تمام آلائشوں سے پاک و پاکیزہ فرمایا خدا نے آدمیوں کو فرقوں میں تقسیم فرمایا اور فرقۂ اخیار میں سے خدائے تبارک وتعالےٰ نے جناب آدم صفی اللہ علیہ السلام سے لیکر ہمارے جد بزرگوار محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک خود اُن کو خلقیا

فرمایا اور ان کے قبضۂ اقتدار میں احکام نبوت وارشاد رسالت عطا فرمائے اور اپنی کتاب حق ان پر نازل فرمائی
جیسے ہمارے والد بزرگوار لیل ونہار سب سے پہلے ایمان لائے اور جناب باری تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق فرمائی جناب باری اس کتاب میں جو اس نے اپنے نبی مرسل پر نازل فرمائی ہے ارشاد
کرتا ہے کہ افمن کان علےٰ بینۃٍ من ربہ ویتلوہ شاھدٌ منہ علےٰ بینہ سے مراد ہمارے جد بزرگوار
اور یتلوہ منہ سے ہمارے والد ماجد مراد ہیں اور جناب جد معظم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے
والد کی شان میں فرمایا ہے اس وقت جس وقت آپ کو ایام حج میں تبلیغ احکام عشرہ کے لئے مکہ معظمہ زاد اللہ
شرفا میں روانہ فرمایا کہ یا علی علیہ السلام خدائے تبارک وتعالیٰ نے مجھکو امر فرمایا ہے کہ ان احکام کو خود میں لے جاؤں
یا میرا خاص عزیز اور تم میرے مخصوص ہو پس میرے بابا میرے نانا سے اور میرے نانا خدا سے قریب تر ہیں اور پھر ہمارے
باپ کی شان میں ہمارے جد بزرگوار نے اس وقت ارشاد فرمایا جس وقت دختر جناب حمزہؓ سید الشہدا کی نسبت
ہمارے والد۔ جناب جعفرؓ اور زید ابن حارثہ میں بحث ہوئی یا علیؑ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اور تم میرے
بعد تمام مومن اور مومنہ کے ولی ہو اور تمام معارک کارزار میں اور سخت سے سخت جنگ وپیکار میں ہمارے
والد بزرگوار بھیجے جاتے تھے اور ان کی وجہ سے اس مہم کی طرف سے آنحضرت کو اعتبار اور اطمینان حاصل ہو جاتا
تھا اور جناب باری عز اسمہ نے فرمایا ہے السابقون السابقون اولئک ھم المقربون ہمارے والد
بزرگوار سابق سابقین اور درگاہ رب العزت میں اقرب المقربین ہیں اور کسی فرد واحد نے آپ کے مقابلہ میں
سبقت اسلام میں سوائے جناب خدیجۃ الکبریٰ کے سبقت حاصل نہیں فرمائی اور جناب باری تعالیٰ نے
فرمایا اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن امن باللہ والیوم الاخر وجاھد فی
سبیل اللہ یہ آیہ وافی ہدایہ ہمارے والد ماجد کی شان میں نازل ہوا ہے اور جناب حمزہؓ اور جناب جعفرؓ اکثر
صحابہ کے مقابلہ میں شہید ہوئے ہیں لیکن بمقابلہ ان شہدا کے جناب اقدس الہی نے جناب حمزہؓ کو سید الشہدا
کا خطاب اور ہمارے عم نامدار جعفر طیارؓ کو اپنی عین عنایت سے دو پر کرامت فرمائے کہ وہ ان کے ذریعہ سے
بہشت میں ہمراہی ملائکہ جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں اور یہ تمام شرف ان صاحبوں کو ہمارے جد بزرگوار کی
قرابت کی وجہ سے حاصل ہوئے ہیں اور ہمارے جد بزرگوار کی مسجد میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب برابر ہے ان ہزار
رکعتوں کے جو سوائے مسجد حرام کے اور مسجدوں میں پڑھی جاویں اور جب۔ آیہ یا ایھا الذین امنوا صلوا علی
النبی نازل ہوا تو لوگوں نے آنحضرت سے پوچھا کہ ہم آپ پر کیسے صلوات بھیجیں تو آپ نے فرمایا اللھم صل علی محمد وآل
محمد اور تمام مسلمین پر واجب اور فرض ہے کہ ہمارے جد بزرگوار پر درود بھیجے اور خدائے تبارک وتعالے نے خمس غنیمت
کو اپنے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حلال فرمایا اور اسکو اپنی کتاب میں واجب فرمایا اور اس کو ہمارے
لئے بھی واجب گردانا جو اپنے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے واجب گردانا اور صدقہ کو ان کے لئے حرام فرمایا
اور ویسے ہی ہمارے لئے بھی حرام فرمایا پس شکر ہے اس خدائے تبارک وتعالیٰ نے ہمیں پاک وپاکیزہ فرمایا جیسا

کہ ان کو پاکیزہ فرمایا اور ہم کو بھی ویسا ہی طاہر فرمایا جیسا کہ ان کو طاہر فرمایا یہ ایک ایسا شرف مخصوصہ اور کرامت ظاہرہ ہے اور ایسی فضیلت وافرہ ہے کہ جس سے ہم کو تمام بندگان خدا پر فضیلت حاصل ہے اور خدائے تبارک وتعالےٰ نے میرے جد بزرگوار رسول مختار سے خطاب کرکے اس وقت مخاطب فرمایا جس وقت نصاریٰ نجران کے لوگ آپ سے مناظرہ کے لئے آئے کہ تم ان سے کہدو کہ ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علے الکاذبین پس ہمارے جد بزرگوار اپنے ساتھ ہم کو اور ہمارے والد نامدار اور مادر عالی مقدار اور برادر گرامی آثار کو ساتھ لیکر بیت الشرف النبوۃ سے تشریف لائے اور یہی لوگ ان کے اہلبیت ان کے گوشت پوست ان کے خون اور ان کے نفس تھے اور یہی لوگ ان سے تھے اور یہی لوگوں سے وہ تھے اور خدا نے فرمایا

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرًا جس وقت یہ آیہ وافی ہدایہ نازل ہوا ہمارے جدّ بزرگوار نے ہم کو ہمارے بھائی ہماری ماں اور ہمارے باپ کو ایک کمل کے نیچے ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے حجرہ میں جمع فرمایا اور کہا اے پروردگار یہی لوگ میرے اہلبیت ہیں اور یہی ہمارے مخصوصین ہیں تو ان سے ہر قسم کی آلائشوں کو دور فرما اور ان کو ایسا پاک وپاکیزہ فرما جو حق پاک فرمانے کا ہے۔

معاملہ سدّ الباب میں سب لوگوں کے دروازے ہمارے دروازے کے سوا مسجد رسولؐ کی طرف سے بندکر دیئے گئے اسپر بعض لوگوں کو کلام ہوا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے اپنی دلی خواہش کے تقاضے سے علی علیہ السلام کا دروازہ نہیں کھولا ہے اور نہ تمہارے دروازوں کو بند کیا ہے بلکہ اس امر میں میں نے خدا کے حکم کی تعمیل کی ہے اور خدا کی وحی آئی تھی کہ علیؑ کا دروازہ کھلا رہنے دیا جائے اور تمہارے سب کے دروازے بند کر دیئے جائیں اُمت کے تمام لوگوں نے ہمارے جدّ بزرگوار کو ہمارے پدر عالی مقدار کی شان میں فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ہمارے نزدیک اسی قدر ومنزلت کے ہیں جیسے موسےٰ علےٰ نبینا وعلیہ السلام کے نزدیک جناب ہارون اور انہیں لوگوں نے ہمارے جدّ بزرگوار کو غدیر خم کے مقام میں کہتے ہوئے سُنا ہے کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے علی علیہ السلام مولا ہیں پروردگار تو اس کو دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے اور تو اس کو دشمن رکھ جو اس کو دشمن رکھے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتاکید فرمایا کہ اس واقعہ کی شہادت کو حاضرین غائبین تک پہنچا دیں تیس ان اُمور کے بعد جناب امام حسن المجتبےٰ علیہ التحیۃ والثناء نے اس تمام مجمع کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا کہ ایہا الناس اگر تم لوگ ایسے شخص کی تلاش میں جس کا نانا نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کا باپ وصی رسول علیہ السلام ہو تمام دُنیا میں جابرسا وجابلقا (یہ دونوں شہر منتہائے غرب وشرق بتلائے جاتے ہیں) تک گھوم آؤ تو سوائے میرے اور میرے بھائی حسین علیہ السلام کے کسی دوسرے کو نہ پاؤ گے پس تم لوگ خدا سے ڈرو اور تقوےٰ وپرہیزگاری اختیار کرو ایہا الناس اگر ہم اپنے فضائل ومناقب جو کتاب خدا اور زبان رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت

ہوئے اور اپنے وہ خصائص جو مخصوص ہماری ذات کے لئے خالق عالم کی طرف سے ودیعت فرمائے گئے ہیں اور جن کی وجہ سے ہم کو تمام دُنیا کے لوگوں پر فضیلت حاصل ہے بیان کریں تو ان کا شمار نہیں ہو سکتا ہم ابن بشیر ابن نذیر اس برگزیدۂ باریتعالےٰ کے صاحبزادے ہیں جس کو درگاہ رب العزت سے رحمۃ للعالمین کا گرانمایہ خطاب عطا ہوا ہے اگر دونوں جہان کے لوگ ہماری ولایت و محبت کے ساتھ متمسک نہوتے تو کبھی آسمان انہیں قطرۂ پانی عطا نہ کرتا اور نہ زمین اپنی برکت عنایت کرتی اور دُنیا و آسمان سے ان کے لئے یہ نعمتیں نازل نہوتیں جیسا کہ حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولو انھم اقاموا التوراۃ والانجیل وما انزل الیھم من ربھم لاکلوا من فوقھم ومن تحت الایۃ وقال عزوجل ولو ان اھل القریٰ امنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکات من السماء والارض ولکن کذبوا فاخذناھم بما کانوا یکسبون اور اگر بستی والے ایمان لاتے اور تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرتے تو ان کے لئے آسمان و زمین کی برکتیں کھل جاتیں لیکن ان لوگوں نے جھٹلایا پس ہم نے بھی ان سے ان امور کا مواخذہ کیا جو کچھ کہ ان لوگوں نے کیا تھا ایہا الناس ہم تمام لوگوں سے اور روئے کتاب خدا و حدیث رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اولیٰ و بہتر ہیں پس اے معشر الناس ہمارے احکام کو سنو اور ہماری اعانت کرو اور خدائے سبحانہ تعالےٰ سے ڈرو اور اسی کی طرف رجوع کرو۔

ھیھات منکم الرجعۃ الی الحق وقد صار علیکم النکوص وخامرکم الطغیان والجحود انلزمکموھا وانتم لھا کارھون والسلام علی من اتبع الھدیٰ

ینابیع المودۃ للعلامہ سلیمان مطبوعہ بمبئی صفحہ ۳۹۹ و ۴۰۰ -

ملا مجلسی علیہ الرحمہ نے ترجمہ جلا العیون میں صفحہ ۱۷۱ سے لے کر ۱۷۵ تک یہی خطبہ درج فرمایا ہے اگر پہلے خطبہ کی عبارت سے جس کو ابھی ابھی ہم کتاب دررالسمطین سے نقل کر چکے ہیں اس خطبہ کی عبارت سے ملا دیں تو قریب قریب دونوں کے مضامین ایک دوسرے سے ملتے ہوئے پائے جائیں گے۔

جناب امام حسن علیہ السلام کے اس طولانی خطبہ سے تمام اہل اسلام کی ہدایت عام کی مصلحت پر خاص طور سے مبنی تھے واقعی اگر اس تفصیل اور تشریح کے ساتھ خاندان نبوت اور دودمان رسالت سلام اللہ علیہم اجمعین کے فضائل و مناقب اس مجلس میں بیان کئے جاتے جو خاص کر عمرابن عاص ولید ابن عقبہ وغیرہ غیر خواہان بنی اُمیہ کے اہتمام سے منعقد ہوئے تھے تو اس واقعہ صلح کے بعد ضرور تھا کہ اہل اسلام میں بنی ہاشم اور بنی اُمیہ کی ترجیح کا مسئلہ غیر منفصل اور مشتبہ رہجاتا اس لئے جناب امام حسن علیہ السلام اپنے اس منصب کے رو سے جو درگاہ رب العزت سے آپ کو حاصل تھا اپنے لئے فرض سمجھتے تھے کہ اُمور صلح کے طے ہوجانے کے بعد اور اُمور سلطنت کے منتزع ہوجانے کے بعد بھی اتمام حجت کے طور پر تمام اہل اسلام کو دکھلا دیا جائے اور ان پر مستحکم اور مضبوط دلیلوں سے ثابت کردیا جاوے کہ ان ظاہری غلبہ اور اقتدار کے حاصل ہوجانے

پر بھی ہمارے مخالف کو ہم پر ترجیح اور تفضیلت نہیں ہو سکتی ہے اور نہ وہ ہمارے کسی ذاتی مدارج و مناقب میں ہمارا مقابل ہو سکتا ہے ہم اور ہمارے تمام ذاتی اوصاف ویسے ہی تنہا بے نظیر عدیم المثال اور لاجواب ہیں جیسے تمام سائر مخلوقات میں ہماری ذات منتخب ہے۔

اس ضرورت کو مد نظر فرما کر جناب امام حسن علیہ السلام نے تمام اہل اسلام کے سامنے خاصکر اس موقع پر جب مقابل کا حریف بھی موجود تھا اور اس کے تمام اعوان و انصار بھی حاضر تھے اہلبیت کرام علیہم السلام کے فضائل و مناقب نہایت شرح و بسط سے بیان کئے اور اس کے ضمن میں وہ تمامی واقعات اور ان کے ضروری اور مستحکم اثبات جن سے ان مدارج عالیہ کا ثبوت ہوتا تھا اور ان پر عامۃ الخلائق کی نگاہوں میں مختلف ذریعوں سے پردہ ڈالا تھا نصوص قرآنی اور احادیث نبوی سے ثابت فرمائے اور وہ ضرورت مخصوصہ بھی بیان فرمادی گئی جس کی بناء پر اس مصالحت کے معاملات قائم کئے گئے تھے اور وہ زیادہ تر انہیں کی منفعت اور آرام رسانیوں پر مبنی تھے وہ تمام شرائط جو اس صلحنامے میں تحریر ہوئے تھے اور جس قدر ان میں تمام اہل اسلام کی رفاہ و فلاح امن و امان ان کی محافظت اعانت اور ان کے حقوق کی رعایت ضروری اور لازمی سمجھی گئی تھی کہ پھر اس میں کسی کو بھی شکایت کی گنجائش باقی نہیں رہی بہر حال جناب امام حسن علیہ السلام کا یہ خطبہ آپ کی شہنشاہی حکومت کی تمام کارروائیوں کا ایسا مکمل روزنامچہ تھا کہ کوئی اور تیز دست منشی بھی اپنے ملک کے حالات ایسے مسلسل اور مشرح پیمانہ پر تیار نہیں کر سکتا۔

بہر حال اب ہم یہاں سے اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آ جاتے ہیں امیر معاویہ نے اپنی حکمرانی کا سلسلہ بھی خطبہ خوانی ہی سے آغاز کیا ہم اس مقام پر اعثم کوفی کی عبارت درج کرتے ہیں۔

ذیقدر مورخ کا بیان ہے کہ وقوع صلح کے بعد کوفہ کی مسجد جامع میں جو خطبہ معاویہ کے نام سے پڑھا گیا وہ وہی خطبہ تھا جس کو ان کی طرف سے ان کے مشیر با تزویر عمرو عاص نے تمام اہل اسلام کے مجمع عام میں پڑھا۔ ہمارے مستند مورخ کی عبارت یہ ہے۔

پس عمرو عاص برخواست و گفت اے اہل عراق ما و شما براہ راست و طریق مستقیم بودیم ہوا ہائے مختلف مارا از یکدیگر جدا افگند و تفرقہ با حوال ما و شما راہ یافت و جنگ ہا و محاربت ہا آمد تا دو کار بداں رسید کہ حکمین نصب کردہ شد ہمگاں بحکم ایشاں کہ بروفق کتاب خدائے تعالیٰ و سنت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کردند راضی شدیم و حکم حکمین بر آنجملہ با مضا رسید کہ شما بر ما فضولی می جستید و ظلم میکردید امروز حق بر مرکز خود قرار یافت و جہانیاں از منازعت آسودند پس شما را عذر گذشتہ می باید خواست و نافرمانی ہا و عصیان ہا را بموافقت و مطاوعت تدارک می باید کرد مصالح جہاں و سعادت دین و دنیا بشما ظاہر گردد و پراگندیہا و تشویش ہا زائل گردد والسلام

عمرو عاص کی تقریر ختم ہونے کے بعد خود معاویہ نے بھی خطبہ خوانی شروع کی ان کے خطبہ کی عبارت مستند اور

معتبر مورخ نے یہ لکھی ہے وھو ہذا
اے مردمان بدانید کہ پیش از ما ہر طائفہ کہ بعد از وفات پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ یکدیگر طریق مخالفت سپردند و شیوہ منازعت پیش گرفتہ اند دراں منازعت ارباب خیر و صلاح مغلوب بودند واصحاب شر و فساد غالب الا امت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ تقدیر باریتعالے درحق ایشان چنان است کہ اہل صلاح مستولی باشند وآنچہ باین جانب از محاربہا کہ آنما دوخون ہا کہ ریختہ شد گذشت امروز بحمد اللہ تعالے کار ما نظمے و نظامے پدید آوردہ و تفرقہا زایل گشت و بعد از تزلزل بسیار حق در مقر خویشتن قرار یافت و نائرہ فتنہ انطفا پذیرفت و دعوت ما عروہ شد ہر شرطے کہ کردم امروز مردود است و ہر وعدہ کہ دادم سر رشتہ آں امروز در دست من است اگر خواہم وفا کنم واگر نخواہم نکنم شمارا بآں ہیچ کارے نیست و شمارا با طاعت و متابعت من کار است والسلام اعثم کوفی ص ۲۵۶
ہم نے ابھی کچھ اوپر معاویہ کا یہی خطبہ ملا مجلسی علیہ الرحمہ کی کتاب جلاء العیون سے لکھا ہے اگر آغاز خطبہ نہیں تو انتہائے خطبہ کا تو بالکل یہی مضمون ہے بہرحال اہل عراق کی وہ تمام امیدیں جو اس مصالحت سے تھوڑی بہت ہو بھی گئی تھیں اس تقریر سے بالکل منقطع ہوگئیں اور معاویہ کے دلی عناد اور قلبی فساد کے ارادوں کو یہ بخوبی سمجھ گئے امیر کی اس تازہ تقریر کا اتنا جلد اور کامل اثر حاضرین جلسہ پر پڑا کہ تمام جماعت کی جماعت میں ایک سخت انتشار پیدا ہوگیا اور اس تمام مجمع میں ایک عام پریشانی اور بے اطمینانی پھیل گئی چنانچہ ہمارے ذی قدر مورخ لکھتے ہیں۔
مردمان چوں ایں خطبہ از معاویہ شنیدند بہم آمدہ در خشم شدند و اورا دو دشنامہا دادند (کیا اچھی تخت نشینی کی تہنیت دی گئی ہے) و نزدیک بود کہ آتش فتنہ بر سر او ریختہ شود و خونہا ہم ریختہ شود معاویہ ترسید و از گفتہ خود پشیمان گردید پس مسیّب بن نجبۃ الفزاری برخاستہ نزدیک امیر المومنین حسن علیہ السلام آمد و گفت چنداں کہ تامل می کنم ایں مشکل حل نمی شود و تعجب من از تو افزوں می گیرد کہ چرا با معاویہ صلح کردی و چہل ہزار مرد شمشیر زن را معطل گذاشتی ایں چہ کار بود کہ کردی و مع ذالک عہدے محکم از او بستاندی و مردمان از آں خبر ندارند بدیں سبب معاویہ ہر منبر می گوید عہدے کردہ ام سر رشتہ آں در دست من است اگر خواہم بدآں وفا کنم والا نکنم و در حضور تو چنیں می گفت واللہ کہ ایں سخن را با تو گفتہ است و با ہیچ کس دیگر نگفت سہوے عظیم ست کہ ترا افتادہ و عاقبت آں خیر باد امیر المومنین حسن علیہ السلام گفت اکنوں تدارک آنرا چہ می اندیشی امسیّب گفت تدبیر آنست کہ از ایں سخن صلح باز گردی و بر سر کار خویشتن نشوی و معاویہ را بگو کہ عہد خود را شکستی کہ در شانہ من گفتی کہ اگر خواہم بعہد خود وفا کنم والا اگر نخواہم نکنم حضرت امام حسن علیہ السلام دریں کار فرو ماندہ گفت اے مسیّب من دل از یں کار برگرفتہ و عذر من نیکو من نباشد اگر من خواہان حرمت و جاہ دنیا بودے معاویہ را آں محل نشناختمے کہ در جنگ برابر من بہ

اینیا دے چہ حق از او در کل احوال وسائر اعمال صبور تر وثابت قدم ترم لیکن من بایں جہت صلح کردم
صلاح رعیت ونظام کار مسلمانان خواستم شما نیز بقضائے باری تعالےٰ راضی بشوید وطریق مناقشت
ومنازعت مسپرید با صالحان امت جدم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم برآسائید واز مفسدان با در ہید۔
حقوق بنی امیہ کی رعایت اور تائید کرنے والے حضرات جناب امام حسن علیہ السلام کے محاسن اخلاق کی بے نظیر
مثال کو اس واقعہ سے ملاحظہ کر لیویں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اس موقع پر اگر آپ کے سوا کوئی دوسرا
معاویہ کے مقابلہ میں ہوتا تو وہ کبھی ایسے موقعہ کو ہاتھ سے نہ دیتا اور مصالحت کی تمام شرطوں سے دست
بردار ہو کر جہاں تک ہوتا ان کے حقوق کے استیصال کے لئے اپنی طرف سے پوری کوشش کرتا ان
کے محاسن اخلاق کے جواب میں اور صلحنامہ کے شرائط کی اداکاریوں کے عوض میں جو جفا اور مظالم امیر
معاویہ کی طرف سے عمل میں لائے گئے وہ بہت جلد ہم ایک علیحدہ مضمون کے متعلق بیان کرتے ہیں۔
بہر حال امیر معاویہ کے اس خطبہ نے ایسا زہریلا اثر پیدا کر دیا کہ ہر شخص انکے دلی ارادوں کو سمجھکر اپنی جگہ پر
بے چین ہو بیٹھا اور اس تمام مجمع میں ایک غیر اطمینانی اور پریشانی پھیل گئی اپنے استحکام سلطنت کی غرض
کی وجہ سے اپنے تسلط کے ابتدائی زمانہ میں رعایا اور ان کے حقوق کی ہمدردی دلجوئی اور رعایت کہاں
تک فرمائیں گے سریر خلافت پر قدم رکھتے ہی رعایا اور تمام اہل اسلام پر تیغ انتقام کھینچنے لگے اور ان
تمام وعدوں سے انکار کرنے لگے جن کی روشنائی بھی صلحنامے کے کاغذ میں اچھی طرح خشک ہونے بھی
نہیں پائی تھی مسیب کا پورا واقعہ اپنے ذیقدر مؤرخ کی اصل عبارت سے ہم ابھی ابھی اوپر تحریر کر چکے
ہیں اور جناب امام حسن علیہ السلام کا وہ منصفانہ اور دانشمندانہ جواب بھی قلمبند کر چکے ہیں جو آپ نے
مسیب کو اس کی تقریر سنکر دیا ہے اس میں شک نہیں کہ جناب امام حسن علیہ السلام کو ہر طرح سے مسلمانوں کی
اصلاح حال منظور تھی اور زمانہ کی موجودہ ضرورتوں کے اعتبار سے سب سے زیادہ ضروری اور لازمی تھی
پر آپ نے عمل فرمایا ہر چند کہ معاویہ کے نقص طبیعت اور رفتار کردار سے معلوم تھا کہ اس کے عہد و پیمان بالکل
ناقابل اعتماد اور غیر معتبر ہیں اور اسکی طرف سے ان معاہدوں پر کبھی وفا نہیں کی جائے گی مگر یہ اصلاح حال اور
عامۃ الناس کی رفاہ و فلاح اسی میں تھی کہ جنگی معاملات کے سلسلہ کو قطع کر دیا جاوے کیونکہ اس سلسلہ کا
قائم رکھنا آدمیوں کی جمعیت پر منحصر تھا اور جمعیت میں جیسے کچھ خلوص اور اعتقاد والے مجتمع تھے ان کی
پوری کیفیت ہم نہایت شرح و بسط کے ساتھ اوپر لکھ چکے ہیں ان کے معاملات کو بغیر اس صورت کے اختیار کئے
یوں ہی ترک کر دینا اور کوئی صورت قرار واقعی قائم نہ کرنا امام حسن علیہ السلام کے موجودہ منصب کے خلاف
تھا معاویہ کی عہد شکنی خلاف وعدگی کے فطرت معائب اور قبائح جو اس کی طبیعت کے لازمی اجزا تھے
جب تک اس صلحنامہ کے شرائط کے خلاف میں مشاہدۃً عام طور سے ظاہر نہ ہو لیں کامل طور سے ثابت
نہیں ہو سکتے تھے اور اس کی ناقابل خلافت ہونے کے دلایل مستحکم نہیں رہ سکتے تھے۔

اس مضمون کی نسبت ہم اتنا اور لکھ دیں گے کہ معاویہ کی اس تقریر سے جو کچھ اثر عامۃ الناس پر پڑا تھا وہ اتنا ضرور تھا کہ معاویہ کی ابتدائی کارروائیوں میں انتشار پیدا کرتا اور امام حسن علیہ السلام کی جگہ معاویہ جیسا امارت کا حریص حکومت و ریاست کا شیدا کوئی دوسرا دعویدار ہوتا تو وہ صلحنامہ کے شرائط پر ایک منٹ کے لئے بھی لحاظ نہ کرتا اور بیوقت سے اپنی منفعت کے لئے ایک تازہ فساد کی شاخ لگا تا مگر چونکہ امام حسن علیہ السلام کو انہیں دلیلوں سے معاویہ کے تمام جھوٹے سچے استحقاق خلافت کے دلائل کاٹنے تھے تو اس لئے وہ دلیلیں اپنے اوپر کیسے جمع کی جا سکتی تھیں اور نقص عہد فرما کر اپنے پاک و پاکیزہ دامن عصمت میں کیسے داغ لگایا جا سکتا تھا اسی وجہ سے جناب امام حسن علیہ السلام نے اس عالم انتشار و اضطرار پر کوئی خاص توجہ نہیں فرمائی اور اسکو اسی حال پر چھوڑ دیا اور مسیب سلیمان ابن صرد خزاعی رحم اللہ علیہم کی جداگانہ اور دوستانہ تحریک سے قطع نظر فرما کر کوفہ کے قیام سے مدینہ منورہ زاد اللہ شرفاً کی مراجعت فرمانے کو پسند فرمایا۔

بہرحال یہاں تک حالات لکھکر ہم ان واقعات کے سلسلہ کو ختم کرتے ہیں جن کو ہم نے امام حسن علیہ السلام کی خلافت کی ابتدا سے لکھنا شروع کیا تھا امام حسن علیہ السلام کے وہ حالات اور واقعات جنکو اسلامی مملکت سے خاص تعلق تھا ختم ہو گئے واقعہ صلح کے بعد سے آپ کی وفات تک اگرچہ دس برس کی کامل مدت پائی جاتی ہے مگر اس درمیان میں ہم کو پھر کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جس کو ہم آپ کے متعلق بلاد اسلامی کے کسی صیغہ میں پاتے ہوں المختصر ہماری کتاب کے ناظرین کو اب یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ دار الخلافت کوفہ کے اختیارات اس صلحنامے کی رو سے دار السلطنت شام کے سپرد ہو گئے اور مملکت اسلامی کے تمام کاروبار و اختیار و اقتدار معاویہ کے متعلق ہوئے اگرچہ ہم کو امیر معاویہ کے حالات لکھنے کے لئے کوئی مجبوری نہیں ہے مگر تاہم کو آپ کی تازہ حکومت کے متعلق ہم اتنے واقعات ضرور لکھیں گے جو اس صلح نامے کے متعلق خصوصیت کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔

بہرحال جناب امام حسن علیہ السلام کوفہ میں چندے اور قیام فرما کر اپنے مخصوص اہلبیت طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کے ہمراہ مدینۂ طیبہ کی طرف تشریف لے گئے اور خلافت و امارت کے ظاہری کاروبار سے قطعی دست بردار ہو کر خانہ نشینی اور عزلت گزینی کی معنوی نعمتوں اور اس کی محدود اور محتاط حالتوں میں اپنی حیات ستودہ صفات کے باقیماندہ ایام صرف فرمانے لگے اس زمانے میں آپ کی مقدس سیرۃ کے واقعات ایسے پوشیدہ اور خاموش ہیں کہ ایک سیرۃ نگار کے لئے ان کا سراغ لگانا سخت دشوار ہوتا ہے سمجھنے کے لئے اتنا کافی ہے کہ جس طرح جناب امیر المومنین علیہ السلام کی مقدس حیات کے واقعات اور حالات پر جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات سے لے کر خلافت ثلاثہ کے آخیر زمانہ تک بالکل پردہ ہے اسی طرح امام حسن علیہ السلام کے اکثر وہ سارے حالات بہ مشکل سے اطلاع ہو سکتی

مگر ہم اتنا ضرور کامل یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ جن مشاغل اور مصارف میں جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنی خانہ نشینی اور عزلت گزینی کی پچیس چھبیس برس کی مدت صرف فرمائی انہیں مشاغل میں امام حسن علیہ السلام نے اپنی حیات کی باقیماندہ دہ سالہ مدت بھی کمال احتیاط کے ساتھ صرف فرما کر اپنی ذات مجمع الصفات کو الولد سر لابیہ کا پورا پورا مصداق ٹھہرایا اور احکام فرائض و سنن اور ان تمامی امور دینیات میں جو منجانب اللہ آپ کی ذات سے متعلق تھے اپنی عمر عزیز کا یہ حصہ صرف فرمایا ہدایت عامہ اور تعلیم و تلقین مسائل دین جو منصب رسالت کے ختم ہو جانے کے بعد مسند امامت سے مخصوص تعلق رکھتے تھے کے تمام اصول جاری رکھے اور وہ مخصوصین اور جماعت مومنین جو اپنی ضرورتوں کے لئے زیارت سے مشرف ہوا کرتی تھی وہ ارشاد ہدایت اور احکام شریعت سے برابر مستفیض و مستفاد ہوتی تھی اگرچہ تھوڑے دنوں میں معاویہ کی تاکیدوں نے شریعت کے احکام عموماً اور خصوصاً وہ احکام جو شریعت الٰہیت کے مطابق نافذ ہوتے ہوں بالکل اٹھا دیئے تھے مگر تاہم وہ خالص مومنین باوجود ان شدید تاکیدوں کے صراط مستقیم سے سرمو علیحدہ نہ ہوئے اور برابر اپنے غریب خانوں میں انواع و اقسام کے مصائب اور شداید برداشت کر کے اپنے واجب الطاعۃ امام زمانہ کی اطاعت اور متابعت کو اپنی دینی اور دنیاوی سعادت کا ذریعہ سمجھتے رہے۔

جناب امام حسن علیہ السلام کے یہ ایام مخصوص انہیں امور کی تعلیم و تلقین میں صرف ہوتے رہے اور وہ تمام فرائض جو آپ کے منصب امامت سے تعلق رکھتے تھے اپنے اپنے اوقات پر صرف ہوتے رہے ان میں سب سے زیادہ ترجیح بیت اللہ کے سفر ہیں جن میں خصوصیت کے ساتھ اہتمام فرمایا جاتا تھا مگر اس انتظام و اہتمام کی موجودگی میں یہ امر نہایت تعجب دلانے والا ہے کہ یہ سفر جناب امام حسن علیہ السلام نے پاپیادہ انجام دیئے مدینہ سے مکہ تک کی مسافت ہر سال یوہیں کاٹی جاتی تھی اور ان کی تعداد تمام تاریخوں میں بالفاظ مختلفہ پچیس تبلائی جاتی ہے ٭ ٭ ٭

شرائط صلح کی پابندی جانبین سے کس نے کی

حسب الوعدہ ہم اپنے سلسلۂ بیان کو اس صلح نامہ کے ذکر سے شروع کرتے ہیں اور اس بحث میں اس امر کا مخصوص فیصلہ کرنا چاہتے ہیں کہ جانبین سے ان شرائط کی پابندی کس نے کی معاویہ نے یا جناب امام حسن علیہ السلام نے

یہ تو ظاہر ہے کہ جب جانبین سے ایک ایسی تحریر مستحکم ہو چکی تھی جس پر تمام اہل اسلام کے علاوہ صحابہ نے

بھی دستخط کر دیئے تھے تو فریقین کو اس کی پابندی ضروری تھی اور وہ ایک ایسا محکم اور استوار عہد ہو چکا تھا کہ اس سے انحراف و اختلاف کرنے کا فریقین میں سے کسی فریق کو کسی حالت اور کسی وقت میں مطلق اختیار باقی نہیں تھا جس صداقت اور دیانت کے اعتبار پر اس تحریر کی تکمیل ہوئی تھی اس کا پہلا فرض یہ تھا کہ وہ جس فریق کو جس حالت میں ان شرائط سے علیحدہ ہوتے ہوئے دیکھتا اسیوقت تمام اہل اسلام کو اس فریق کی اطاعت و اعانت سے قطعی دست بردار اور کنارہ کش ہوجانا لازم تھا مگر افسوس اس بات کا ہے کہ ایسی دیانت اور امانت والے اُمت مرحومہ کے دائرہ سے تیس بتیس برس پہلے خارج ہو چکے تھے اب وہ کہاں تھے جن کی وجہ سے ثروت و دولت کی تحصیل سے دست بردار ہو کر قناعت کے خزانے جمع کر لئے جاتے۔

بہر حال جو صلح نامہ جناب امام حسن علیہ السلام اور معاویہ ابن ابی سفیان کے ما بین لکھا گیا اس کی پوری تفصیل ہم اس کتاب میں ابھی ابھی اوپر درج کر چکے ہیں مندرجہ ذیل شرائط سے یہ صلحنامہ مرتب و مکمل تبلایا جاتا ہے اور تمام تاریخیں انہیں شرائط کو عبارت صلح نامہ میں تسلیم کرتی ہیں۔

(۱) شیعیان دوستان اور پیروان جناب امیر المومنین علی علیہ السلام سے معاویہ کوئی انتقام نہ لے اور ان کو کسی قسم کے جانی اور مالی نقصان نہ پہنچاوے (۲) معاویہ تا حین حیات امارت و خلافت پر قائم رہے بعد اپنے امر خلافت کے لئے کسی کو اپنی طرف سے نامزد نہ کرے بلکہ شوریٰ پر چھوڑ دے (۳) متعلقات بصرہ کی سالانہ آمدنی مصارف اہلبیت علیہم السلام کے واسطے فروگذاشت کر دی جائے (۴) خزانہ کوفہ کی موجودہ رقم جناب امام حسن علیہ السلام کے لئے تسلیم کر دی جائے (۵) سبّ امیر المومنین علیہ السلام کی بدعت اُٹھا دی جائے۔

تمام تاریخوں کا اسپر اتفاق ہے کہ معاویہ نے تمامی شرائط قبول کر لئے مگر امتناع سب والی شرط نہیں قبول کی مگر جب جناب امام حسن علیہ السلام کی طرف سے بہت سخت اصرار کیا گیا تو جیسا ہم معتبر تاریخوں کے اسناد سے اوپر ثابت کر آئے ہیں کہ معاویہ نے یہ طے کیا کہ جس مجمع میں آپ ہوں گے وہاں اس امر سے احتیاط کی جائے گی مگر مؤرخ ابو الفدا کا قول ہے کہ وہ اپنے اس اقرار پر بھی قائم نہ رہا۔

بہر حال اس صلح میں اسی قدر شرائط تھے جن کی پابندی فریقین پر ہر وقت اور ہر حال میں لازمی اور ضروری تھی اب ہم ہر شرط کو حسب الوعدہ علیحدہ علیحدہ لکھکر یہ دکھاتے ہیں کہ فریقین میں سے کس نے ان شرطوں پر وفا کی اور ان کو پورا کیا اور کس نے ان معاہدہ کو توڑا اور ان کے حدود سے اپنے قدم باہر نکالے۔

پہلی شرط شیعیان دوستان پیروان جناب امیر المومنین علیہ السلام سے معاویہ کوئی انتقام نہ لے اور نہ ان کو کسی قسم کے جانی اور مالی نقصان پہنچاوے۔

ہم اس سلسلۂ بیان میں یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ امیر شام نے اس شرط کو کہاں تک پورا کیا اس صلحنامہ کے مرتب اور مکمل ہو جانے کے بعد معاویہ نے اپنے ان تمام رازوں کو ظاہر کر دیا جو وہ سالہا سال اصد

مدت ہائے دراز سے اپنے دل میں چھپائے ہوئے تھے اور حقیقت میں اب ان کے پوشیدہ رکھنے کی کوئی ضرورت بھی باقی نہیں رہی تھی بلادِ اسلامیہ کی حکومت اختیار میں آچکی تھی اور وہ تمام آرزوئیں جو اس امارت اور حکومت کے حصول میں دل سے لگی تھیں پوری ہو چکی تھیں اب انہوں نے ان تمام سابق عداوتوں کے دروازے کھول دیئے اور سمجھ لیا کہ زمانہ ہمارے مخالف اور مقابل سے بالکل خالی ہے۔

ہماری کتاب کے معزز ناظرین میں جن بزرگواروں کو تاریخ اسلام کے ملاحظہ کا مذاق سلیم حاصل ہے وہ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ معاویہ کی یہ مخالفتیں اور ان کا اظہار تعمیل صلح نامہ کے بعد شروع نہیں ہوا ہے بلکہ ان کی ظاہری ابتدا تو حکمین کے غیر معتبر فیصلہ سے قائم ہوتی ہے اور بالاتفاق تمام مستند تاریخیں ہمارے اس بیان کی شاہد و صادق ہیں چنانچہ سب سے پہلے علامہ طبری نے واقعہ تحکیم کے بعد جہاں سے ان مفسدوں کا سلسلہ شروع کیا ہے وہاں سرخی کی یہ عبارت درج فرمائی ہے۔

فصل فی خبر الشرایا التی انفذها معاویة ابن ابو سفیان یعنے شر فساد کے دروازے تو یہیں سے کھل گئے۔ دومۃ الجندل میں ابو موسیٰ کی سفاہت اور عمر عاص کی دیانت کس کو معلوم نہیں ابھی دنیا کی نگاہوں میں یہ معاملہ کسی طرح فیصل بھی نہ ہونے پایا تھا کہ یہ فیصلہ راستبازی کے ساتھ ہوا تھا یا نہیں اور جو کچھ ہوا وہ اعتبار کے قابل ہے یا نہیں امیر معاویہ نے تمام بلاد اسلامی میں فتنہ و فساد کے تارپیڈو چھوڑ دیئے اور عام طور سے چاروں طرف ملک میں اپنی شورش کے طوفان اٹھائے اور بغیر اس خیال کے کہ امت اسلام اور پیروان خیر الانام صلوات اللہ علیہ وسلام کی جانوں پر کیا گذرے گی اور ان کے جان و مال زر و فرزند کی بربادی کی کیا حالت ہوگی ایک امیر المومنین علی علیہ السلام کی تنہا مخالفت اور حصول امارت کے اشتیاق کی وجہ سے فوجوں پر فوجیں بھیجیں اور ان فوجوں پر ایسے ایسے جابر اور سنگدل ظالموں کو چن چن کر مقرر کیا جو عداوت علیؑ میں اس سے زیادہ سخت تھے ان فوج کشیوں کی وجہ سے تمام مملکت اسلام میں شام کی سرحد سے لیکر حجاز عراق یمن حضر موت الجزائر تک جیسے جیسے مفسدے خونریزیاں اور لوٹ مار مچائی وہ عام طور سے تمام اسلامی تاریخوں میں تفصیل کے ساتھ درج ہیں ان متواتر حملوں نے جیسا کچھ ملک اور رعایا کو مالی اور جانی نقصانات پہنچائے وہ نہایت شرمناک اور افسوس کے قابل ہیں اور ہرگز اس قابل نہیں کہ تاریخی پیرایہ میں لاکر غیر قوموں کے سامنے پیش کئے جائیں جنکو دیکھ کر وہ اس امر کے تصفیہ کرنے کے قابل ہوں کہ اسلام کے ناعاقبت اندیش فرمانرواؤں نے اپنی نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے کے لئے اپنے ملک اور اپنی رعایا کو جو خاصکر اس کے ہم قوم ہم وطن اور ہم مذہب ہونے کا سچا اور صحیح دعویٰ رکھتے تھے ایسے ایسے عظیم نقصانات پہنچائے۔

ہم ان حالات کی تفصیل کو اس سلسلہ کے جلد اول کے صفحہ ۱۸۵ سے لے کر ۱۹۱ تک لکھ چکے ہیں اگر ہم ان واقعات کو اسی تفصیل کے ساتھ بار دیگر لکھیں تو طول کا باعث ہوگا لیکن اس مقام کی ضرورت کچھ بھی

ہم ان کے خلاصہ کو اپنے سلسلۂ بیان میں مندرج کرتے ہیں۔

سب سے امیر معاویہ نے ضحاک ابن قیس الفہری کو عراق کی طرف بھیجا ضحاک شام سے روانہ ہوا راستہ میں جو صحرا نشین قبیلے ملتے گئے لوٹتا ہوا منزل ثعلبیہ تک پہنچا وہاں اس نے قافلۂ حجاج پر چھاپہ مارا اور ان کے مال و متاع کو غارت کیا عمر ابن عمیس ابن مسعود ذہلی عبد اللہ ابن مسعود صحابی ہو نحذا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اپنے بھتیجے کو ان کے ہمراہیوں کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ان کے تمام سرمایہ کو غارت کیا۔ تاریخ طبری جلد چہارم ص ۵۶۹

(۲) ضحاک کے بعد نعمان ابن بشیر کے مفسدے کی باری آئی یہ دو ہزار آدمیوں کی جماعت لے کر شام سے عین التمر تک پہنچے اور راستہ میں تمام فساد مچائے مالک ابن کعب نے سر راہ پہنچکر ان کا مقابلہ کیا نعمان تاب مقاومت نہ لائے اور جدھر سے آئے تھے ادھر چل دیئے؛ طبری ص ۵۶۹ روضۃ الصفا ص ۲۴۰ تہذیب ص ۲۶۶

(۳) عبد اللہ ابن عامر مخزومی نے بصرہ پر حملہ کیا اور وہاں کے لوگوں کا محاصرہ کیا مگر جاریۃ امیر المومنین علیہ السلام کے موجودہ عامل نے اس کا بہت جلد تدارک فرما کر بصرہ کو عبد اللہ کے گزند مفسدا اور نقصانات سے محفوظ رکھا۔

(۴) سنہ ۳۹ھ کے اخیر میں معاویہ نے یزید ابن شجرہ کو چھ ہزار آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ حرمین کی طرف بھیجا اور اس سے یہ تاکید کردی کہ اگر وہاں کے لوگ میری اطاعت قبول کریں تو ان سے بملائمت پیش آنا اور اگر وہ تیرے حکم کو نہ مانیں تو ان پر سختی کرنا اور ان سے لڑنا یزید کی آمد نے تمام حجاز میں ایک تہلکہ ڈال دیا اور وہاں کے لوگ سخت انتظار میں مبتلا ہو گئے یہاں تک نوبت پہنچی کہ قثم ابن عباس جو امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے مدینہ کے عامل تھے اپنے ارادوں میں متزلزل ہو گئے مگر امیر المومنین علیہ السلام کی فوری امداد نے ان کو اور ان کی رعایا کو بہت کچھ اطمینان دلایا تازہ کمک پہونچنے کی وجہ سے حرمین کے لوگوں کا کچھ نہ کر سکا اور حج کے مراسم ادا کر کے شام کی طرف چلا گیا تہذیب المتین ص ۲۷۴

(۵) یزید ابن شجرہ کے ناکامیاب واپس آنے کے بعد معاویہ نے فوراً بسر ابن ارطاۃ کو حرمین کی طرف بھیجا بسر ابن ارطاۃ کا شمار طبقۂ صحابہ میں ہوتا ہے یزید کی ناکامیابیوں کو دیکھ کر معاویہ کو اس قدر غصہ آیا کہ انہوں نے بسر ابن ارطاۃ کو تین ہزار فوج دیکر یہ تاکید کردی کہ حرمین سے لے کر یمن تک جہاں جہاں شیعیان علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کا نام و نشان ملے ان کو میری بیعت پر راضی اور مجبور کر اگر وہ انکار کریں تو ان کو تلوار سے قتل کر جب وہ قتل ہو چکیں تو ان کا مال و اسباب لوٹ لیا جائے اور مدینہ پہنچ کر بھی ایسا ہی کرنا ابو ایوب انصاری امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے مدینہ کے عامل تھے بسر ابن ارطاۃ نے پہلے مدینہ کا رخ کیا اور بسر کے آتے ہی ابو ایوبؓ روپوش ہو گئے بسر نے مدینہ کے لوگوں

معاویہ کی بیعت کی دعوت کی ان میں سے بعض نے خوف جان کی وجہ سے قبول کیا اور بعض نے طمع دنیاوی کی وجہ سے جو منکر نکلے بسر نے ان کے گھروں میں آگ لگا دی انہیں لوگوں کے ساتھ ابوایوب انصاری کا گھر بھی پھونک دیا گیا طبری وغیرہ کا قول ہے کہ مدینہ میں یہ پہلی آگ تھی جو بسر نے لگائی طبری صفحہ ۵۹۷ جتنا لوگوں کو اسلامی تاریخوں سے دلچسپی ہے وہ جانتے ہیں کہ ابوایوب انصاری کا گھر جس میں آگ لگائی گئی ہے وہ متبرک گھر ہے جس میں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے نزول اجلال فرمایا اسی وجہ سے ان تمام لوگوں کے گھروں پر ان کے گھر کو ترجیح عنایت فرمائی اور یہ ایک ایسا نمایاں شرف تھا جو سوائے اس گھر کے اور کسی گھر کو حاصل نہیں بسر ابن ارطاۃ نے باوجودیکہ صحابی رسول ہونے کا دعوے رکھتے تھے مگر کچھ بھی اس گھر کی شرافت اور عظمت کا خیال نہ کیا اور جس خاصۂ خدا کے فیضان صحبت کی وجہ سے اپنی ذات پر صحابیت کے اعزاز کا افتخار حاصل کرکے دنیا کی نگاہوں میں اپنے اعزاز ومدارج کا اعلان کرتے ہیں اسی کی خاک قدم اور قدم رنجہ فرمانے کی برکت اور عظمت نے اس گھر کو ایسے نمایاں شرف سے مشرف اور معزز فرمایا تھا کہ جب تک مدینہ منورہ مسجد النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمارت اور اہلبیت نبوی سلام اللہ علیہم کے لئے مکانات تعمیر نہ ہولئے جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم برابر اسی گھر میں تشریف فرما رہے ہیں۔

بسر ابن ارطاۃ کے آگ لگانے کی نسبت جب ہم کافی طور سے کام لیتے ہیں تو ہم ان کی ان جابرانہ کارروائیوں کو ان کے اولیات واختراعات سے نہیں پاتے بلکہ اس واقعہ سے تیس برس پہلے جناب سیدۃ العالمین سلام اللہ علیہا کی عصمت سرا جو حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص دولتسرا تھی ابنائے زمانہ کی آتش نفاق سے نہ بچ سکی تو اس کے مقابلے میں بیچارے ابوایوب انصاری کا کیا شمار اور ان کا کیا اقتدار۔ دیکھو ابوالفداء

بہرحال یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا جو خواہ مخواہ ہمارے سلسلۂ بیان میں حائل ہو گیا پھر ہم اپنے قدم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں آگ لگانے کے بعد بسر ابن ارطاۃ نے ایک دن مسجد رسولؐ کے دروازے پر پہرے بٹھا دیئے کہ حاضرین مسجد سے کوئی شخص معاویہ کی بیعت کئے بغیر باہر نہ جاوے پھر تمام اہل اسلام کو جمع کرکے کہا کہ تم لوگوں نے مظلوم عثمان کو قتل کیا قسم خدا کی میں حاضرین میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑونگا تاوقتیکہ تم سب معاویہ کی بیعت نہ کرو گے طبری جلد چہارم ص ۵۹۷

اسی ضمن میں ابوایوب انصاری کے بعد عبداللہ ابن جابر الانصاری کا واقعہ ہے جو طبقہ صحابہ میں نہایت عظمت اور وقعت کے ساتھ یاد کئے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے طول عمر کی مخصوص دعا فرمائی تھی عبداللہ غریب پر نہایت سختی کی گئی آخر کار ام المومنین ام سلمہؓ کی سفارش سے ان کی خلاصی ہوئی۔

بسر بن ارطاۃ چھ مہینے تک مدینۃ النبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اور اس کے گرد و نواح میں مقیم رہا اور ابو ہریرہ کو اپنی طرف سے مدینہ کا عامل مقرر کر کے خود بیت اللہ زاد اللہ شرفا کی طرف روانہ ہوا تہذیب ص ۲۷۶
مدینہ سے اٹھ کر بسر ابن ارطاۃ اپنے تمام مظالم کے ساتھ طائف تک پہنچا اور یہاں سے شیعیان علی علیہ السلام کا سراغ لگاتا ہوا چلا جو شیعہ علیؑ جہاں اس کو ملتا گیا وہ اس کے ظلم و تعدی اور قتل و غارت کی نذر ہوتا گیا طائف کے قریب ایک بستی تھی جس میں شیعیان علیؑ کی تھوڑی سی آبادی تھی بسر کو ان کی خبر لگ گئی تو اس نے اپنے ہمراہیوں کو لے کر ان کا محاصرہ کر لیا اور ان کے قتل پر آمادہ ہوا بسر ابھی طائف ہی میں مقیم تھا اور اس کے ہمراہی ان بیگناہوں کی ایذا رسانی میں مصروف تھے۔
ان لوگوں نے اپنی جانوں کو موت کے پنجہ میں دیکھکر بسر ابن ارطاۃ کے پاس اپنی معافی کیلئے درخواست بھیجی اور طائف کے عمائد نے بھی بسر سے ان کی سفارش کی جس کو بسر نے قبول تو کیا مگر عمداً اس کے جواب میں اس قدر دیر لگائی کہ تھوڑی دیر اور جواب نہ پہنچا تو اس کے سپاہی تمام شیعیان علیؑ کے سر اڑا دیتے مگر تاہم جواب پہنچتے پہنچتے دو ایک آدمیوں کا خون ناحق ہو ہی گیا۔
مدینہ سے ہوتا ہوا بسر ابن ارطاۃ مکہ پہنچا تمام خلقت اس کی ایذا رسانیوں کی وحشتناک خبریں سن سنکر بھاگ گئی انہیں لوگوں میں حضرت عبد اللہ ابن عباس کے دو صاحبزادے بھی جن کا نام سلیمان اور داؤد تھا بھاگے یہ دونوں لڑکے حوریہ بنت خالد کنانی کے بطن سے تھے یکسن بچے اپنے ایک غلام کے ہمراہ یمن کے قصد سے باپ کے پاس جانے کے لئے گھر سے نکلے راہ بھول گئے قضائے بسر کے آدمیوں کے ہاتھوں گرفتار کرادیا وہ ان کو بسر کے پاس لے آئے اور اس ظالم نے ان دونو معصوم بچوں کو ایک ایک ضرب شمشیر سے قتل کرڈالا پھر مکہ میں قتل عام کر کے نجران کی طرف مع اپنے ہمراہیوں کے روانہ ہوا۔
نجران پہنچکر عبد اللہ ابن عبد المدانی جو عبید اللہ ابن عباس کے خسر تھے اور ان کے اکلوتے بیٹے مالک کو نہایت بیرحمیوں سے قتل کرڈالا تبی نجران سے اٹھکر ارحب میں پہنچا وہاں ابو کرب جو تمام قبیلہ بنی ہمدان کا رئیس تھا مارڈالا طبری ص ۹۰۵ تہذیب ص ۲۷۶
ہم نے معاویہ کے اتنے مفسدے اور عام خونریزیاں لکھدیں جو ان کے فرمان و تسلیم ہونے سے پہلے ان کے حکم سے وقوع میں لائی گئیں شیعیان علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کے غریب جانوں اور مالوں پر جو گذریں وہ ان واقعات سے ظاہر ہے ان کو دیکھکر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس فرمانروا نے اپنی بے اختیاری کے زمانے میں خاصکر اس قوم اور اس فرقہ کے ساتھ ایسی عداوت اور مخالفت کے ظالمانہ سلوک قائم رکھے اور ایکبارگی نہیں کئی بار ان کو جانی اور مالی نقصانات پہنچائے اور ملک کے چاروں طرف سے ڈھونڈھ ڈھونڈ کر ان کو اور ان کے مال و متاع کو غارت کیا وہ اپنی پوری حکومت و اختیار اور ثروت و اقتدار کے زمانے میں ان کے قتل و غارت کرنے اور ان کے نام مٹانے میں کس حد تک کوشش کریگا۔

یہاں تک تو ہم نے تمہید کے طور پر صرف وہ واقعات لکھے تھے جو علامہ طبری نے دومۃ الجندل کے ناحق فیصلہ کے بعد معاویہ کی مفاسد کی تفصیل میں لکھا ہے اس کے بعد ہم اپنے سلسلۂ بیان میں اب وہ حالات قلمبند کرتے ہیں اور ان کے وہ ظالمانہ سلوک تحریر کرتے ہیں جو وقوع صلح کے بعد معاویہ نے اور ان کے طرز حکومت نے شیعیان علی علیہ السلام اور ان کے دوستوں کے ساتھ قائم رکھے جن کے محفوظ رکھے جانے کی شرائط وہ اس صلح نامے میں تسلیم کر چکے ہیں۔

معاویہ نے سریر سلطنت پر بیٹھتے ہی اس فرقے کا تجسس اور سراغ لگانے کے لئے بار عام حکم دیدیا ان کا پہلا حکم تھا جو ملک کے گوشہ گوشہ میں نہایت سختی سے پہنچایا گیا ان کے ہر عامل اور ماتحت افسر نے نہایت سختی سے ان کے اس فرمان کو اپنے قلمرو میں جاری کیا ان کے زمانہ میں جو کچھ قصور تھا وہ شیعیان علی علیہ السلام کے سر اور جو کچھ خطا تھی وہ پیروان اہلبیت طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کے ذمہ نہ کوئی یہودیوں سے متعرض ہوتا تھا اور نہ نصاریٰ سے جو کچھ برائی اور خرابی تھی وہ علی علیہ السلام کی محبت اور اہلبیت علیہم السلام کی اطاعت میں۔

ہماری دانست میں اگر معاویہ اس مخصوص فرقے کے عوض اپنی اپنی کوششیں اسلام کے کسی مخالف فرقہ کے استیصال یا ان کے راہ راست پر لانے کی فکروں میں صرف کرتے یا کم سے کم ان کی جگہ صرف قاتلان عثمان ہی کا سراغ لگاتے ان کو ڈھونڈ ھ نکالتے اور ان کو ان کی جائز سزاؤں تک پہنچاتے اور اپنے ان یزور وعدووں کو جو خون عثمان کی قصاص طلبی کے خیالوں میں جناب امیر المومنین علیہ السلام کے روبرو پیش کئے جاتے تھے اپنے ایسے اختیار کے زمانے میں کبھی ایکبار بھی سچا اور صحیح ثابت کر دکھلاتے تو انصاف کے آنسو پونچھ جاتے اور ان کے لئے آج دنیا کے وسیع کارنامے میں ان الزامات کی جگہ تھوڑی بہت مدح وثنا کے لئے بھی جگہ خالی چھوڑی جاتی۔

معاویہ نے صرف اس فرقہ کی بربادی کی غرض سے زیاد کو ابوسفیان کا بیٹا بنایا اور اس کو اپنا مایۂ ناز اور سرمایۂ اعزاز قرار دیا یہ واقعہ بھی ان کی اولیات واختراعات سے شمار ہوتا ہے دیکھو کتب رجال وسیر اور اس قدر متواتر اور مشہور ہے کہ ہم کو یہاں اس کے لئے کوئی تصدیق اور توثیق بھی ضروری نہیں ہے اتنا یاد رکھنا چاہیئے کہ زیاد ابن سمیّہ اپنے نفاق وشقاق میں ابن اشعث وحصین وغیرہ کے ہموزن اور مقابل تھا بلکہ جہاں تک واقعات سے ثابت ہوتا ہے ان سے بھی زیادہ کیونکہ صفین میں ابن اشعث وغیرہ کی ابتدائی حسن خدمات نے امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت سے اپنے لئے قبولیت کی عزت حاصل کی تھی زیاد نے اگرچہ معرکہ ہائے جنگ میں کسی موقعہ پر اس کی شرکت ثابت نہیں مگر ملکی معاملات میں البتہ اس نے بھی جناب امیر المومنین علیہ السلام کو اپنی خدمات سے خوش کیا خصوصاً ملک فارس کا انتظام نہایت خوبیوں سے انجام دیا۔

امام حسن علیہ السلام کے زمانے تک وہ راسخ العقیدہ بنا رہا مگر حقیقت میں اسکو اپنی پست نسبی کا عرت جلیسے ملک میں ضرور نمایاں تھا اور ایسا ہردم ہر لحظہ پہلو کا نیش تھا جو اس کی موجودہ ثروت و اقتدار کو سکی نگاہوں میں خاک کئے رہتا تھا معاویہ چونکہ اس خوش عقیدگی سے واقف تھا اس لئے اپنی کسی سازش کی تحریک پر ایکبارگی جرأت نہیں کرتا تھا یہاں تک کہ جب زمانہ کی بداعمالیوں نے بلاد اسلامی کی عنان حکومت اس کی گردن میں ڈالدی تو اس کو اپنی اس تحریک کے پیش کرنے کا پورا موقعہ ہاتھ لگا اس نے زیاد کو اس ترکیب سے اپنا بنایا پھر تو سلامتی سے زیاد بڑے بھائی صاحب کے ایسے مطیع نکلے کہ اگلے پچھلے تمام خیالات کو خیرباد فرما گئے اور انہیں کے قدم بقدم بلکہ اپنے نام کے معنوی اعتبار سے المضاعف چلنے لگے شیعوں کی غریب جانوں کی وہ بربادی مچائی کہ تمام عراق میں واویلا مچ گئی ان کے مظالم کی مجمل کیفیت خواجہ احمد اعثم کوفی اس عبارت میں لکھتے ہیں۔

اشیاع و دوستان امیرالمومنین علیہ السلام را بقتل رسانید و در ہر کجا کہ یکے از آں جماعت یافت می کشت و دست پائے ایشاں را می برید و چشم ہائے را برمی کند و معاویہ ابن سفیان ہمیشہ بر مصلحت دید او می رفت تاریخ اعثم کوفی ص ۱۴۲ قلمی

ایک محبت علی علیہ السلام کے قصور میں جانیں لے لی گئیں ہاتھ پیر کاٹ ڈالے گئے آنکھیں پھوڑی گئیں مگر تاہم جوش انتقام پورا نہوا اور تسکین دلی حاصل نہوئی ہم نہیں سمجھتے کہ ظلم و ایذا کی اب وہ اور کون قسم ہوگی جو ملک کی تباہی اور رعایا کی بربادی کی تجویز کی جائے گی۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بھی ان افسوسناک واقعات کی تفصیل میں قریب قریب یہی عبارت درج کی ہے جس کو ہم ترجمہ جلاءالعیون مطبوعہ لکھنو سے لکھتے ہیں۔

معاویہ نے زیاد ابن سمیّہ کو کوفہ اور بصرہ کا عامل مقرر کیا چونکہ زیاد شیعوں کو پہچانتا تھا اور ایک مدت تک امیرالمومنین علیہ السلام کے ہمراہ رہچکا تھا وہ شیعیان علیؑ کو ڈھونڈھتا تھا جہاں پاتا تھا ان کو قتل کرتا تھا ان کو ڈراتا تھا ان کے ہاتھ پاؤں کاٹتا تھا اور درختان خرما میں لٹکا کر پھانسی دیتا تھا آنکھیں نکلواتا تھا شہر سے نکالدیتا تھا اور آوارہ وطن کر دیتا تھا یہاں تک کہ تمام شیعوں کو ملک عراق سے نکال دیا اور عراق میں کوئی شیعہ نہ رہا مگر مارا گیا یا سولی دیا گیا یا قید کیا گیا یا آوارہ وطن کیا گیا۔

جلاءالعیون ص ۲۸۱

ان واقعات کو ہم فریقین کی دو معتبر کتابوں سے لکھ کر اب ان کے احکام کی کامل عبارت بھی ذیل میں لکھتے ہیں جو شیعیان علی ابن ابی طالب علیہم السلام کے لئے مخصوص تمام ملکی عمال کے نام بھیجے گئے اور انپر نہایت شدت کے ساتھ عمل کیا گیا۔

علامہ یوسف کتاب الاحداث میں لکھتے ہیں کتب معاویۃ نسخۃ واحدۃ الی عمالہ بعد عام الجماعۃ

انی برئت الذمة ممن روی شیئا من فضل ابی تراب واهلبیته فقامت الخطباء فی کل کورة
وعلی کل منبر یلعنون علیا ویبرؤن منه ویقعون فیه وفی اهلبیته اشد الناس بلاء
حینئذ اهل الکوفة لکثرة من بها من الشیعة فاستعمل علیه زیاد ابن سمیه وهو
بهم عارف لانه کان منهم فی ایام علی علیه السلام فقتلهم تحت حجر ومدر واخافهم
وقطع الایدی والارجل وسمل العیون وصلبهم علی جذوع النخل وشردهم عن العراق
فلم یبق بها معروف منهم ثم کتب معاویة الی عماله نسخة واحدة الی جمیع البلدان
انظروا من علیه البینة انه یحب علیا واهلبیته فامحوه من الدیوان واسقطوا عطائه
ورزقه وشفع ذالک بنسخة اخری من اتهمتموه بموالاة هؤلاء القوم فنکلوا به واهدموا
داره فلم یکن البلاء اشد واکثر منه بالعراق ولاسیما بالکوفة

خلع خلافت امام حسن علیہ السلام کے بعد جب معاویہ کو امارت ملی تو اس نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ جو کوئی فضائل علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام بیان کرے تم ان پر تبرا کر دیں خطیبوں نے ممبروں پر جناب امیر المومنینؑ و آئمہ طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین پر لعنت کرنی شروع کر دی اور وہ وقت شیعیان علیؑ پر نہایت سخت تھا اور چونکہ کوفہ میں شیعوں کی جماعت زیادہ تھی اس لئے معاویہ زیاد ابن سمیہ کو وہاں کا عامل کر کے بھیجا اس وجہ سے کہ وہ ان لوگوں کو اچھی طرح پہچانتا تھا اور وہ ان لوگوں کے ساتھ امیر المومنین علیہ السلام کے زمانے میں رہ چکا تھا زیاد نے ان لوگوں کو قتل کیا اور ان کو ڈرایا ان کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے آنکھیں پھوڑ ڈالیں اور درختوں میں لٹکا کر سولی دلوا دی اور عراق سے ان کو نکلوا دیا اور ان کے معروف لوگوں میں سے کوئی شخص وہاں باقی نہ رہا پھر معاویہ نے ایک عام حکمنامہ تمام عاملوں کے نام سارے ملک میں لکھ بھیجا کہ خیال رکھو جو محب علیؑ و اہلبیت علیہم السلام تمہارے سررشتہ میں بذریعہ ملازمت پایا جائے تو اس کو موقوف کر دو اور نام اس کا صیغہ ملازمت سے کاٹ دو اور انعام و اکرام اس کو نہ دو اور جس کسی کو محبت علیؑ اور اہلبیت علیہم السلام میں دیکھو اس کو بلائے سخت میں مبتلا کر دو اور گھر اس کا کھود کر پھینک دو قول فیصل ص ۱۰۸ باسناد صحیح مسلم۔

اب ہماری کتاب کے انصاف پسند ناظرین ان حالات کو عموماً اور معاویہ کے عام حکمنامہ کو خصوصاً صلحنامہ کی اس شرط سے جو خاص کر شیعیان علی علیہ السلام کے امان و تحفظ کی نسبت صلحنامے میں درج کی گئی تھی مقابلہ کر کے خود فیصلہ فرمالیں کہ معاویہ نے اس شرط کو کہاں تک پورا کیا اور امن امان کے مقاصد کے بالکل برعکس اس خاص فرقہ کے استیصال اور بیخکنی میں وہ کونسا دقیقہ تھا جو فروگذاشت کر دیا گیا۔

ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ ان واقعات کو دیکھ کر ہر ذی فہم خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ معاویہ نے شیعیان علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کے معاملات میں اگر اس صلحنامے کی شرائط کو پورا نہیں کیا گیا تو اپنے

اس اقوال کو البتہ سچا اور صحیح کر دکھایا جس کو انہوں نے اس صلحنامہ کے بعد مسجد جامع کوفہ میں اپنے خطبہ کے درمیان کہا تھا جس کو ہم اعثم کوفی وغیرہ کے اسناد سے پورے لکھ آئے ہیں وہ یہ تھا کہ ہم نے جناب امام حسن علیہ السلام کے ساتھ چند شرطیں کی ہیں اور اب وہ تمام شرائط میرے قدموں کے نیچے ہیں چاہے میں ان کو پورا کروں یا نکروں۔

حقیقت میں یہ صلحنامہ تو ایک صریح حیلۃ الوقتی تھا اور کسی نہ کسی طرح ان کے حصول مقاصد ہوجانے کیلئے ایک آڑ تھا معاویہ کے لئے نہ اس کی پابندی ضروری تھی نہ اس کی وفا لازمی پھر جو ان کے دل میں تھا وہ اس کو علی الاعلان ظاہر کردیا اور سچ پوچھو تو سوائے عداوت علی علیہ السلام کے ان کے دل میں تھا ہی کیا اس کی تعمیل میں جیسی جیسی کارروائیاں وہ کرتے گئے وہ ناظرین کے پیش نظر ہیں۔

اب ہم علامہ ابن اثیر کی تاریخ کامل سے ایک اور واقعہ اس مقام پر مناسبت کے خیال سے درج کرتے ہیں

كتب مغيرة ابن شعبه الى صعصعة ابن سوحان اياك ان تبلغنى انك تظهر شيئا من فضل على ابن ابيطالب عليه السلام فانا اعلم بذالك منك ولكن هذا السلطان قد ظهر وقد اخذنا بعيبه للناس فنحو يدع شيا كثيرا مما امرنا به فذكر التى لا تجد منه بل اندفع به هولاء القوم من الفتنا

مغیرہ ابن شعبہ نے صعصعہ ابن صوحانؓ کو لکھا کہ خبردار جو تو فضائل علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ذکر کرے ضرور میں تجھ سے زیادہ ان کے فضائل کو جانتا ہوں مگر سلطان وقت کی مصلحت کے خلاف ہے کیونکہ ہم لوگ مجبور کئے گئے ہیں کہ علی علیہ السلام کی برائیوں کو آدمیوں پر ظاہر کریں اور ان کے فضائل کو چھپائیں بہت سی باتیں تو ہم ان کے حکموں سے چھوڑ دیتے ہیں اور جس میں ہم ایسے ہی مجبور ہوجاتے ہیں تو اس کو رفع شر کی غرض سے بیان کرتے ہیں کہ اپنے نفسوں سے اس کے شر کو دفع کروں تاریخ کامل مطبوعہ مصر جلد سوم ص ۱۷۱

محبت اور عقیدت اہلبیت علیہا السلام تو صریح خطا اور معصیت تھی ہی اب ان کا صرف ذکر کرنے والا بھی سلطنت کا مجرم قرار پایا اب ایسی سلطنت اور ایسے سلطان کی ماتحتی میں شیعوں کا آباد رہنا اور امن وامان کی حالت میں بسر کرنا قطعی محال ہے۔

بہر حال اب اس کے بعد ہم ان خاص بزرگواروں کے خون ناحق کے احوال لکھتے ہیں جو انصار جناب امیر علیہ السلام ہونے کے علاوہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحابیت کا بھی شرف رکھتے تھے علی علیہ السلام کی محبت معاویہ کے اعتقاد میں ایسی ہی معصیت تھی کہ اس کے مقابلہ میں نہ صحبت رسولؐ کا لحاظ کیا جاتا تھا اور نہ ان کی کسی خاص ذاتی اعزاز کا پاس ان مصیبت زدوں میں حجر ابن عدیؓ اور عمر ابن حمقؓ اور رشیدؓ اور ابو میثم تمارؓ عموماً پائے جاتے ہیں

یہ وہ معروف بزرگ ہیں جو خدمت امیر المومنین علیہ السلام میں ہمیشہ کے بیٹھنے والے اور غایت درجہ کی عقیدت اور ارادت رکھنے والے تھے ان میں سے ہم حجر ابن عدیؓ کے مصیبتناک واقعہ کو اس کی پوری تفصیل کے ساتھ مندرج کرتے ہیں۔

عرب میں وہ کون قبیلہ اور وہ کون قوم تھی جو حجر ابن عدی الطائی کی عالی نسبی اور خاندانی مدارج کو نہیں جانتی تھی یا نہیں پہچانتی تھی جیسا ہم اوپر لکھ آئے ہیں کوفہ میں شیخ کرتا زیاد نے مسجد میں علانیہ جناب امیر المومنین علی علیہ السلام پر بر سر منبر لعنت کرنی شروع کردی حجر اور ان کے رفقا سے جو مسجد میں حاضر تھے سخت کلامیاں سنی نہیں گئیں اور ان لوگوں نے ہر چند زیاد کو اس حرکت سے باز رکھنا چاہا مگر وہ نہ مانا زیاد نے حجر کی سخت شکایت معاویہ کے پاس لکھ بھیجی اس نے حجر کو ان کے رفقا سمیت دمشق میں بلا بھیجا زیاد نے حسب الحکم حجرؓ اور ان کے تمام رفقا کو جو اکثر مورخین کی تحقیق میں سو آدمی تھے معاویہ کے پاس بھیج دیا معاویہ نے جب ان لوگوں کی خبر سنی تو شہر میں ان کے داخل ہونے سے پہلے اپنا ایک آدمی یہ حکم دیکر آپ کے پاس بھیج دیا کہ وہ راستہ میں ان سے جا ملے اور امیر المومنین علیہ السلام کی محبت اور عقیدت سے ان کو برگشتہ کرے اگر وہ اس پر راضی ہو جائیں تو ان کو چھوڑ دے اگر وہ نہ مانیں تو ان کو وہیں رستے میں قتل کرے۔

معاویہ کا فرستادہ یا یوں سمجھو کہ ان غریب الوطنوں کی موت کا پیادہ ان قضا کے مہمانوں کو اس منزل میں لا جہاں سے دمشق کا شہر چار دن کا رستہ تھا اس نے معاویہ کے حکم کے مطابق پہلے ان سے جناب امیر المومنین علیہ السلام کی محبت و عقیدت سے دست بردار ہو جانے کے لئے کہا ان میں سے نصف لوگوں نے تو اپنی جان کی ہلاکت یا بادشاہ وقت کی سطوت کے لحاظ سے قبول کر لیا اور وہ تو بچ گئے باقی ان پچاس راسخ العقیدہ اور کامل الایمان لوگوں کی جان جن میں نمبر اول حجر ابن عدیؓ تھے تلواروں سے لی گئی اور وہ غریب اور ستم رسیدہ جماعت قبل اس سے کہ حاکم وقت کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی برأت اپنی معافی کے لئے کچھ بیان کرتے کچھ عذر پیش کرے راستہ ہی میں بلا دریافت احوال ایک ظالم جلاد کے ہاتھوں قتل کرادی گئی رحمۃ اللہ و رضوانہ علیہم اجمعین۔

اسلامی تواریخ میں یہ وہی مخصوص واقعات ہیں جن کا اس زمانے میں نقل کرنا اور ان کو مخالفین اسلام کی نگاہوں کے سامنے رکھنا جو ان کو دیکھ کر اسلام اور اس کی عدالت کی نسبت سخت سے سخت اعتراض کرنے اور ان کو ظالم و جابر ٹھہرا سکیں ایسا خود کردہ امر ہے جس کے لئے کوئی علاج نہیں ہے اور اہل اسلام کو سوائے سکوت کے ان اعتراضات کے جواب میں کوئی تردید اور کوئی تنقید سوجھتی نہیں ہے۔

حجر ابن عدیؓ کا واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا کہ صفحات روزگار سے ایسے ہی بے اثر گذر جاتا اور ملک میں ایک شور اٹھ کھڑا ہوا چاروں طرف سے معاویہ کی اس حرکت پر سخت ناراضگی پھیل گئی اور عبداللہ ابن عمر اور ام المومنین عائشہ نے سنا تو دونوں نے ان کو سخت شکایت لکھ بھیجی مگر یہ تو اپنا کام کر ہی چکے تھے اب ہوتا

حجر ابن عدیؓ کا واقعہ آج تک معاویہ کی ان ظلم و تعدی کی تفصیل میں برابر لکھا جاتا ہے جن کو ارباب سیر و تاریخ نے فاضلان کے اولیات اور مخصوصات سے شمار کیا ہے علامہ عبدالبر استیعاب میں بذکر حجر ابن عدیؓ ذیل کی عبارت لکھتے ہیں۔

قال احمد قلت لیحیی بن سلیمان ابلغك ان حجرا کان مستجاب الدعوات قال نعم و کان من افاضل اصحاب النبی صلی اللہ علیه و آله وسلم احمد کہتے ہیں کہ میں نے یحیی ابن سلیمان سے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ حجر ابن عدی رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے وہ کہنے لگے ہاں اور آنحضرت کے افاضل صحابہ سے تھے۔

علامہ جریر طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں عن ابی سعید المقری ان معاویة حین حج قدم علی عائشة فاستاذن علیها فاذنت له فلما قعد قالت له یا معاویة اما خشیت اللہ فی قتل حجر ابن عدی و اصحابه ابو سعید مقری سے روایت ہے کہ معاویہ نے حج کیا ام المومنین عائشہ کے پاس گیا اور ان سے اذن طلب کیا انہوں نے اس کو اذن دیا جب یہ بیٹھ گیا تو کہا اے معاویہ تجھے حجر ابن عدی رضہ اور ان کے اصحاب کے قتل کرنے میں خدا کا خوف نہ آیا۔

حجر ابن عدی رضہ کا ایسا مشہور اور متواتر واقعہ ہے جس کی شہادت کے لئے ہم کو کسی تاریخ کے نام لکھنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں اسلام کی کوئی تاریخ عام اس سے کہ وہ حقوق بنی امیہ کے موید ہوں یا استحقاق اہلبیت علیہم السلام کے طرفدار دیکھے جاویں ان میں یہ واقعہ اسی تفصیل سے موجود ہے دیکھو کامل ابن اثیر ابو الفدا

واقعہ حجر ابن عدیؓ اور قتل محمد ابن ابی بکرؓ کی نسبت جو کلمات عائشہ صدیقہ سے معاویہ کے بارہ میں مشہور و متواتر ہیں

استیعاب میں ہے عن مسروق بن الاجدع قال سمعت عائشة ام المومنین تقول اما واللہ لو علم معاویة ان عند اهل الکوفة منعة ما اجترء علی ان یاخذ حجرا و اصحابه من بینهم حتی یقتلهم بالشام ولکن ابن آکلة الاکباد علم انه قد ذهب الناس اما واللہ ان کانوا لجمجمة العرب عزا و منعة و فقها اللہ در لبید حیث یقول

ذهب الذین یعاش فی اکنافهم وبقیت فی خلف کجلد الاجرب
لا ینفعون ولا یرجی خیرهم ویعاب قائلهم وان لا یشغب

مسروق ابن اجدع سے مروی ہے کہ میں نے ام المومنین عائشہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ آگاہ ہو اے لوگو اگر معاویہ یہ جانتا کہ اہل کوفہ صاحب حمایت ہیں تو ہرگز اس امر کی جرأت نہ کرتا کہ حجر رضہ اور ان کے اصحاب کو ان

طبری روضۃ الصفا اور اعثم کوفی وغیرہم

اب اس واقعہ کی نسبت ہم کو کچھ اور لکھنا باقی نہیں ہے مگر صرف اتنا کہ یہ خون ناحق اور بیگناہ قتل ایسا ہی عظیم واقعہ تھا جس نے اپنا باطنی اثر معاویہ کے دل پر بھی ضرور ڈالا تھا جس کو وہ اپنی حیات کے ایام تک تو ضرور چھپاتے رہا مگر بستر مرگ پر جب چاروں طرف سے یاس کا عالم ہو گیا تو ان غیر متحمل حالتوں میں آخر کار اس کے اثر کو نہ چھپا سکے اور چلا چلا کر صاف صاف لفظوں میں اس واقعہ کی نسبت اپنا انفعال اور اپنا کمال ندامت ظاہر کرنے لگے چنانچہ روضۃ الصفا اور اعثم کوفی نے ان کے حالات کو اس عبارت میں دکھلایا ہے۔

"چوں معاویہ بستر خود رسید آں علت روز بروز قوت گرفت و مستولی گشت و ہر شب خوابہائے پریشاں می دید ازاں می ترسید و گاہ بزبان می گفت و آب می خواست و بسیار می خورد و تشنگی او تسکین نمی یافت و وقت وقت او را غشی می آورد چنانچہ یکشب و روز غشی می بود و فریاد و نالہ برمی آورد و چوں بہوش می آمد فریاد و نالہ برمی آورد و می گفت چہ افتادہ مرا با تو اے حجر ابن عدیؓ و چہ افتاد با تو اے عمر ابن حمقؓ خزاعی و چرا با تو اختلاف کردم و حق تو گرفتم اے پسر ابیطالب الٰہی اگر مرا عقوبت کنی مستوجب عقوبتم۔"

حقیقت میں معاویہ نے حجر ابن عدیؓ و غیرہم کے معاملات میں اپنے ایسے صریح ظلم و تعدی سے کام لیا ہے کہ کسی طرح اس کی گردن دنیا و آخرت کے الزامات سے چھوٹ نہیں سکتی ؎

پنداشت ستمگر کہ ستم بر ما کرد بر گردن او بماند و بر ما بگذشت

بہرحال ان عمائد شیعیان کے افسوسناک واقعات لکھکر اب ہم اس فرقہ کے عام لوگوں کی مجبوری اور معذوری

بقیہ حاشیہ ص ۱۰۳: لوگوں سے ماخوذ کرکے شام میں لے جا کر قتل کرے لیکن پسر ہند جگر خوار نے سمجھ لیا کہ مرد چل بسے آگاہ ہو قسم ہے خدا کی کہ وہ سردار عرب تھے ازروئے عزت و حمایت و فقہ کے خدا ہی کے لئے ہے نکوئی لبید کی اس لئے کہ وہ کہتا ہے چل بسے وہ لوگ جن کی پناہ میں زندگی بسر کی جاتی تھی اور باقی رہ گیا ہیں ایسے پس ماندہ لوگوں میں جو خارشتی آدمی کی جلد کی مثل برے ہیں نہ وہ نفع پہنچاتے ہیں اور نہ ان سے کچھ خیر کی امید ہے اور معیوب جانا جاتا ہے ذکر کرنے والا ان کا اگرچہ فساد نکرے۔

کنز العمال میں ابن عساکر کے اسناد سے مروی ہے عن ابی الاسود قال دخل معاویۃ علی عائشۃ فقالت ما حملک علی قتل اھل عذراء حجر واصحابہ قال یا ام المومنین انی رایت قتلھم صلاحاً للامۃ وبقاءھم فساداً للامۃ فقالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یقول ستقتل بعذراء ناس یغضب اللہ لھم واھل السماء

ابی الاسود سے منقول ہے کہ معاویہ ام المومنین عائشہ کے پاس آیا تو ام المومنین عائشہ نے کہا کہ تو نے اہل عذرا کے جو حجرؓ اور اس کے ہمراہی تھے کیوں قتل کر ڈالا معاویہ نے کہا اے ام المومنین میں نے ان کا قتل کر ڈالنا ہی امت کے لئے بہتر سمجھا اور ان کی بقا کو امت کے واسطے فساد خیال کیا ام المومنین نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

کے حالات بھی اسی تفصیل کے ساتھ درج کرتے ہیں جس سے ہماری کتاب کے معزز ناظرین ان کی حد درجہ کی مجبوری اور پریشانی کے حالات کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں علامہ محمد یوسف الکنجی الشافعی کتاب الاحداث میں بذیل تذکرہ شیعیان علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام یہ عبارت لکھتے ہیں۔

ان الرجل من الشیعۃ لیاتیہ من یوثق بہ فیدخل بیتہ فیلقی الیہ سرہ ویخاف من خادمہ ومملوکہ ولا یحدثہ حتی مات الحسن ابن علی علیہما السلام فزاد البلاء والفتنۃ فلم یبق احد من ھذا القبیل الا خائف وطرائی الارض ثم نقا

اس وقت زمانہ شیعیان علی علیہ السلام پر ایسا سخت آلگا تھا کہ جو شیعہ کسی دوست پر اعتبار رکھتا تھا اور اس کے گھر بھی جاتا تھا تو مخفی طور پر اور اس سے خفیہ ملاقات کرتا تھا خدمتگار اور گھر کے غلام و کنیز تک سے بھی اپنا مذہب چھپاتا تھا اور ڈرتا تھا اور ان سے سخت قسمیں لے لیتا تھا کہ اس کا شیعہ ہونا کسی پر ظاہر کیا جائے کہ اس کا شیعہ ہونا اس کے قتل کا باعث ہو یہاں تک کہ جناب امام حسن علیہ السلام نے وفات پائی تو یہ فتنہ اور یہ بلا اور زیادہ ہو گئی اور فرقہ شیعہ میں سے کوئی شخص ایسا باقی نہیں رہا جو اپنی حالوں میں خائف یا وطن آوارہ ہو کر مبتلائے مصیبت نہ ہوا ہو اور گھر سے بدر جا کر مقیم نہ ہوا۔

کیا فرقہ شیعہ کی ایسی مجبوری پریشانی اور غیر اطمینانی کے تمام و کمال حالات کو بھی پڑھکر پھر کسی انصاف والے کا دل یا کسی حق پسند کرنے والے کی زبان اقرار کر سکتی ہے کہ ان معاملات میں ان آفت رسیدوں کے ساتھ سلطنت اور اس کے قوانین کی طرف سے عدالت کے آئین برتے گئے کیا معاویہ کے قانون سیاست میں

وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ عنقریب ہے مقام عذرا میں ایسے لوگ قتل کئے جاویں گے کہ اللہ جلشانہ اور اہل آسمان ان کے قتل کی وجہ سے غضب میں آئیں گے۔

ولما بلغ عائشۃ قتل اخیہا محمدؓ جزعت علیہ وقنتت دبر کل صلوات تدعون علی معاویۃ وعمرو ابن العاص کذافی تاریخ ابو الفداء عزلی

جس وقت عائشہ کو اپنے بھائی محمدؓ کے قتل کی خبر پہنچی تو نہایت بے قرار ہوئیں اور قنوت پڑھتی تھیں پیچھے ہر نماز کے اور بددعا کرتی تھیں معاویہ اور عمرو ابن العاص پر۔

استیعاب میں ہے قال احمد وحدثنا ابراھیم بن مرزوق قال حدثنا یوسف ابن یعقوب الواسطی واثنی علیہ خیرا قال حدثنا عثمان بن ھشیم قال حدثنا مبارک بن فضالہ قال سمعت الحسن یقول وقد ذکر معاویۃ وقتلہ حجرا واصحابہ ویل لمن قتل حجر واصحاب حجر قال احمد قالت لیحیی بن سلیمان البلغک ان حجرا کان مستجاب الدعوۃ قال نعم وکان نعم من فاضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کہا احمد نے کہ حدیث کی مجھ سے ابراہیم مرزوق نے اس نے کہا کہ حدیث کی مجھ سے یوسف ابن یعقوب واسطی

خونریزی قتل عام سولی چڑھوانا زہر دلوانا ہاتھ پاؤں کٹوانا آنکھیں نکلوانا شہر بدر کرنا وظیفہ مقررہ ضبط کرانا ملکی خدمات سے معزول کرانا گھر کھدوانا نام تحفظ رعایا اور تفقد احوال خلائق تھا۔

بہرحال ان تمام واقعات کو جو علی الترتیب ہم اپنے سلسلۂ بیان میں لکھتے چلے آئے ہیں دیکھکر ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے کہ معاویہ نے اس شرط کے متعلق ایک ساعت کے لئے بھی اپنی ثابت قدمی ظاہر نہیں فرمائی اور جو ان لوگوں کبھی ان کے ایفا کی نسبت اعتنا نہ کی ان شرایط پر وہ وفا کہاں تک کریں گے بلکہ بالکل برخلاف اس کے ان سے جہاں تک ہو سکا حتی المقدور معاویہ نے شیعوں کو تمام ملک میں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر پھانسی دلا یا سولی پر چڑھوایا اور قتل کرایا جو غریب بچ گئے وہ ایسی بے کسی اور ایسی بے بسی کی حالتوں میں گرفتار تھے کہ اپنا دلی راز بھی زبان پر نہیں لا سکتے تھے یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ اپنے عقاید باہر کسی خادم اور گھر کی لونڈی تک سے نہیں کہہ سکتے تھے ایک شیعہ اگر کسی دوسرے کے پاس جاتا تو پہلے خفیہ جانے اور اپنے نہ پہچانے جانے کا پہلے سے تحفظ کر لیتا تب اس کے گھر جاتا اور وہاں بھی اس کے خادموں اور متعلقین سے اپنے آنے کے راز کو پوشیدہ رکھنے کے لئے قسمیں لے لیتا اور اپنا پورا اطمینان کر لیتا۔

ان کے ایام حکومت میں اس بلانصیب فرقہ کے افسوسناک اور عبرت خیز واقعات پڑھکر کون کہہ سکتا ہے کہ معاویہ نے سوتے جاگتے بھی کسی وقت کسی ساعت اور کسی لحظہ اپنے اس اقرار پر وفا کی جس کو وہ اپنے مہر و دستخط سے تمام اہل اسلام کے سامنے مرتب اور مکمل کر چکے تھے۔

ان کی فطرت اور اقتضاء طبیعت کی نسبت ہم نے جہاں تک تحقیق کی ہے یہ معلوم ہوا ہے کہ یہ اپنی غرض کے غلام تھے اور اس وقت تک کہ جب تک ان سے غرض نہ نکال لیں اس کے غلام بنے رہے اور غرض نکل جانے کے بعد پھر نہ یہ اس کے تھے اور نہ وہ اس کے اسی وجہ سے ملک میں عام طور سے ان کی خودغرضی اور ظلم و جبر کی شکایت ہوتی تھی اب اس کی بیعت کے متعلق بھی دو ایک واقعے لکھے جاتے ہیں جس سے یہ تحقیق ہو جائے کہ ان کی طبیعت فطرتاً محض خودغرض رعایت و مروت سے دور ظلم و جبر پر حریص تھی اور اخلاق و اشفاق کی جگہ ظلم و شقاق کے اجزا کثرت سے موجود تھے۔

اسی وجہ سے جب ان کو اپنے اظہار مخالفت کا موقع ملتا تھا بھلا شیعہ غریبوں کو کون پوچھتا ہے یہ بنی امیہ اور اپنے ہم قبیلہ اور ہم قوم بزرگواروں سے چال چلنے میں باز نہ آتے تھے پھر اوروں کا کیا ذکر ہمارے اس بیان پر عبدالرحمن ابن خالد ابن ولید کا واقعہ شاہد ہے عبدالرحمن ابن خالد سے عرب میں کون واقف نہیں تھا خلافت سوم کے ایام میں اشراف کوفہ کو خلیفہ عصر نے انہیں کے سپرد کیا تھا اور جیسا کچھ انکا اقتدار و اعتبار اس کے زمانے میں تھا وہ تاریخ کے دیکھنے والوں پر خوب روشن ہے معاویہ بھی ان سے خوب واقف تھا صاحب روضۃ الصفا نے عبدالرحمن کے واقعہ کی تفصیل میں ذیل کی عبارت تحریر کی ہے

بصحت پیوستہ کہ عبدالرحمن مردے شجاع و باراے و تدبیر بود بنا برایں ولد اسطہ خالد ابن ولید در شام

کارہائے عظیم از پیش بردہ بود چنانچہ شمۂ ازاں رقم زدہ کلک بیان گشت مردم آں دیار بچشم اعزاز و احترام بدعبدالرحمٰن می گرفتند و باقصی الغایۃ شرائط تعظیم و تبجیل وے آوردند و آخرالامر معاویہ از وے متوہم گشتہ باین اثال نصرانی گفت کہ اگر تو عبدالرحمٰن را ہلاک کنی از تو مدۃ الحیاۃ خراج نطلبم و ترا بر خراج حمص نیز ہم والی گردانم چون عبدالرحمٰن بحمص درآمد ابن اثال شربتے مسموم باو داد تا او درگذشت و آں مطلبہا کہ در حروب صفین اندوختہ بود در گردن او باند و معاویہ آنچہ وعدہ کردہ بود وفا نمود ص ۲۹

اب کہئے اس وہم کی کیا دوا ہے دشمن تو دور کنارا اور ایسے ہوا خواہ جنہوں نے ان کے حصول مقاصد کی کوششوں میں پانی کی جگہ اپنا خون گرا دیا ہو جیسا کہ ہمارے معتبر مورخ نے ابھی ابھی صفین کے معرکوں سے ثابت کر دیا وہ بھی ان سے کیا اُمید رکھ سکتا ہے خود غرضی کا ایسا جن سوار ہے جو اپنے مقابلے میں نہ کسی کی خیر خواہیوں کو کارگر ہونے دیتا ہے نہ محاسن خدمات کو۔

دنیا کے انصاف کرنے والے بتلا دیں کہ شیعوں کا تو یہ قصور تھا کہ وہ علی علیہ السلام کے دوست اور اہلبیت علیہم السلام کے پیرو تھے اور وہ اس لئے معاویہ کے نزدیک گنہگار تھے اور قابل تعذیر عبدالرحمٰن ابن خالد کی کیا خطا تھی یہ تو شروع سے آل ابوسفیان کے ہمداستان اور ہم زبان بنے تھے اور ہمیشہ بنی ہاشم کے برخلاف انہیں کی خیر خواہی کو اپنی سعادت سمجھتے رہے مگر بایں ہمہ ان تمام خدمات کے صلہ میں آخر کار پایا تو وہی قتل اور گردن زدنی کی سزا۔

خالد ابن ولید کے صاحبزادے کی نسبت اگر یہ کہا جاوے کہ معاویہ کو ان کے ساتھ کوئی نسبی تعلق کی رعایت کرنی ضروری نہیں تھی تو لیجئے اب ہم ان خاص بزرگان بنی اُمیہ کے ساتھ ان کے جوڑ توڑ کے واقعات لکھتے ہیں جو ہمارے استدلال کو ضرور پایۂ ثبوت تک پہنچائینگے روضۃ الصفا کے ذی قدر اور معتبر مولف ایک عجیب واقعہ اس مضمون میں ذیل کی عبارت کے ساتھ اپنے تاریخی سلسلہ کی جلد سوم میں لکھتے ہیں۔

معاویہ سعید ابن عاص را از حکومت مدینہ عزل کرد بمروان ابن الحکم داد سبیش آنکہ بسعید نوشت کہ خانۂ مروان را ویران کن و مال او را بستان و دیگر مگذار کہ در فدک مدخل کند چہ فدک را عثمان باقطاع مروان دادہ بود چوں نامہ بسعید رسید حقوق قرابتی را رعایت نمودہ التفاتے بمکتوب معاویہ نکرد بار دیگر معاویہ باز در ایں باب چیزے بسعید نوشت وسعید بہیچ باب متعرض مروان نشد بنا بریں معاویہ در خشم شدہ بمروان نوشت کہ خانۂ سعید را ویران کن و ہرچہ دارد ازو بستان چوں ایں مکتوب بمروان رسید فی الحال با جمعی

تے اور اس کی نیکی کی تعریف کی کہا اس نے خبر دی مجھ کو عثمان بن ہشیم نے کہا اس نے خبر دی مجھ کو مبارک بن فضالہ نے کہا اس نے سنا میں نے حسن بصری سے جبکہ وہ معاویہ اور قتل حجر رضؓ اور اصحاب کا ذکر کر رہے تھے وائے ہو اس پر جس نے حجر رضؓ اور اس کے اصحاب کو قتل کیا احمد نے کہا کہ میں نے یحیٰی بن سلیمان سے پوچھا کہ تم نے سُنا ہے کہ حجر مستجاب الدعوات تھے اس نے کہا کہ ہاں اور وہ افاضل اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کثیر و آلات و ادوات بدم بخانہ سعید رفت سعید متحیر شدہ پرسید کہ بسبب این ہجوم چیست گفت خانہ تورا بامر معاویہ خراب می کنم و در اثنائے این سخن گفت اگر تو باین قضیہ مامور می گشتی بتاخیر جائز نمیداشتی سعید گفت ای ظالم دو نوبت مکتوب نوشتہ کہ منزل تورا ویران کردہ بہ مصادرۂ تو مشغولی کنم و من رعایت جانب تو کردہ متعرض نگشتم واینک نامہائے معاویہ در خانہ من است آنگاہ مکتوبان را طلبیدہ بمروان نمودہ سعید و مروان باتفاق بر معاویہ لعنت کردند و مکتوبے باو فرستادند مضمون اینکہ تو در میان اقربا و خویش عداوت پیدا می کنی و در حق جناب امیر المومنین علی علیہ السلام بود کہ تورا ظال وظالم می خواند و طاغی و باغی میدانست۔ مطبوعہ بمبئی ص ۳۱/۴

قبیلۂ بنی امیہ میں مروان سے زیادہ اور کون بزرگ تھا نہ ان کی ذاتی وجاہت پر معاویہ کو افسوس آیا اور نہ ان کی موجودہ ضعف و نقاہت پر رحم جب گھر میں ایسے معاملے برتے جائیں اور اس کی ٹوپی اس کے سر اس کی پگڑی اس کے سر رکھی جائے اور آپس کے معاملات میں در پردہ ایسی ریشہ دوانیوں سے کام لیا جائے تو اور بیگانے کب ان کے ظلم و ستم اور ایذا و ضرر رسانی سے محفوظ رہ سکتے ہیں اصل تو یوں ہے کہ ان کے دوست دشمن دونوں کی مٹی خراب دشمن ہے تو ویسے ہی نالاں دوست ہیں تو وہ ویسے ہی گریاں نہ یہ اپنے کسی وعدہ پر وفا کرنے والے ہیں اور نہ کسی کے حقوق ادا کرنے والے اپنی غرض کے باولے ہیں سب کی پیچھے اور اپنی سب سے آگے رکھنے والے۔

ہم نے اتنے متعدد واقعات ان کے مخصوص حالات میں اس لئے لکھے ہیں کہ ان کو غور کی نگاہ سے دیکھکر ایک معمولی آدمی بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ معاویہ نے اتنے وعدوں میں آج تک اپنے کسی وعدے پر وفا کی اور کس سے اپنی شرط قائم رکھی۔

ابن اثال سے ابھی ابھی عبدالرحمن ابن خالد کے مار ڈالنے کے عوض میں کیا وعدہ کیا تھا جب اس نے ان کی خاطر سے عبدالرحمن کی دعوت کی جگہ عداوت کی اور ان کو موت کا پیالہ پلایا تو کیا ملا دیکھو صاحب روضۃ الصفا تحریر فرماتے ہیں کہ "معاویہ آنچہ وعدہ کردہ بود وفا نکرد"

جس شخص کی نسبت اتنے متعدد واقعات سے یہ ثابت ہو چکا ہو کہ اس نے اپنی مدت العمر میں آج تک اپنا وعدہ پورا نہیں کیا پھر اس سے اس صلح نامہ کے ایفائے شرط کی امید رکھنا آزمودہ را آزمودن جہل است عقل کے خلاف اور امکان سے خارج۔

دوسری شرط یہ تھی کہ معاویہ اپنی حیات تک امور خلافت کا مختار ہے مگر بعد اپنے وہ کسی کو اپنی طرف سے اس کے لئے معین نہیں کر سکتا اپنے بعد وہ کسی کو اپنی طرف سے اس کے لئے نامزد نہیں کر سکتا اپنے بعد اس امر کو وہ عام اہل اسلام کے شوریٰ پر چھوڑ دے جسکو وہ اس منصب کے لئے لائق اور مناسب سمجھیں اسکو تجویز کر لیں گے۔

اکثر مورخین نے اس شرط کو اسی طرح لکھا ہے مگر ہم نے جہاں تک اس کی نسبت تحقیق کی ہے یہ امر ثابت ہو چکا

ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے یہ شرط نہیں کی تھی بلکہ یہ شرط تھی کہ امر خلافت تاحین حیات اس کی ذات سے متعلق رہے گا اس کی وفات کے بعد سلطنت کے تمام اُمور اسیطرح جناب امام حسن علیہ السلام کی طرف پھر رجوع کردیئے جائیں گے چنانچہ علامہ ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری میں محمد ابن قدامہ کی کتاب الخوارج سے ذیل کی عبارت لکھتے ہیں۔

وذکر محمد ابن قدامة فی الکتاب الخوارج بسند قوی الی ابی بصرة انه سمع الحسن ابن علی علیه السلام یقول فی خطبة عند معاویة انی اشترطت علی معاویة لنفسی الخلافة واخرج ابن ابی خثیمة من طریق عبد الله ابن شوذب قال لما قتل علی علیه السلام سار الحسن فی اهل العراق ومعاویة فی اهل الشام فالتقوا فکره الحسن علیه السلام وبایع معاویة علی ان یجعل العهد للحسن علیه السلام من بعده

محمد ابن قدامہ کتاب الخوارج میں بسند قوی ابی بصرہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے جناب امام حسن علیہ السلام کو معاویہ کے پاس خطبہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ ہم نے معاویہ سے اپنی خلافت کے لئے شرط لے لی ہے اور ابن خثیمہ عبد اللہ ابن شوذب کے طریق سے راوی ہیں کہ جب جناب امیر علیہ السلام قتل کئے گئے تو امام حسن علیہ السلام اہل عراق کے لشکر کے ساتھ اور معاویہ اہل شام کے لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے اور جب دونوں لشکر باہم مل گئے تو جناب امام حسن علیہ السلام نے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا معاویہ اس کے (معاویہ کے) بعد اپنی خلافت کے لئے عہد لیکر بیعت لینے میں مصروف ہوا

عبد البر مکی نے بذیل تذکرہ عبد الرحمن بن خالد یہ عبارت لکھی ہے لما اراد معاویة البیعة لیزید خطب اهل الشام وقال لهم یا اهل الشام قد کبرت سنی وقرب اجلی وقد اردت ان اعقد لرجل یکون نظاما لکم وانما انا رجل منکم فادتوا رائکم فاصفقوا واجتمعوا وقالوا رضینا عبد الرحمن ابن خالد بن ولید فشق ذالک علی معاویة واسرها فی نفسه ثم ان عبد الرحمن مرض فامر معاویة طبیباً عنده یهودیا وکان عنده مکینا ان یاتیه ولیسقیه ثقیة یثقیا بها منقاه فاخرق بطنه فمات وقصه هذا مشهورة عند اهل السیر والعلم بالآثار والاخبار اختصرتها.

معاویہ نے جب ارادہ کیا کہ یزید کے واسطے بیعت لے یعنی اس کو اپنا ولیعہد کرے تو اہل شام سے خطاب کیا اور کہا کہ اے اہل شام میں مسن گیا ہوں اور زمانہ موت کا قریب آگیا ہے اس لئے میں نے قصد کیا ہے کہ ایک شخص کو اپنا ولیعہد مقرر کروں تاکہ وہ تمہارا انتظام قائم رکھے اور میں بھی تمہیں میں سے ایک شخص ہوں تم سب اپنی رائے قائم کرو پس سب نے باہم متفق الرائے ہو کر کہا ہم عبد الرحمن ابن خالد ابن ولید کی حکومت سے راضی ہیں یہ تجویز اور یہ انتخاب معاویہ کو بہت شاق گذرا اگر دل میں اس ناگوار واقعہ کو پوشیدہ

وفات امام حسن علیہ السلام میں معاویہ کی اتنی سرگرمی اور مستعدی اور بیعت یزید کی تعمیل میں اتنی پر جوشی اور آمادگی جو تمام تاریخوں سے بالاتفاق ثابت ہے ہم کو صاف صاف بتلا رہی ہے کہ صلح نامے میں امام حسن علیہ السلام کو خلافت واپس ملنے کی شرط ضرور تحریر تھی اسی وجہ سے معاویہ کو رات دن یہی فکر اور یہی ادھیڑبن لگی تھی کہ جس امر کی حسرت اور تمنا میں چالیس برس کاٹے اور ہزاروں قسم کے مظالم اور مفاسد اٹھائے وہ ملا بھی اور رہی حیات تک رہا اور اپنے اعقاب تک نہ پہنچا تو اس کا آنا نہ آنا برابر ہے کیونکہ باعتبار موجودہ سن کے وہ اپنی امارت وثروت سے منقطع ہونے کی بہت امید کرتے تھے اور اس سے جو آرام وعیش اٹھا سکتے تھے وہ ضرور تھا کہ بہت کم زمانہ تک پائیدار رہے تو ان کے بعد ضرور تھا جس کا حق تھا اس کو پہنچایا جاتا تو یہ امر ان کے دلی مقاصد کے لئے کسی طرح مفید نہیں ہو سکتا تھا۔

معاویہ پر موقوف نہیں دنیا کی حرص پسند طبیعتیں ایسی طولانی سلسلہ وار تمناؤں میں ضرور پابزنجیر رہتی ہیں اور چاہتی ہیں کہ جن نعمتوں سے وہ اپنی حیات میں مستفید ہو چکے ہیں اس سے ہمارے بعد ہماری اولاد واعقاب بھی مستفیض ہوں تب اس حکومت کے حاصل ہونے اور اس سلطنت کے پا جانے کے لئے وہ عرق ریزیاں اور جانفشانیاں جو سخت سے سخت وقتوں میں کی گئی ہیں کہی جا سکتی ہے کہ کامیابی کی حد تک پہونچ گئیں۔

اس کے ساتھ یہ بھی غور کرنا چاہیئے کہ اگر شوریٰ کی شرط ہوتی تو امام حسن علیہ السلام کے قتل اور ان کے مسموم کرنے کے لئے اتنی عجلت اور کوشش وہمت سے انتظام نہ کیا جاتا جیسا کہ عنقریب امام حسن علیہ السلام کے حالات وفات سے ظاہر ہوگا اور سچ تو یوں ہے کہ یزید کی ولیعہدی کا مسئلہ بغیر اس تجویز کے حسب دلخواہ فیصل ہونا قطعی ناممکن تھا اس لئے جب تک امام حسن علیہ السلام کے وجود باجود سے دنیا خالی نہیں ہوئی اور معاویہ کو وہ دلی اطمینان اور قلبی استراحت جس کی نسبت خود ان کا اقرار آئندہ مضامین سے ظاہر ہوگا کامل طور سے حاصل نہ ہو لیا معاویہ نے یزید کی ولیعہدی کی تحریک کو عام طور سے اہل اسلام کے سامنے پیش نہیں کیا ہاں جب اس امام مظلوم کو مسموم کر چکے تو پھر جس زور شور اور دھوم دھام سے اپنے لائق صاحبزادے کے سر پر ولیعہدی کی دستار باندھی اور مکہ سے شام تک تمام ملک تہ وبالا کر ڈالا وہ بہت جلد ہمارے سلسلہ بیان سے ظاہر ہوگا۔

یہی ضرورت تھی کہ جس نے معاویہ کو امام حسن علیہ السلام کے مسموم کرانے میں اتنا جلد مستعد اور سرگرم کر دیا اگر صلح نامے میں یہ شرط واضح طور سے مندرج نہ ہوتی تو ان کو امام حسن علیہ السلام کے معاملات کو اخیر تک پہنچانے میں خصوصاً ان کی موجودہ بے اختیاری اور غیر سرکاری کے زمانے میں اتنی عجلت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی جس طرح یزید کی ولیعہدی قبول کرانے کی کوششوں میں انہوں نے کچھ اپنے مال ودولت سے کام لیا کچھ اپنی سطوت اور سیاست کا دباؤ ڈالا ویسے ہی ممکن تھا عام اس سے کہ

ام حسن علیہ السلام زندہ ہوتے یا نہ ہوتے ان کے اختیار میں تھا اگر شوریٰ کی محض قید ہوتی تو امام حسن علیہ
السلام کا موجود رہنا ان کے حصول مقاصد اور کامیابی کے لئے مضر اور غیر مفید نہ تجویز کیا جاتا۔
ارے اس بیان سے پورے طور پر ثابت ہوگیا کہ اس صلح نامے میں خلافت کی شرط معاویہ کے بعد شوریٰ
منحصر نہیں تھی بلکہ پھر امام حسن علیہ السلام کی طرف واپس دیئے جانے کے لئے شرط ضرور لکھی ہوئی تھی۔
اری تنہا یہ رائے نہیں ہے بلکہ ہمارے قابل قدر اور معزز خواجہ عبید اللہ صاحب امرتسری جو خدا کے فضل سے
بھی استعداد اور فرقہ اہلسنت والجماعت کے موجودہ سواد اعظم میں صاحب سواد اور حضور والے رامپور
ے ملازم ہیں اپنی جامع ونافع کتاب ارجح المطالب فی عد مناقب علیؑ ابن ابیطالب علیہ السلام کے صفحہ
۸، مطبوعہ انارکلی پریس لاہور میں میری رائے سے اتفاق فرماتے ہیں۔
م ان کی بلفظہ عبارت ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔
عاویہ حسب عہدنامہ یزید کو اپنے بعد خلیفہ بنانے کے مجاز نہیں تھے کیونکہ عہدنامے میں ایک شرط یہ بھی تھی
امیر معاویہ کے بعد خلافت پھر خاندان نبوت کی طرف عود کرے گی چنانچہ علامہ ابن حجر فتح الباری شرح
حیح البخاری میں لکھتے ہیں (وہی عبارت جو اوپر لکھی جاچکی)
عبارت لکھکر ہمارے معتبر اور ذی قدر ہمعصر تحریر فرماتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہ نے اسی عہد کے
رف کی وجہ سے جناب امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوایا تھا کہ اگر امام حسن علیہ السلام میرے بعد زندہ رہے
حسب عہدنامہ خلیفہ بن جائیں گے اور میرا بیٹا یزید خلافت سے محروم رہجائے گا دیکھو ارجح المطالب صفحہ
احب روضۃ الصفا نے بھی قریب قریب یہی رائے لکھی ہے ان کی بلفظہ عبارت یہ ہے۔
ر بعضی روایات آمدہ کہ یکے از شرط مصالحہ آں بود کہ تعیین خلیفہ بعد از معاویہ بے مشورت امیر المومنین حسن
علیہ السلام نباشد وچوں چندگاہ از قضیہ صلح بگذشت معاویہ را خاطر برآں قرار گرفت کہ یزید را
لیعہد گرداند و معارف ومشاہیر آفاق را بہ بیعت او خواند و تحقیق می دانست کہ ایں قضیہ باوجود
میر المومنین امام حسن علیہ السلام متمشی نخواہد شد لاجرم در دفع آں حضرت شبہا را بعزم آوردہ تدبیرے
ندیشید و مروان الحکم را کہ طرید جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بود بمدینہ فرستاد۔ روضۃ الصفا
رچہ ہمارے ذی قدر مورخ نے صاف صاف تصریح نہیں کی تو اتنا بھی ضرور لکھدیا کہ امام حسن علیہ السلام
مشورت بغیر معاویہ کے بعد خلافت کا کوئی انتظام نہیں کیا جائے گا اور یہ بھی اقرار کردیا کہ جناب
ام حسن علیہ السلام کی موجودگی میں یزید کی ولیعہدی کا مسئلہ نہیں چل سکتا تھا اسیوجہ سے معاویہ
ے حضرت کے دفعیہ کی بہت جلد کوشش کی اور یزید کی ولیعہدی کی تحریک کا سلسلہ جاری کردیا۔
زید کی محبت ان کے دل میں جیسی گہری تھی وہ میرے بیان کی کیوں محتاج ہونے لگی اس کی نسبت
عاویہ کے خود کثرت سے اقرار موجود ہیں جن کو ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔

روضۃ الصفا میں بستر مرگ پر ان کی یہ تقریر تحریر ہے۔
میگفت کہ ایں ہمہ را بسبب دوستی یزید می بینم واگر محبت او نبودے بہ سلوک طریق موافق می گشتم و شد خویش می شناختم و علاقہ ابوت او مرا باعث برایں حرکات و محاربات گشت اکنوں کار بجائے رسیدہ کہ دشمن برمن خندید و دوست بگریست - دیکھو روضۃ الصفا مطبوعہ بمبئی ص ۲۹
یزید کی شدت محبت تو معاویہ کی اس تقریر سے جو ان کے وقت اخیر کا اقرار ہے پورے طور سے ظاہر ہے اپنے ان خیالوں میں اور انہیں خیالوں کی تعمیل میں آخر اس تجویز پر مجبور ہو گئے کہ جب تک جناب امام حسن علیہ السلام کی حیات والا صفات کا خاتمہ نہ کیا جائے گا خلافت کے واپس دینے کا اقرار مٹ نہیں سکتا انہیں مزورتوں سے اس کی تعمیل ایسی فوری اور لازمی سمجھی گئی کہ جناب امام حسن علیہ السلام کو دس برس جینے کی بھی مہلت نہیں دیگئی جب تک کہ خاندان نبوت کے اس چشم و چراغ کو گل نہ کر لیا معاویہ کو نہ طمنیان دل حاصل ہوا نہ استراحت قلبی چنانچہ جب ان کو امام حسن علیہ السلام کی وفات کی خبر ہوئی تو جس قدر انکو مسرت اور استراحت حاصل ہوئی وہ خود ان کے کلام سے ظاہر ہے جس کو ہم ذیل میں حیواۃ الحیوان دمیری سے لکھتے ہیں:-
فی الحیواۃ الحیوان قال ابن خلکان لما مرض الحسن علیہ السلام کتب مروان ابن الحکم الی معاویۃ بذالک وکتب الیہ معویۃ ان اقبل المطئ الی بخبر الحسن علیہ السلام فلما بلغ معویۃ موتہ سمع تکبیرۃ من الخضرا فکبرا ھل شام کذالک تکبیرفقالت فاختہ بنت قریضۃ لمعویۃ اقر اللہ عنک ماالذے کبرت لاجلہ فقال مات الحسن علیہ السلام فقال علے موت ابن فاطمہ علیہا السلام تکبر فقال ما کبرت شماتۃ ولکن استراح قلبی
جب امام حسن علیہ السلام کے مرض کی کیفیت مروان نے معاویہ کو لکھ بھیجی تو معاویہ نے اس کے جواب میں مروان کو لکھ بھیجا کہ جب وہ تمام ہو جائیں تو تم فوراً خبر دینا جب معاویہ کو ان کی وفات کی خبر لگی تو بآواز بلند تکبیر کہی اور اہل شام نے بھی تکبیریں کہیں اسپر فاختہ بنت قریضہ جو معاویہ کے پاس

حاشیہ بقیہ ص ۱۰۹:- رکھا بعد چند عبدالرحمن بیار رہا موقع پا کر معاویہ نے ایک طبیب کو جو اس کے پاس رہتا تھا اور یہودی مذہب رکھتا تھا حکم کیا کہ عبدالرحمن کے پاس جائے اور کوئی ایسی دوا پلائے کہ وہ تمام ہو جائے چنانچہ طبیب نے کچھ ایسی دوا پلائی کہ عبدالرحمن کا پیٹ اس کے پیتے ہی پھٹ گیا اور وہ مرگیا یہ قصہ اہل سیر اور صاحبان علم میں مشہور ہے میں نے اس کو مختصر طور پر درج کیا ہے - فصل المبین ص ۶۲
کتاب استیعاب عبدالبر مکی میں اس شرط کے متواتر اور متفق علیہ ہونے کا ثبوت موجود ہے ان کی اصل عبارت یہ ہے ولا خلاف بین العلماء ان الحسن بن علی علیہما السلام سلم لمعاویۃ

بیٹھی ہوئی تھی پوچھنے لگی کہ تمہارے تکبیر کہنے کا کیا باعث ہے معاویہ نے کہا امام حسن علیہ السلام نے وفات کی فاختہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ کیا ابن فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی موت پر تکبیر کہنی چاہیے معاویہ نے کہا کہ میں نے شماتت کے قصد سے تکبیر نہیں کہی ہے بلکہ اس خبر سے میرے قلب کو استراحت پہنچی ہے۔

اب تو اس اقرار لسانی سے معاویہ کے تمام اسرار نہانی کا سراغ لگ گیا اور یہ خبر وحشت اثر اور وہ سانحۂ جانگزا جس نے کم سے کم تمامی اسلامی دنیا کو تو ضرور مغموم و محزون بنا یا تھا ایک ان کے لئے استراحت قلبی کا باعث ہوا جن لوگوں نے عرب کی تاریخیں پڑھی ہیں وہ جانتے ہیں کہ ان میں تکبیروں کے کہنے کا کس وقت اور کس حالت میں دستور جاری ہے ظہور اسلام کے زمانے میں عرب میں یہ دستور قائم ہوا کہ جب کوئی حریف اپنے مقابل حریف پر غالب آتا تھا تو وہ فتحیابی کی مسرت میں تکبیر کے نعرے بلند کرتا تھا اس سے سمجھ لینا چاہیئے کہ جناب امام حسن علیہ السلام کی خبر وفات سنکر معاویہ کو اپنے حریف مقابل کے اوپر غالب آنے اور فتح پا جانے کی کتنی مسرت ہوئی ہو گی جو حسب دستور ان کے تکبیر کہنے کی باعث ہوئی جس کو وہ جانتے تھے یا ان کا دل اور ان کے دل سے زیادہ وہ خالق عادل جس نے ہر کردہ و نا کردہ کو واللہ اعلم ان کنتم تسرون وما تعلنون فرما کر ہمیں متعدد بار ہشیار کر دیا ہے۔

ہم اس سے ایک اور صاف واقعہ جس سے ہمارے بیان کی اور تصدیق ہوتی ہے لکھتے ہیں۔

قال وفد المقدام بن معد کرب وعمرا بن ابو سفیان فقال یا معاویۃ اما علمت ان الحسن ابن علی علیہما السلام مات فترجع المقدام فقال یا فلان اتعد مصیبۃ ولم ارا ما مصیبۃ وقد رایت وضعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فی حجرہ فقال منی حسن ابن علی علیہما السلام فقال الاسیدی جمرۃ اطفاھا ورا سباب البیب

مقدام ابن معدی کرب اور عمران ابن ابو سفیان معاویہ کے پاس بطور وفد آئے تھے کہنے لگے تونے سنا ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے قضا کی مقدام نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون معاویہ نے کہا کیا تو اس کو مصیبت سمجھتا ہے اس نے جواب دیا کہ میں اس کو کیونکر مصیبت نہ سمجھوں حالانکہ دیکھا میں نے امام حسن علیہ السلام کو کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی گود میں لئے تھے اور فرماتے تھے کہ حسن ابن علی علیہما السلام مجھ سے ہیں پس کہا اسیدی نے کہ ایک چنگاری تھی جو بجھ گئی۔

علامہ ابو الفدا کی تو یہاں تک تحقیق ہے کہ امام حسن علیہ السلام کی خبر وفات سنکر معاویہ ابن ابو سفیان

بقیہ حاشیہ متعلق ص ۱۰۹ :- الخلافۃ لا غیر ثم یکون لہ من بعدہ وعلی ذالک العقد فی ذالک اور دورمیان علما کے اس میں اختلاف نہیں ہے کہ حسن ابن علی علیہ السلام نے خلافت صرف معاویہ ہی کو سپرد کی نہ غیر کو یعنی بعد معاویہ کے پھر وہ خلافت حضرت امام حسن کی ہو جائے اسی پر عہد نامہ ہو گیا

نے شکر کے سجدے کئے آبو الفداء مطبع انصاری دہلی ص ۲۴۵

امام حسن علیہ السلام کی وفات پر معاویہ کے اتنی خوشی کرنے کی کوئی وجہ ظاہر معلوم نہیں ہوتی کیونکہ آپ واقعہ سے دس برس پہلے آپ ان تمام اُمور سے دست بردار ہوکر اور ان اُمور کو اسی کی مرضی کے موافق حوالہ فرما چکے تھے تو پھر جب اپنی مرضی کے موافق اپنی تمناؤں میں کامیاب ہوچکے تو پھر امام حسن علیہ السلام کی طرف سے ان کو اتنی مخالفت اور عداوت کی کیا وجہ تھی کہ ان کی خبروفات سنکر اپنی دلی استراحت پہنچنے کا بھی اقرار کیا جاتا ہے اور ان کو ایک چنگاری سے مثال دی جاتی ہے اور یہاں تک اس واقعہ پر مسرت دلی کا اظہار کیا جاتا ہے کہ شکرانہ کے سجدے ادا کئے جاتے ہیں۔

ان واقعات سے جو حقیقت میں تاریخی ثبوت ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ باوجودیکہ فیمابین صلح کے مراتب طے ہو چکے تھے اور تصفیہ کی ظاہری صورت بھی قائم ہوچکی تھی تاہم اس میں کوئی ایسا مخصوص امر حل طلب چھوڑ دیا گیا تھا یا غلطی سے اُس میں مندرج ہو گیا تھا جو آگے چلکر مضرت کا باعث ٹھہرتا جس کے باعث سے معاویہ کو اپنے اُمور میں پورا اطمینان نہیں ہوا تھا اسی وجہ سے وہ امام حسن علیہ السلام کے وجود ذیجود کو اپنے حصول مقصد کے لئے ضرور مضر یقین کرتا تھا جب ہم یہاں تک پہنچکر واقعات پر غور کرنے لگتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ کے حق میں مسئلہ استخلاف کی شرط جس کی نسبت انہوں نے واپسی خلافت کا اقرار کیا تھا ضرور ان کی منشا کے خلاف اور ان کے مقصود کے لئے مضر تھی اور یہی تنہا وجہ تھی جسکی وجہ سے انہوں نے بقیہ خاندان رسالت کے راس الرئیس کا اتنا جلد خاتمہ کردیا جب اس کی نسبت اسے اپنی کامیابی کی خبر پہنچی تو ان کو دلی راحت بھی حاصل ہوئی اور قلبی استراحت بھی اور وہ چنگاری جس کی عداوت کی سوزش ان کے اندرونی احشا کو جلایا کرتی تھی جب بجھ گئی تب اس کی آنکھوں میں ٹھنڈ اور دل میں سرور آیا اور مسرت دلی اور استراحت قلبی کا یہاں تک جوش ہوا کہ انہوں نے اس واقعہ کی نسبت شکر کے سجدے کئے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ جب تک کسی کی طرف سے کسی عظیم خدشہ اور مضرت کا یقین نہیں ہوتا ہے اسکے مرنے پر یا اس کے کسی روحانی صدمہ پہنچنے کی خبر پانے پر اس کے فریق مخالف کو مسرت اطمینان اور استراحت کا ایسا غیر متحمل جوش نہیں ہوتا ان اقوال سے قطع نظر کرکے جو آرجح المطالب اور روضۃ الصفا سے اوپر لکھے جا چکے ہیں معاویہ کے ان اقرار لسانی اور ان کے اظہار مسرت کی پُرجوشی اور فراوانی پر کامل غور کیا جائے تو ہمارے دعوے کا پورا ثبوت ہو جاتا ہے اور ہم اپنے مدعا کے لئے اتنا ہی کافی سمجھتے ہیں۔

اب اتنا بیان کرنے کے بعد ہمارے ناظرین کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس صلح میں واپسی خلافت کی ضرور شرط تھی جس کو مورخین اسلامی نے سطوت سلطانی اور سیاست خسروانی کی دباؤ کی وجہ سے ہزاروں فضائل اہلبیت علیہم السلام کی طرح مرفوع القلم کردیا اور ان کو تاریکی کی حالت میں چھوڑ دیا

ہے مگر الحق یعلوا ولا یعلیٰ وبمصداق ظہراللہ ان کنتم کا دھون اب تک صفحۂ روزگار پر علی رؤس الاشہاد ظاہر اور آشکار ہے۔

اب ہم اس بحث سے قطع نظر کر کے پھر اپنے بیان کے قدیم سلسلہ پر آجاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ بفرض محال جس طرح عام تاریخوں میں لکھا گیا ہے کہ صلح نامے میں شورے کی شرط تھی تو خیر یوں ہی سہی ہم تو بھی معاویہ کی عہد شکنی ثابت کرنے کو ہر وقت مستعد اور تیار ہیں اچھا یوں بھی ان کی صداقت اور دیانت کو جانچ لو شرط یہ تھی کہ معاویہ اپنی حیات تک خلافت کے کاروبار اپنے متعلق رکھے اپنے بعد وہ امر خلافت مسلمانوں کے شورے پر چھوڑ دے عامۃ المسلین جس کو چاہیں اپنا خلیفہ تسلیم کرلیں اب ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ معاویہ نے اس شرط پر کہاں تک وفا کی جناب امام حسن علیہ السلام نے ۵۰ھ میں وفات فرمائی اور ان کی وفات کے بعد ہی انہوں نے اپنے خلف الرشید یزید کی ولیعہدی اور جانشینی کی سلسلہ جنبانی شروع کردی اور اس کی تعمیل میں جیسی جیسی عرق ریزیوں سے کام لیا وہ علے العموم تمام تاریخوں میں درج ہیں۔

علامہ طبری نے بیعت یزید کو ۵۶ھ ہی کے واقعات سے لکھا ہے چنانچہ ان کی عبارت یہ ہے فی خمسین عام من الہجرۃ واخذہ البیعۃ لابنہ یزید ابن معاویہ طبری جلد چہارم ص ۶۱۱

اگرچہ معاویہ کو پورا اطمینان ہو چکا تھا اور اب اپنے دلی مقاصد کے اعلان و اظہار کر دینے میں ان کیلئے کوئی امر مانع نہیں تھا مگر ان کو تاہم چار بزرگواروں کی طرف سے ضرور شبہ تھا شام کی رعایا کی طرف سے تو ان کو کامل اطمینان اور پورا اعتماد تھا عراق کی طرف سے اگر خود نہیں تو اپنے مصنوعی بھائی زیاد ابن سمیہ کی طرف سے اطمینان حاصل ہو جانے کی پوری امید تھی مگر حجاز (مکہ و مدینہ زاد اللہ شرفہا) کے باشندوں کی طرف سے معاویہ کو البتہ اطمینان نہیں تھا مگر بایں ہمہ معاویہ نے یزید کی ولیعہدی کے مسئلہ کی یوں ابتدا کی کہ جناب امام حسن علیہ السلام کی وفات کے بعد سب سے پہلے ضحاک ابن قیس اور زیاد ابن سمیہ سے اس امر میں مشورت لی کیونکہ عمر عاص کے بعد اب انہیں دونوں پر معاویہ کو زیادہ اعتبار تھا اس معاملہ کی مسلت اور مصلحت کی نسبت خاصکر انہیں دونوں آدمیوں کے نام لکھے ہیں۔

مگر خواجہ احمد اعثم کوفی بخلاف اور تاریخوں کے اس امر کی ابتدا کو بھی عمرو عاص کی تجویز کا نتیجہ بتلاتے ہیں چنانچہ ان کی عبارت یہ ہے کہ "چوں خبر وفات امیرالمومنین حسن علیہ السلام در عالم شائع شد عمرو عاص بشنید و نزد معاویہ آمدہ گفت کہ حسن ابن علی علیہ السلام شرف شہادت یافت و عرصہ خالی شد و خلافت بے منازعت ترا و فرزندان ترا میسر گشت اکنون مصلحت آن است کہ یکے از اولاد خود ولیعہد گردانی تا بعد از تو تیمار این کار دارد و دود مان

اور امتابعت و مبایعت نمایند و ابدالدہر امر خلافت در خاندان تو باند معاویہ گفت نیکو میگوئی۔

ہمارے معتبر اور مستند مورخ کی تحریر میں صاف صاف ایک شبہ واقع ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس تحریر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عمرو عاص جناب امام حسن علیہ السلام کی وفات تک بقید حیات تھے اور یہ جمہور کے خلاف ہے کیونکہ عمرو عاص کی وفات اس واقعہ سے سات برس پہلے ۴۳ھ ہجری میں متفق علیہ ہے ہم اس کی نسبت یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارے معتبر اور مستند مورخ سے ضرور اس موقع پر سہو ہوگیا ہے اور ان کے سلسلۂ بیان میں تھوڑا سا تقدم و تاخر واقع ہوگیا ہے اور یہ اکثر اصحاب تصانیف اور ارباب تالیف کو ان کی کثرت مشغلیت اور محویت کی وجہ سے ہو جایا کرتا ہے جو چنداں الزام کا باعث نہیں کیونکہ نفس واقعہ میں اس بیان سے کچھ نقص نہیں آتا وہ اس طرح کہ واقعہ صلح تک جو ۴۱ھ ہجری میں واقع ہوا عمرو عاص ضرور زندہ تھے کوئی تعجب نہیں ہے اگر عمرو عاص نے معاویہ کو بعد تحریر صلحنامہ یزید کی ولیعہدی کی مشورت دی ہو کیونکہ معاویہ کے مزاج میں جیسا کچھ ان کا دخل اور ان کے دربار میں اور جملہ کاروبار میں جیسا کچھ ان کا رسوخ تھا وہ کسی طرح ہمارے بیان کا محتاج نہیں علی العموم ظاہر ہے اور اس کے ساتھ ہی ان کو بھی ان کی حاجت روائی مشکلکشائی خوشامد تعلق اظہار خدمت خیرخواہی وغیرہ میں جیسی کچھ گرمجوشی اور جانفشانی ہر دم ہر لحظہ مد نظر رہتی تھی وہ بھی ہر شخص پر علی الاعلان ظاہر ہے تو کوئی تعجب نہیں ہے کہ عمرو عاص نے ہی اس کی تحریک کی ہو جس کو ہمارے ذیقدر مورخ نے سہو سے امام حسن علیہ السلام کی وفات کے واقعات میں قلمبند فرما دیا ہے چونکہ معاویہ یکایک وقوع صلحنامہ کے بعد امام حسن علیہ السلام کے زمانے میں اسی شرط کی وجہ سے جس کی نسبت ہم ابھی ابھی ایک طولانی بحث کر چکے ہیں یزید کی ولیعہدی کا آغاز کرنا قرین مصلحت نہ سمجھتے تھے اس لئے اگر عمرو عاص کی تحریک باعتبار ہمارے مورخ کے صحیح ہے تو ضرور امام حسن علیہ السلام کی وفات تک موقوف رکھی گئی اور اگر انہیں کی خاص تجویز ہے اور انہیں کے اختراعات اور اولیات اور مخصوصیات میں شامل ہے جیسا کہ اکثر مورخین کا اتفاق ہے تو اس کے مان لینے میں بھی مجھے کچھ عذر نہیں ہے۔

بہرحال معاویہ کے اس مشورے میں سب سے پہلے مغیرہ ابن شعبہ داخل ہوئے یہ حضرت اپنی اختلاف آرا کے لئے تمام عرب میں خصوصیت کے ساتھ مشہور ہیں دیکھو اس سلسلہ کی جلد اول مگر بنی امیہ اپنی چالوں سے کیوں چوکنے لگے انہوں نے اس امر میں جو تجویز معاویہ سے ظاہر کی وہ ہم روضۃ الصفا کی عبارت سے لکھتے ہیں

قضیہ آنکہ مغیرہ ابن شعبہ در آں ایام کہ از قبل والی کوفہ بود بدمشق رفتہ با او (معاویہ) در خلوت گفت کہ اعیان اصحاب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم و صنادید قریش انتقال کردند و ابناء ایشان ماندند تو باصابت عقل و حسن تدبیر و اجراء حکم شرعی و ملکی بر عالمیان تقدیم داری اگر مصلحت دانی ولد خویش یزید را ولی عہد گردانی تا حق ابوت بجا آوردہ باشی معاویہ گفت چگونہ ایں کار بانجام رسد مغیرہ گفت کہ من متعہد می شوم کہ رضائے اہل کوفہ را حاصل کنم و زیاد ابن سمیہ می تواند کہ ارباب بصرہ را باین معنی ہمدستان گرداند و ہرگاہ خلق

این شهر اتفاق نماید هیچکس ترا مخالفت نتواند کرد۔

آپ کی اس خوشامدانہ تجویز کی وجہ بھی ملاحظہ ہو وہ یہ ہے کہ امیر صاحب ان کو کوفہ کی ولایت سے معزول کرکے ان کی جگہ سعید ابن العاص کو بھیجنے والے تھے سوچے کہ بغیر اس تدبیر کے امیر صاحب متوجہ نہوں گے جب تک کہ اپنی طرف سے کوئی تازہ خیرخواہی نہیں دکھلائی جلئے گی منصب ولایت پر مستقل ہونا معلوم چنانچہ تاریخ روضۃ الصفا کی آئندہ عبارت سے یہ راز سربستہ پورے طور سے کھلتا ہے وھو ہذا

در روایتے آنکہ پیش از این تاریخ اعنی است وخمسین بمدت ہفت سال در اثنائیکہ مغیرہ والئے کوفہ بود معاویہ می خواست کہ او را عزل کند و ایں مہم را بہ سعید ابن عاص رجوع نماید مغیرہ پیش از وصول سعید بدمشق رفتہ اول اظہار نکرد کہ من بنا بر کبر سن از امارت استعفا می نمایم بعد ازاں پیش یزید رفتہ گفت اکثر اکابر صحابہ وفات یافتند وآنچہ باقیماندہ اند پیر اند وبہلاکت نزدیک وفرزندان ایشاں بسن رشد رسیدہ ومی رسند وتو از ہمہ عاقل تر وفاضل تری وبہ سیاست ملکی دانا تری چرا معاویہ ترا ولی عہد نمی کند ومردم را بہ بیعت تو دعوت نمی کند تا محبت تو در دل ایشاں قرار گیرد وبعد از وے کسے را دریں باب سخنے نباشد یزید گفت ایں کار تمشیت نبرد مغیرہ گفت واللہ چرا نبرد پس یزید پیش پدر رفتہ آنچہ از مغیرہ شنیدہ بود درمیان نہاد معاویہ مغیرہ را بخلوت طلبیدہ از وے پرسید کہ یزید چہ می گوید مغیرہ گفت مناسب چناں می نماید کہ در زمان حیات خویش یکے را ولی عہد خویش سازی تا بعد از خلافت وخون ریختن نباشد عمر ابن الخطاب کار را بر شورے انداخت تا آں ہمہ مخالفت ظاہر شد وعثمان را خود مجال نہ دادند کہ کسے را بجائے خود تعیین کند معاویہ گفت ایں امر ندانم کہ چگونہ بانجام رسد مغیرہ گفت کہ ایں کار در کوفہ وبصرہ مشکل تر است کہ اکثر سپاہ دریں دو شہر اند چوں من در کوفہ (مطلب سعدی ہمیں بود) باشم وزیاد در بصرہ ہم چناں سرانجام یابد کہ دلخواہ تو باشد معاویہ گفت کوفہ از آں تست بدل قوی رو براہ آر۔

کیوں نہ ہو دو سے یوں لیتے ہیں نہ سانپ مرے نہ لاٹھی ٹوٹے مغیرہ تو ایسی راؤں کے دینے میں حاتم سے زیادہ سخاوت کرتے ہیں امیر صاحب کی خدمت سے تو اپنی منہ مانگی مراد لیکر یہ کوفہ کی طرف چلتے ہوئے پہنچے اور اسید ان سے اپنی فکروں میں اُلجھے بیت المال جو اپنا عین المال تھا آگے دھر لیا اور اشراف کوفہ میں سے صرف دس شخصوں کو تین ہزار روپیہ نقد دے کر یزید پلید کی ولی عہدی پر راضی کرلیا اور اپنے لڑکے موسےٰ کے ہمراہ ان لوگوں کو معاویہ کے پاس اقرار بالمشافہ کرنے کی غرض اور اپنی خدمات کے اظہار کے لحاظ سے شام کی طرف روانہ کردیا موسےٰ اور معاویہ کی گفتگو لطف سے خالی نہیں ہے اسکو بھی ہم روضۃ الصفا کی اصلی عبارت میں لکھتے ہیں :۔

آں قوم چوں با معاویہ ملاقات کردند گفتند بجہت آں آمدہ ایم کہ عقد عقوبت یزید حاصل کنیم معاویہ با ایشاں گفت برایں عزیمت باشید لیکن تعجیل مکنید و در خلوتے از موسےٰ ابن مغیرہ استفسار نمود کہ پدر تو دین ایں مردان را کہ از کوفہ آمدہ اند بچند خریدہ است موسےٰ گفت بسی ہزار درہم معاویہ گفت دین وملت نزد ایں جماعت چنداں قدر وقیمت نداشتہ صفحہ ۳۴ بمبئی

اس میں شک نہیں کہ امیر صاحب کو ایسے ایمان فروشوں سے سابقہ پڑ چکا تھا اور وہ سالہا سال سے ایسے لوگوں کے ساتھ اپنے لین دین کے کاروبار قائم فرمائے ہوئے تھے چنانچہ بعض بعض ایمان فروشوں نے تو امیر المومنین علی علیہ السلام کے زمانے ہی میں ان کے ساتھ کئی بار ایسے معاملے کئے تھے جیسے مصقلہ ابن ہبیرۃ الشیبانی کا معاملہ پھر امام حسن علیہ السلام کے وقت میں تو اچھے خاصے لوگوں نے یہ روش اختیار کر لی تھی اور امیر صاحب کو اپنی داد وستد کے معاملات میں اپنا گویا مہاجن قرار دے لیا تھا۔

بہر حال یہ تمہید بیعت یزید کی تمہید تھی جو اوپر کے واقعات کی صورت میں لکھی گئی معاویہ نے اپنے تمام معاملات میں آج تک زیادہ تر اپنی عرق ریزی اور جان فشانی سے کام لیا تھا مگر بیعت یزید کا معاملہ ایسا ہی ٹیڑھا نکلا کہ بغیر کامل زر افشانی یا توڑوں کے منہ کھول دینے کے ایک قدم بھی آگے بڑھنا دشوار ہو گیا نہ طاقت سے کام نکل سکا نہ منت و سماجت سے۔

مغیرہ ابن شعبہ نے کوفہ میں تو آہستہ آہستہ اس کام کو شروع کر دیا مگر زیاد نے معاویہ کے اس حکم کو ابھی چند روز کے لئے دبا دیا اور اس کی نسبت وہ غور و فکر کرنے لگا یہاں تک کہ تھوڑے ہی دنوں میں اس کے مظالم کی پاداش نے اس کو گھیر لیا اور صرف بیچ کی انگلی یا ہاتھ میں ایک دانہ نکلا اور اتنا سخت اثر پھیلا یا کہ پورے ہاتھ کاٹے جانے کی نوبت پہنچی مگر تاہم وہ نہ بچنے والا تھا نہ بچا مگر زیاد کے بعد معاویہ نے بمصداق اس کے کہ اگر پدر نتواند پسر تمام کند عبد اللہ ابن زیاد کی معرفت بصرے والوں کو یزید کی ولیعہدی کی نسبت راضی کر لیا۔

سچ پوچھو تو یہ تاریخوں کا طومار ہے حقیقت میں نہ معاویہ کو کوفہ والوں کی طرف سے کوئی شبہ تھا نہ بصرے والوں کی جانب سے کوئی خدشہ تھا دھڑکا تھا تو حرمین کے باشندوں کی طرف سے وہ بھی تمام اہل اسلام کی جانب سے نہیں صرف انہیں چار شخصوں کی طرف سے جو فی الحال تمام عرب میں ممتاز اور باعث اعزاز شمار کئے جاتے تھے وہ یہ تھے جناب امام حسین علیہ السلام عبد اللہ ابن عمر عبد الرحمٰن ابن ابی بکر اور عبد اللہ ابن زبیر چنانچہ یہ تمام کیفیت بہت جلد ہمارے سلسلہ بیان میں آتی ہے خلاصہ یہ ہے کہ معاویہ نے جب شام کوفہ اور بصرہ کے تمام لوگوں کو یزید کی بیعت پر راضی کر لیا اور ان کی طرف سے اس کی پوری دل جمعی ہو گئی تو پھر از سر نو اطمینان سے حرمین

میں یزید کی ولی عہدی کی سلسلہ جنبانی شروع کی اور مروان الحکم کو جو ان کی طرف سے وہاں کے حاکم تھے یزید کی بیعت کے لئے لکھا اس کی جو ہی کیفیت ہم صاحب روضۃ الصفا کی عبارت سے ذیل میں مندرج کرتے ہیں۔

معاویہ مکتوبے بمروان نوشت کہ سخن حکومت یزید را در خواطر ارباب مدینہ قرار دہد و بجہت عبداللہ ابن عمر صد ہزار درہم فرستاد چوں قاصد بمدینہ رسید مال را پیش عبداللہ ابن عمر برد عبداللہ نخست اموال را قبول کرد چوں نام بیعت شنید مال را رد کردہ گفت کہ من پیر شدہ ام و دین من بصد ہزار درہم ارزان است مروان بمعاویہ پیغام داد کہ مردمان مدینہ معتقدان عبداللہ ابن عمر اند مے گویند تا مقتدائے ما بیعت نکند ما بیعت نمی کنیم دیگراں کہ عائشہ می گوید کہ ایں بدعتی است کہ معاویہ احداث می کند چہ ابوبکر و عمر کہ خلیفہ بودند خلافت را باولاد رشید خود ندادند و ایں رسم اکاسرہ و قیاصرہ است و نیز جباران و ظالمان روضۃ الصفا ص ۳۳

حرمین کے باشندوں کے ساتھ یہاں تک کارروائی پہنچ کر معاویہ نے تھوڑے دنوں تک اس معاملہ میں قطعی خاموشی اختیار کر لی اور پہلے اس معاملہ کو باشندگان شام و عراق و مصر کی رعایا کے ساتھ محکم کرنا چاہا اور حرمین کے مخصوص لوگوں کے ساتھ اس نے یہ تجویز کیا کہ ان کے معاملات کو دو طریقوں کے طرف سے تصفیہ کرنا چاہیئے کچھ تو اپنی خاص سطوت اور کچھ اپنی دولت کے دباؤ سے چنانچہ اس نے جب اس معاملہ پر شام عراق اور مصر کے لوگوں کی رضا مندی حاصل کر لی تو اس نے خود حجاز کا سفر اختیار کیا ہم ان کے سفر حجاز کی سرگذشت اور خلافت یزید کے متعلق ان کے اور ان کی رعایا کے درمیان جو کچھ گذرا وہ ہم آگے چل کر تفصیل سے لکھیں گے پہلے ہم تھوڑے وہ واقعات لکھتے ہیں جو اہل شام و اہل عراق کے خاص دکھلانے کے لئے معاویہ سے آپس کی صلاح اور آپس کے لوگوں کی مشورت سے ظہور میں آئے تھے معاویہ نے ان لوگوں کے آنے سے پہلے اجماعت کے سامنے یزید کے اوصاف و اخلاق کی تفصیل میں اپنی طبیعت اور معاویہ کی تعلیم کے موافق جیسی تقریر کی وہ ذیل کی عبارت سے ظاہر ہے۔

معاویہ با ضحاک ابن القیس الفہری کہ شحنہ شام بود گفت کہ امروز شام واکابر اطراف را خواہم طلبید ترا باید کہ فرصت نگاہداری و مرا باخذ بیعت یزید ترغیب و تحریص نمائی ملخص حکایت آنکہ چوں مجلس منعقد شد معاویہ زبان بحمد و ثنائے باری تعالےٰ کشود و بر رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم درود فرستاد و در تعظیم اوامر مبالغہ لاتعد نمود و در معنی آیۂ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم خوض بلیغ می آورد و بتقریب ذکر یزید کردہ او را بشجاعت و حلم و سخاوت بستودہ و در ایں حال ضحاک ابن قیس گفت اے امیر مقصود رسیدی از ایں جا کہ حال جہان

وجہانیاں است و سرانجام بنی آدم زوال و فنا خلق را بعد از تو والی باید کہ بتعلیم مہام ایشاں قیام نماید و بحوادث رعایا کہ ودائع حضرت خالق البرآیا اند پرداز د و در حسن سیرت و یمن سریرت و نور علم و کمال حلم حال یزید زیادہ ترازاں است کہ شرح و بیان را احتیاج اُفتد اورا ولی عہد خود ساز عالمیاں را در غیبت تو ملاذ و محابے باشد و در حوادث اُمور و نوائب وقفنا پناہ باو برد و مصلحان آسودہ و مفسدان مالیدہ باشند وچوں ضحاک امثال ایں ہذیانات برزبان آوردہ خاموش شد سعید ابن العاص گفت یزید پسر امیر است تمانگرا لیست واُمید تواں داشت و بہتر لیست کہ از وے امن تواں بود مرد لیست مذکور بسخاوت و معروف بہ شجاعت و مشہور بعدل و سیاست امیر را فرزندے خلف است و در تمشیت مہم خلافت نظیر وعدیل ندارد معاویہ گفت احسنت یا ابا اُمیہ ہرچہ گفتی راست گفتی وہیچ باقی نگذاشتی بعد ازاں حصین ابن نمیر گفت اے امیر بخدا سوگند اگر تو از دنیا بروی و یزید را ولی عہد خویش نکردہ باشی در تضییع امت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کوشیدہ باشی ناگاہ معاویہ بجانب احنف ابن قیس التفات نمودہ گفت تو چرا دریں باب ہیچ نمی گوئی احنف گفت تو بافعال یزید دانا تری اگر می دانی کہ از عہدۂ امر خلافت چنانچہ مقرون برضائے خداوند تعالٰے باشد و مستلزم فراغت اُمت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم باشد بیروں تواند آمد باہیچ کس مشورت مکن و اورا ولی عہد گرداں واگر گمان تو در بارہ او بخلاف ست زمام مہات کائنات را باو مدہ و خود را بعذاب آخرت گرفتار مکن۔ صفحہ ۴۵ ببئی

ان واقعات کو پڑھکر ہمارے ناظرین سمجھ لیں گے کہ بیعت یزید کے لئے کیسے کیسے نکڑے کے جال تنے گئے اور گھابیر اکیسے کیسے پھندے ڈالے گئے ہیں اور رائے دینے والے حضرات میں کس کس کی رائے کیسی تھی اور کہاں تک اس کی دیانت اور صداقت ثابت کرتی ہے۔

بہرحال معاویہ کا مطلب ہوگیا اور احنف ابن قیس کی تقریر نقارہ میں طوطی کی آواز ہوکر رہ گئی اور اس مجمع میں اپنا کوئی اثر پیدا نہ کرسکی حاضرین نے یزید کی بیعت کرلی جیسا کہ ہمارے مستند مورخ تحریر فرماتے ہیں کہ حاضرین بایزید بیعت کردند و ہرکس بمنزل خود بازگشت۔

عراق والے تو حسب دلخواہ پنجے میں آگئے اب تو امیر صاحب کو حرمین کے باشندوں سے سلسلہ جنبانی کی بھی جرأت ہوئی اس سے قبل مروان کی معرفت جو تحریک ہوئی تھی وہ خاطر خواہ مفید نہیں نکلی تھی اس لئے معاویہ نے یزید کو پہلے حج کے لئے بھیجا اس سفر میں فرائض حج کے متعلق جتنے اغراض تھے وہ تو پیچھے ہیں پہلی غرض یہ تھی کہ یزید کچھ تو اپنی ظاہری دینداری اور اخلاق دکھلا کر لوگوں کے خیالات کو اپنے متعلق درست کرلے اور کچھ اپنی داد و دہش اور عطا و بخشش سے ان کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرلے چنانچہ ہم اس سفر کے حالات کو بھی صاحب

روضۃ الصفا کی اصلی تقریر سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

دریں سال یزید بحج رفت و بجہت تحصیل نام نیک اموال فراواں در مکہ و مدینہ زاد اللہ شرفہما صرف کرد و دلہا بدست آورد و ذکر مروت و سماحت او در افواہ افتاد اما چوں ایں معنی انتشار یافت کہ معاویہ یزید را ولیعہد خویش می گرداند مردم دریں باب سخنہا گفتند بعضے از شعراء او را ہجو نمودند و برخے بستائش وے مشغول گشتند و معاویہ طبقات خلائق را بقدر حاجات ایشاں رعایت نمود صفحہ ۱۳۴

معاویہ کی یہ مشن اگر پورے طور سے کام نہ کر سکی تو تھوڑی بہت تو ضرور مفید اور پُر اثر ثابت ہوئی اس کے ہر پہلو پر غور کر کے امیر صاحب نے عبداللہ ابن زبیر کو مکہ سے شام میں بلایا اور بڑی آؤ بھگت کی مگر عبداللہ ابن زبیر جیسے چالاک ہشیار اور اپنی ڈیڑھ دال الگ گلانے والے جو جنگ جمل کے زمانے سے معاویہ کے دل پر نقش تھے ان کے دام میں وہ نہ آنا تھا نہ آیا اس نے ان کے سوالوں کا جو جواب دیا وہ ذیل کی عبارت سے کما حقہ ظاہر ہوگا۔

صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں۔

عبداللہ ابن زبیر گفت دوست و برادر تو آنکس است کہ کلمۂ حق را بے محابا و بے ریا با تو بگوید و دریں کار پیش از امضاء عزیمت تدبیر وا و بجا آر نباشد کہ اگر یزید را ولی عہد گردانی پشیمان شوی من دریں سخن غرض ندارم و افشا ایں حکایات نخواہم کرد۔

ان کا یہ کہنا کہ من دریں سخن غرض ندارم جہاں تک صحیح تھا وہ معاویہ پر خوب ظاہر تھا یہ حضرت بھی واقعہ عثمان کے بعد ہی سے امیدواران خلافت میں شمار ہوتے تھے اور جنگ جمل میں تو اس کے لئے پورے طور سے قسمت آزمائی کر ہی چکے تھے یزید کی خلافت تک تو ان کی کچھ بھی نہ چلی اخیر وقت میں مکہ میں کچھ ادہر کچھ اُدہر کے لوگ اکٹھا کر کے تھوڑے دنوں امیر کہلا ہی گئے مگر اس وقت تو ان کا انکار اور خلافت سے دست برداری کا اظہار ان کی مخلصی کا ذریعہ تھا خلاف کہنے پر تو شاید ان کا شام سے واپس ہونا سخت دشوار ہو جاتا انہیں وجہوں سے انہوں نے معاویہ کا جواب نہایت ملائم اور دھیمی آواز میں دیا اور معاویہ کے چوٹ بچا کر چلتے ہوئے وقت ہی ایسا آ پڑا تھا بُری طرح پھنسے تھے اُس وقت تو دبک کر نکل گئے پھر اپنے درواز ے پر پہنچ کر جس زور شور سے معاویہ کا مقابلہ کیا ہے وہ بہت جلد ہمارے بیان سے ظاہر ہوگا۔

بہرحال عبداللہ ابن زبیر کی مشورت سے منفعت نکلی تو امیر صاحب نے پھر مروان الحکم کے ذریعہ سے اس کی تحریک کی پہلے تو جو تحریک کی گئی تھی وہ محض معمولی طور پر رعایا کے استمزاج لینے کی غرض سے اور اب کی بار جو ابتدا کی گئی وہ عام اطلاع اور تفحص احوال وغیرہ کے مضامین سے زیادہ

سطوت سلطانی کے اصول پر قائم تھی اب کی بار جو تحریر مروان والی مدینہ کے نام لکھی گئی وہ باسناد روضۃ الصفا یہ تھی۔

مشائخ مصر واکابر عراق واعیان جزیرہ بدمشق آمدہ با فرزند من یزید بیعت کردند واشراف شام دراین قضیہ نیز با ایشاں موافق اند تراتیز باید کہ از اہل مدینہ بیعت بستانی بجہت یزید والسلام۔ اس خط کا اثر کیا پڑا وہ آئندہ کی عبارت سے ظاہر ہے۔

چوں این نامہ بمروان رسید سنادید صحابہ وتابعین را جمع نمودہ وبر منبر آمدہ گفت ایہا الناس بدانید کہ امیر را ضعف شیوخیت دریافتہ وپیری دروے اثر تمام کردہ ؎

ازوے این روزگار نزل و مجاز عاریتہا نمے ستاند باز

واز جہت کار خلافت اندیشہ مستحسن کردہ چنانچہ متضمن رضائے خداوند تعالیٰ وفراغ خاطر مسلمانان باشد وداعیہ آندارد کہ رضائے بر شمائے آں محزون کند اکنوں چہ می گوئید از جوانب مسجد آواز برآمد کہ ہمے کہ مقرون بخوشنودی پروردگار عالم وعالمیان باشد ما دران ہیچ نمی گوئیم مگر سمعنا واطعنا مروان گفت کسے را کہ ولیعہد خویش گردانیدہ کہ نیکو سیرت وبا مروت وعدل وسیاست است وقدم بقدم خلفائے راشدین می دارد وآں شخص پسر او یزید است مردم چوں نام یزید شنیدند ہیچ نگفتند اما عبدالرحمٰن ابن ابوبکر در خشم آمدہ گفت دروغ می گوئی تو اے مروان وآں کس کہ ترا باین سخن امر فرمودہ ہم دروغ می گوید زیرا کہ یزید باین صفت وخصال پسندیدہ متصف نیست وبخلافت او راضی نیستیم مروان در غضب آمدہ گفت شخصے کہ چنیں می گوید چناں بزرگوار ونیکوکار مردے است کہ در شان او خداوند عز وعلا این آیہ فرستادہ کہ "والذین قال لوالدیہ اف لکما"، خشم عبدالرحمٰن زیادت گرفت گفت کار تو بمرتبہ رسید کہ قرآن را در حق من تاویل می کنی تو آنکسی کہ جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ترا وپدر ترا از شہر بیروں کردہ بود وآنگاہ برخواست وپائے مروان را گرفتہ گفت اے دشمن خدا از منبر فرود آ کہ اہل آں نیستی جمعے از بنی امیہ کہ در مسجد بودند خواستند کہ قصد عبدالرحمٰن بن ابوبکر کنند عائشہ برایں صورت اطلاع یافتہ با جمعے از خواتین بمسجد آمد مروان چوں عائشہ را دید تبرسید پیش او دوید وگفت اے مادر مومناں تو را بخدائے تعالیٰ سوگند می دہم کہ آنچہ حق باشد بگو گفت من خود بجز سخن حق وراست چیزے نگویم من باوائے شہادت قیام می نمایم کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بر تو وپدر تو لعنت کردہ است وتو کہ طرید ابن طرید ی چگونہ با برادر من آں نوع سخنان می گوئی کہ نقل می کنند مروان خاموش گشت وعائشہ بحجرہ خویش مراجعت کرد وآں فتنہ تسکین یافت۔

سمجھئے ناحق جوٹ جلا اٹھائے بیعت ہوتی تو یزید کی سلطنت ملتی تو ان کو مروان نے جو حق ناحق عبدالرحمن کی مار بھی سہی اور عائشہ کی طعن آمیز باتوں کی بوچھار بندگی بے چارگی اسی کا نام ہے بہرحال اب کی بار بھی مروان سے اس مہم کی بیعت نہ چلی اور معاویہ کو بیعت یزید کے متعلق خاطر خواہ اطمینان اور قرار واقعی تسلی نہ ہوئی تو انہوں نے آخر کار اس کی یہ فیصلہ کرلیا کہ حرمین میں اس مسئلہ کی گتھی بغیر میرے گئے نہیں سلجھے گی آخر کار رہتا گیا انکرتا شام سے مکہ کا قصد کیا اور مکہ سے پہلے مدینہ میں پہنچے اس سفر میں معاویہ کے ہمراہیوں کی تعداد مورخین نے ہزار آدمی بتلائی ہے اور اس کی وجہ سوائے اظہار سطوت کے اور کیا کہی جاسکتی ہے چونکہ حجاز والوں کی طرف سے امیر صاحب کو متواتر دو تین بار ناکامیاں پہنچی تھیں اس لئے یہاں کے باشندوں پر ان کو انتہا درجہ کا غصہ تھا اور وہ اپنی جگہ سے نہایت غصے میں جھلا کر اٹھے اور غصہ میں بھرے آرہے تھے چنانچہ اس کیفیت کی تفصیل میں صاحب روضۃ الصفا کا بیان ہے۔

اول کسیکہ با وے ملاقات نمود امیرالمومنین امام حسین علیہ السلام بود و معاویہ باآنجناب گفت لا مرحبا ولا اھلا تو بدنے ام انی یعنی مثل آن بدن ہستی کہ خون او بجوشش آمدہ باشد و حق عز و علا خون ترا خواہد ریخت (معرکہ کربلا کی تمہید اور اس کے مصائب عظیمہ کی تہدید تو ابھی سے شروع ہوگئی خدا خیر کرے) و چوں عبدالرحمن ابی بکر را دید گفت تو پیر شدہ و عقل تو زائل گشتہ خرافت بتو راہ یافتہ است و با عبداللہ ابن عمر نیز مثل آن سرد گفت و با ابن زبیر ہم خطابہائے عنیف کرد و از جملہ سخن ہائے این کہ با ایشاں گفت یکے ایں بود کہ من شما ہا را بحسد و عداوت و سفاہت می شناسم صفحہ ۱۳۴ بمبئی۔

اس واقعہ سے ان کی برہم مزاجی اور شوریدہ طبعی کی پوری حقیقت معلوم ہوگئی امیر صاحب غصہ میں بھرے آندھی بنے ہوئے پہنچے اور پتھر کی طرح برس پڑے فرزند رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں جس دریدہ دہنی سے کام لیا وہ اوپر کی عبارت سے ظاہر ہے پھر اپنے خلیفہ زادوں کی خدمات میں جس طرح اپنی پرورش کے حقوق ادا کئے وہ بھی معلوم ہوئے آنحضرات کے بعد عبداللہ ابن زبیر سے جو ام المومنین عائشہ کے بھانجے اور خلیفہ اول کے نواسے تھے جو دلشکن باتیں کیں وہ بھی ظاہر ہوئیں اب ان سے زیادہ اور کون لوگ وقعت رکھتے تھے جس کا لحاظ و ادب وہ اپنی خاطر میں لاتے۔ ہمارے ذی قدر مورخ لکھتے ہیں۔

امیرالمومنین حسین علیہ السلام گفت آہستہ باش اے معاویہ کہ ما اہل ایں سخن نیستم معاویہ گفت کہ اہل سخن ہستید و بدتر ہم و شما کارے می خواہید کہ خدائے تعالےٰ غیر آن می خواست و آنچہ ارادہ عز و علا بود ظاہر گشت۔

امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں معاویہ نے جو سخت کلامی کی اس کی نسبت مجھ کو کچھ بھی شکایت نہیں ہے کیونکہ ان کی باتیں ہمارے لئے ان کے بطلان کے واسطے قطعی دلیل ہوتی ہیں اور خدا نخواستہ اس سے ہمارے مفترض اطاعت امام کی شان میں سر مو فرق نہیں آیا باقی رہا جو اپنی موجودہ ثروت واقتدار کے حق ہونے میں یا من جانب اللہ ہونے کے دعووں میں بیان کی ہیں وہ جناب باریتعالے کی پاک و منزہ ذات پر صریح تہمت اور الزام ہے ان کے قبل بہت سے دنیا پرستوں نے اپنی ثروت واقتدار کو اپنی خدائی کی سچائی اور اپنی معبودیت کی صداقت اور دلیل ٹھیرائے رہے اور برابر انبیا علیہم السلام کے روبرو ایسی ہی دلیلیں بیان کی ہیں گو عام نگاہوں میں ان کی ضعیف اور لاغر دلیلیں ان کی ظاہری سطوت و ثروت کے اعتبار سے کتنی ہی قوی اور مستحکم سمجھی گئی ہوں مگر ان برگزیدگان خدا کے سامنے جن کو دربار رب العزت سے حجۃ اللہ اور آیۃ اللہ کا خطاب عطا فرمایا گیا ہے یہ دلائل کوئی وقعت نہیں رکھتے پھر تھوڑے ہی زمانہ کے بعد دنیا اور دنیا والوں نے سوائے اس کے ان کی زوال پذیر حالتوں کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر کے سوائے اس کے کہ ان کی مٹی ہوئی حالتوں پر حسرت کریں اور ان سے عبرت کا سبق لیں ان کے اقتدار و آثار سے صفحہ روزگار پر کوئی نشان زندہ نہ پایا اور برعکس ان کی حالتوں کے اس مقدس طبقہ کے اعزاز و مناصب میں جن کو یہ برابر اپنی سطوت اور ظاہری شان و شوکت سے ڈرلاتے تھے اور اپنے احکام سیاست سے دھمکاتے تھے یہاں تک کہ طرح طرح کے جانی اور مالی نقصانات پہنچاتے تھے سر مو فرق نہ آیا وہ اپنی حیات کے مقررہ ایام اسی عظمت اور جاہ و جلالت سے صرف فرما گئے جن لوگوں کو انبیائے سابقین اور سلطان ماضیہ کے حالات پر عبور کامل ہے وہ امیر صاحب کی ان فضول تقریروں کو جو ان میں اور جناب امام حسین علیہ السلام کے درمیان واقع ہوئی بالکل اسی پیانہ پر سمجھیں گے۔

بہر حال ہم اپنے سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں اتنی گفتگو کے بعد جناب امام حسین علیہ السلام اور عبدالرحمن ابن ابی بکر اور عبداللہ ابن زبیر مدینہ سے مکہ چلے آئے صفحہ ۳۴ بمبئی۔

ان لوگوں کے چلے آنے کی وجہ کوئی اور معلوم نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ وہ معاویہ کے فتنہ انگیز طبیعت سے خوب واقف تھے اور ذرا سے اختلاف پر اپنے مخالف کے ساتھ جیسا کچھ ظالمانہ سلوک کیا کرتے تھے وہ ظاہر ہے اس لئے ان حضرات کو ضرور تھا کہ اپنی عزیز جانوں کو اپنے ہاتھوں سے معاویہ کے تہلکہ مظالم میں نہ ڈالیں ان لوگوں کو ان کی طرف سے زیادہ خوف یوں ہوا کہ اس گفتگو کے بعد ان حضرات نے معاویہ سے ملاقات چاہی اور اس نے ملاقات کرنے سے قطعی انکار کر دیا صفحہ ۴۳ بمبئی۔

اب ان حضرات کو اس کی نیت کی بُرائی پر پورا پورا یقین ہوگیا اور اپنی جان کی حفاظت سوائے اس کے کہ موقع سے ٹل جائیں اور کسی تدبیر میں نہیں پائی گئی اس لئے ان لوگوں نے مدینہ سے مکہ تک کی ہجرت اختیار کی معاویہ نے دوسرے دن میدان خالی پا کر مسجد جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم میں نہایت شد ومد سے خطبہ پڑھا اس کی عبارت ہے۔

معاویہ بر منبر برآمده بعداز حمد وثنائے باری تعالٰی گفت نمی دانی کہ امروز کسے شائستہ تر از پسر من بہر خلافت وسرپرست باشد چہ آں فضائل کہ او راست دیگرے را نیست وجماعتے ازایں معنی کارہ اند وعیوبے کہ ندارد او را منسوب می دارند وتا بلائے ازمن بایشاں برسد ترک ایں نخواہند کرد باید کہ ترک فضولی دہند ومصلحت روزگار خود نگاہدارند والا بینند آنچہ سزائے ایشاں ست بعداز اں گفت کہ اگر امام حسین علیہ السلام وعبدالرحمٰن وعبداللہ ابن عمر وعبداللہ ابن زبیر را توفیق رفیق گردد و بایزید بیعت کنند بہا والا با ایشاں کنیم آنچہ باید کرد وازیں بسیار گفت وتہدید بے اندازہ برزبان آورد واز منبر بزیر آمدہ بمنزل خویش شتاخت۔

سطوت سلطانی اور سیاست حکمرانی اب اس سے زیادہ اور کیا دکھلائی جائے گی اور ان لوگوں کو جن کو اس مسئلہ سے انکار ہے اس سے زیادہ اور کیا دباؤ دکھلایا جائے گا اس خطبہ میں معاویہ نے عام طور سے حرمین کی تمام رعایا پر اپنی سیاست کے رُعب بٹھلا دیئے اور کھلے کھلے لفظوں میں انکو اپنے مظالم سے ڈرا دیا جس فرماں روا کی ایسی ایک رُخی پالیسی ہو وہ کس وقت میں اپنے ماتحت ملک کے ساتھ محاسن ملک اور ہمدردی کا اظہار کرسکتا ہے اور اس بلا نصیب ملک کی بدقسمت رعایا ایسے جابر اور ضدی فرماں روا سے اپنی رفاہ وفلاح کی کب اُمید رکھ سکتی ہے۔

بہر حال تک تاریخی شہادت سے ثابت ہوتا ہے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حاضرین نے اس کی اس تہدید پر کچھ اعتنا نہیں کی امیر صاحب تو غریب رعایا کو خوب ڈرا دھمکا کر اپنے قیام گاہ کو واپس گئے اور حاضرین بھی مسجد سے اُٹھے اور سیدھے اپنے اپنے گھروں میں داخل ہوگئے اور بیعت یزید کی نسبت ابکی بار بھی کچھ فیصلہ نہ ہوا۔

امیر صاحب کے دل میں کوئی تصفیہ نہونے کے باعث اور انتشار پیدا ہوا اور اپنی ذاتی کوششوں کو بھی بے اثر پاکر ان کو سخت اضطراب لاحق حال ہوا کیونکہ ان کی کوششوں میں یہ اخیر کوشش تھی امیر صاحب نے ان لوگوں کی نسبت قطعی طور پر یہ سمجھ لیا کہ ان کی بیعت کے تمام معاملات انہیں حضرت کی مو افقت اور رضامندی پر منحصر ہیں جو مدینہ سے مکہ تشریف لے گئے ہیں تاوقتیکہ وہ ان معاملات میں شرکت نفرمائیں گے یا کم سے کم اپنی رضامندی ظاہر نہ فرمائیں گے ہماری کامیابی کی صورت قائم نہوگی۔

اسوقت تو اتنا ہی سوچ کر امیر صاحب خاموش ہوگئے مگر پھر اسی سلسلہ میں یہ بھی سوچنے کہ علاوہ

ان حضرات کے جو یہاں سے تشریف لے گئے باقیماندہ عمائد و اشراف مدینہ کا استمزاج لینا اور ان کو بھی اس مادہ میں گلے ہاتھوں شمول لینا نہایت ضروری اور لازمی ہے اس لئے سب سے پہلے امیر صاحب نے اُم المومنین عائشہ کی مزاج پرسی کی پھر عبداللہ ابن عباسؓ سے ملے ہم ان واقعات کی تفصیل میں اپنی کسی تحریری مداخلت کو مناسب نہیں سمجھتے اس لئے کتاب روضۃ الصفا اور اعثم کوفی کی اصلی عبارت کو ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

چوں این خبر بسمع عائشہ رسید خشمناک شدہ نزد معاویہ رفت و با او گفت این معنی پسندیدہ نبود کہ برادر من محمد را در مصر بکشتی و سوختی و امروز بمدینہ آمدہ برادر دیگر (عبدالرحمن) را ایذا می کنی و در بارۂ او سخنان درشت میگوئی و فرزند رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ما و پسر عمر و پسر زبیر را می رنجانی و بحبس و قتل تخویف می کنی و تو نمے دانی کہ از طلقائی و طلقا را حلال نیست کہ متصدی امر خلافت گردند و پدر تو از لشکر احزاب بود و در مخالفت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ما مرعی نمی گذاشت و مرا معلوم نیست کہ ترا از من کہ گردانیدہ است اگر ترا بگیرم و بقصاص برادر خویش بکشم مرا ازیں کار کہ مانع خواہد آمد۔

معاویہ گفت اے مادر مومنان خاموش باش دید آنکہ برادر ترا من نکشتہ ام و نہ فرمودہ ام کہ او را بکشند او از آں زمانے کہ از قبل علی علیہ السلام والئے مصر بود من عمرو عاص را بدانجا فرستادم و او با عمرو عاص و معاویہ ایں خدیج جنگ کردہ گرفتار گشت و ایشاں او را کشتند و من بقتل او راضی نبودم و امر نکردہ بودم و بہاں ہملا استماں نمودم و آنچہ گفتی کہ من ترا بکشم ایں زمانہ در مدینہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ام و ایں مکان دار الامان است۔

عائشہ گفت چنین است اما بسمع من رسانیدند کہ تو برادر مرا و امام حسین علیہ السلام و عبداللہ ابن عمر و خواہرزادۂ مرا تخویف می نمائی و تہدید دادۂ تو و امثال ترا حد آں نباشد کہ بہ نسبت ایں اخیار و بزرگوار سخن ناصواب بگوئی معاویہ گفت معاذ اللہ کہ بخلاف رضائے تو از من صادر گردد و ایں جماعت پیش من عزیز تر اند و دو دیدہ روشن من است و اگر کسے بہیچے از ایشاں تعرض رساند من او را در جہاں زندہ نگذارم ولیکن پسر خود یزید را ولی عہد گردانیدم و اکثر معارف و اکابر و عموم مسلمانان با وے بیعت کردہ اند و بخلافت وے راضی شدہ اند و ایں چہار کس مخالفت می کنند و رضا نمی دہند تو جائز میداری کہ ایں معنی تاکید یافتہ و قرار پذیرفتہ بشکنم و ترک آں کنم عائشہ گفت من بہ نقض بیعت یزید کارے ندارم و بشکستن پیماں نہ می فرمایم اما می گویم کہ با ایں چہار کس برفق زندگانی کن و بہ نرمی با ایشان سخن گوئی کہ عاقبت ایں جماعت در رضائے خواطر تو خواہند کوشید و در ایں مبایعت و موافقت بجا خواہند آمد و در بارۂ ایشاں حکمے نہ فرمائی کہ متضمن مکروہے باشد و مراں زمان بمکافات بر باید خواست اسے

معاویہ خدارا حاضر و ناظر داں از لحد تنگ وا زیں مفارقت دنیائے غدار بیندیش و کارے بکن کہ از ایشاں پشیماں نشوی ؎ مطبوعہ بمبئی

امیر صاحب نے ام المومنین سے جیسی کچھ گفتگو کی وہ اوپر کی عبارت سے ظاہر ہوئی خطبہ خوانی کے وقت تک جب سے کچھ جھلائے ہوئے اور غصے میں بھرے ہوئے تھے وہ معلوم ہے مگر فی الحال جہاں مقیم تھے وہ شام تو تھا نہیں حرمین تھا جب باعتبار فضائل و مدارج کے تمام بلاد اسلامیہ کا مایۂ ناز و سرمایۂ اعزاز اس لئے ام المومنین کو اپنی گذشتہ تقریر کے خلاف یا کراب گفتگو کا سلسلہ نرمی اور ملائمت سے اُٹھانا نہایت ضروری ہوگیا اور جس پُرجوشی اور دلیری کے ساتھ بیعت یزید کی تحریک پیش کی گئی تھی اس سے بالکل قطع نظر کرکے دھیمی آوازوں میں کچھ تو اپنی تقصیرات کی نسبت "تلافی مافات چاہی گئی کچھ اپنا انفعال اور مجبوری ظاہر کی گئی غرض ان چالوں سے ام المومنین کی برہم مزاجی کو ٹھنڈا کر کے اسی دھیمی آواز سے بیعت یزید کی درخواست پیش کی گئی۔

ام المومنین بھی زمانہ دیکھے ہوئے پہلے تو غصے کے مارے اپنے آپے میں نہ رہیں مگر پھر وقت کے اعتبار سے طرح دے گئیں استدعائے بیعت یزید سُنکر اور اس کو "رموز مصلحت خویش خسرواں دانند" پر محمول فرماکر حاکم وقت کی ملکی تدبیروں سے اختلاف فرمانا مصلحت وقت کے خلاف سمجھیں و مراز نقض بیعت یزید کار نیست کا حکم فرماکر امیر صاحب کی کسی قدر تائید بھی فرمادی جس کی وجہ سے ان کی کامیابیوں کے تھوڑے بہت آنسو پونچھ گئے سچ پوچھو تو امر خلافت یا بیعت یزید سے ام المومنین کے موجودہ حقوق میں کوئی نقصان نہیں ہوتا تھا کیونکہ یہ بیعت جب ان کے کسی حق کے خلاف واقع ہوتی تو البتہ ان کو امیر صاحب کی تحریک سے انکار کرنے کا حق حاصل تھا بخلاف ان کے یہ تو دوسروں کا حق تھا جن سے ام المومنین کو کوئی زندہ تعلق باقی نہیں تھا اگرچہ اس سے قبل ام المومنین نے خود بھی انہیں استحقاق کے حاصل کرنے کے لئے بالنفس النفیس بہت بڑی کوشش فرمائی مگر ایکبارگی اپنے ارادوں میں ایسی شکست اُٹھائی کہ پھر ہمیشہ کے لئے ان کے خیالات کی اصلاح ہوگئی۔

بہرحال ام المومنین کے کلام سے امیر شام کو اگر پوری قوت نہیں ملی تو کچھ سہارا تو ضرور ملا اور کیوں نہ ہو اس وقت تو بیعت یزید کا معاملہ خصوصاً حرمین میں ڈوبتے کو دریا میں تنکے کا سہارا تھا امیر صاحب نے اسکو غنیمت سمجھا اور ام المومنین کو رخصت فرماکر حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کو بلایا ان سے جو گفتگو پیش ہوئی وہ روضۃ الصفا کی عبارت سے ذیل میں قلمبند ہوتی ہے۔

چوں عبداللہ ابن عباسؓ در آمد معاویہ اورا تبجیل و تعظیم نمودہ گفت من در ہمہ اوقات از بنی ہاشم صفاہا داشتم چہ ماہما پسران عبد منافیم و از یک پستان شیر خوردہ ایم و در یک چمن نشو و نما یافتہ و در ہمہ اوقات بایکدیگر بودہ ایم و طریق محبت و مودت پیمودہ غبار و تنفار کہ بر حواشی خواطر ملراہ یافتہ بواسطہ

ملک دادہ قبل ازایں کہ امر حکومت بقبیلہ تمیم داشت شما برآں رضا داشتید و ہیچ نوع مخالفتے معادی شد وچوں عثمان راکشتند تغیر بحال شما راہ نیافت و برآں فعل انکار نکردید و بعد از منازعت و محاربتہا بسیار من مالک سریر مملکت گشتم و در بارۂ شما تقصیرے نکردم و در رفعت منزلت شما مساعی جمیلہ مبذول داشتم و ابواب سخا و عطایا بر شما مفتوح ساختم و شمارا بر اموال وافر محظوظ و بہرہ مند گردانیدم و ہر چند ملاحظہ می کنم از شما دوستی و موافقتے نمے بینم بلکہ از شما ہر روز یک نوع عداوت و مخالفت ظاہر می شود بتخصیص از امیر المومنین امام حسین علیہ السلام کہ می کند کہ اگر آنہارا بگوئید بہتر باشد از محاربتے کہ امیر المومنین علیہ السلام با من کرد و غالب نیامد بایدیشد و ایں نوع کلمات و حرکات را ترک کنید و باصناف آلاء و نعما کہ باری تعالےٰ در شان من ارزانی داشتہ مشاہدہ فرمائید و اگر شمارا مظنہ الیست کہ مانند جناب علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام و جناب امام حسن علیہ السلام کسے را دارید آن ظن فاسد است صفحہ ۳۵ بمبئی؎

امیر صاحب نے اپنی اس تقریر میں دونو پہلو قائم رکھے اظہار قرابت سے تو دلجوئی منظور تھی اور سطوت شاہانہ کے اعلان سے دہمکی بھی دی جاتی تھی اگر امیر صاحب سچے ہوتے تو امام حسین علیہ السلام کے ان اقوال صداقت اشتمال کو بیان کر دیتے جو اُن پر معارک صفین سے زیادہ گراں گذرتے تھے حالانکہ آپکی مقدس سیرت کے خصائص میں امیر صاحب کے تمام مقلدین اور معتقدین آج تک برابر خصوصیت کے ساتھ لکھتے آئے ہیں کہ آپ نے اپنی فی عمرہ کوئی کلام فحش زبان سے نہ نکالا مگر امیر صاحب کے جہاں سب کچے چٹھے چلتے ہیں وہاں یہ بھی ان کا ایک کورا فریب اور سفید جھوٹ تھا جو امام کی غیبت میں عبداللہ ابن عباس کے مقابلہ میں چل گیا۔

بہرحال آپ کی تقریر کا جواب عبداللہ ابن عباس کی زبانی روضۃ الصفا میں یوں تحریر ہے؎

ابن عباسؓ گفت کہ آنچہ گفتی کہ ما پسران جد منا فیم سخن حق و کلمہ صدق است و اگر تو از ما طمع دوستی داری ہم دور نیست و اکنوں بہ مقصود خویش فائز گشتی و عروس ملک را در کنار آوردی باستمالت خاطرہا کوش و دل دوستاں اندوز ؎

اگر خاک یابی ہمہ دوست کار — کہ می روید از سنگ با دوستدار

اما احسان و عاطفتے کہ در بارۂ ما مبذول داشتی از تو بعید و غریب نیست زیرا کہ طبیعت تو بر جود و کرم مجبول است و ہر چند کہ مال وافرتر بخشی بر آں منت منہی و آنچہ گفتی کہ شمارا مانند امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام و امام حسن علیہ السلام کسے نیست مطبوع طبع نمی افتد زیرا کہ امام حسین علیہ السلام زندہ است و او پسر جد خویش و صلاح حال آنست کہ اذیتے باو نرسانی و اورا نہ رنجانی کہ عالمیان ترا دریں باب ملامت خواہند کرد کہ امروز در عرصۂ ربع مسکوں غیر او کسے نیست کہ پسر دختر

پیغمبر اصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باشند۔ صفحہ ۳۶
ہماری کتاب کے ناظرین جانبین کی گفتگو خاطر خواہ دیکھکر سمجھ گئے ہوں گے معاویہ نے اپنی تقریر میں حق قرابت بھی دکھایا اور اختیار سطوت بھی جتایا پھر اپنے احسانات بھی ظاہر کئے غرضیکہ اپنے مخاطب کو دام میں لانے کے لئے کچھ بھی باقی نہ چھوڑا مگر بیعت یزید کا معاملہ جس کے لئے یہ تمامی طوفان اٹھائے گئے اور تمام حجاز میں ہل چل ڈال دی گئی عبداللہ ابن عباس سے نہ کہا گیا اس کی کیا وجہ تھی اس کا اصلی سبب یہی تھا اس کا اصلی سبب یہی تھا کہ عبداللہ ابن عباس اگرچہ زمانے کی روش کے مطابق عموماً معاویہ سے کتنے ہی موافق ہوں مگر بیعت یزید کے معاملے میں وہ ایک لحظہ کے لئے بھی ان کی شرکت نہیں کر سکتے تھے کیونکہ امیر صاحب خوب جانتے تھے کہ اگر ان کے سامنے بھی یزید کی ولیعہدی کا سلسلہ اٹھایا اور مثل عام لوگوں کے ان کے روبرو بھی اس کے اوصاف حمیدہ اور خصائل پسندیدہ کے ثبوت میں اپنی مصنوعی اور محض زبانی دلائل پیش کئے تو یہ نہایت سختی سے اس کی تردید میں یزید پر کیا منحصر ہے یزید کے اسلاف کے پوست کندہ حالات بیان کر دیں گے اور پھر یہ معائب تمام حجاز میں ایسے مشہور اور طشت ازبام ہو جائیں گے کہ پھر کسی کے چھپائے نہ چھپیں گے یہی باعث تھا کہ امیر صاحب دانتوں کے نیچے زبان داب کر اصل مطلب کو چبا گئے اور بیعت یزید کے متعلق جیسا ام المومنین کا استمزاج خاطر خواہ دریافت کر چکے تھے عبداللہ ابن عباس کی نسبت کچھ بھی معلوم نہ کر سکے۔

عبداللہ ابن عباس تو اس تقریر کے بعد گھر واپس آئے ادھر امیر صاحب نے پھر اپنی پیش افتادہ ضرورت کے متعلق غور کرنا شروع کیا۔

یہ تو ظاہر تھا کہ خاص مدینہ میں ان کی موجودہ تجویز کی نسبت کوئی حسب خواہ فیصلہ ابتک نہیں ہوا تھا اہل اسلام میں سے کسی ایک نے بھی عام اس سے کہ بلائے گئے ڈرائے گئے دھمکائے گئے سب کچھ ہوا مگر کسی نے ابتک بیعت یزید کی نسبت حامی نہیں بھری اور اپنی رضامندی کا اقرار نہیں کیا۔

معاویہ نے دو چار روز اور مدینہ رہکر کاٹے جب ان کو ان لوگوں کی طرف سے قطعی مایوسی ہو گئی تو آخر کار مجبور ہو کر مدینہ سے مکہ کا قصد کیا اس سفر کے قبل وہ سوچ چکے تھے کہ تاوقتیکہ وہ حضرات جو مجھ سے آزردہ ہو کر یہاں سے مکہ تشریف لے گئے ہیں کسی نہ کسی طرح سے اس معاملہ میں اپنی رضامندی ظاہر نفرمائیں گے ہمارے کئے کچھ نہوگا۔

یہ سوچکر وہ مدینہ سے روانہ ہوئے اور بشرشت تمام مکہ معظمہ میں داخل ہوئے مگر قبل اس کے کہ امیر صاحب کے قیام مکہ کا روزنامچہ اور مکہ کی سرگذشت اپنے معزز ناظرین کی خدمت میں پیش کریں ہم کو صرف اتنا یاد دلانا ضروری ہے کہ ہمارے ناظرین کو یاد ہوگا کہ جس غیظ و غضب کے ساتھ ان کا نزول مدینہ میں ہوا تھا اور اب جو داخلہ مکہ کے وقت کیفیت ہے وہ بھی پیش نظر ہے صرف اسی اختلاف سے سمجھ لینا چاہئے کہ

امیر صاحب کن چالوں کے بزرگ ہیں صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں۔
چوں منازل ومراحل طے کردہ بحوالی حرم رسیدہ معارف مکہ باستقبال اور فتند وامیر المومنین امام حسین علیہ السلام وعبداللہ ابن جعفر وعبدالرحمٰن ابن ابی بکر وعبداللہ ابن زبیر اورا استقبال نمودند چوں معاویہ ایں چہار کس را دید استبشار نمود ہر یک را بنوعے بنواخت وفرمود تا چہار ضیبت پیش ایشاں کشیدند وبا ایشاں در مقام مباسطت آمدہ رواں شد وچوں در مکہ نزول کرد فراخور آں جماعت صلاۃ گراںمایہ فرستاد اما امیر المومنین امام حسین علیہ السلام جائزہ معاویہ را قبول نہ فرمود صفحہ ۴۳ ببیٔی
اللہ اللہ کہاں تو وہ عتاب کہاں یہ ملائمت۔ ببیں تفاوت رہ از کجا ست تا بکجا۔ مدینہ کے ایام قیام میں تو اس جماعت کی تہدید اور عتاب شدید کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا گیا اور مکہ میں یہ آداب اور تکریم سبحان اللہ رب العظیم کچھ سمجھ میں نہیں آتا سوائے اس کے کہ مدینہ کے قیام کے وقت میں یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ اگر خالی دھمکیوں سے یزید کی خلافت کا کام نکل جائے اور بے نعد لگائے یہ پہیا چل جائے تو اپنی طرف سے نرمی اور ملائمت کے اظہار کی کیا ضرورت ہے مگر خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم یہاں تک تو معاملہ برعکس ہوا اب بغیر گردن جھکائے اور سر پھوڑائے کام نہیں نکلتا اور بس نہیں چلتا مرتا کیا نکرتا۔
اس وجہ سے امیر صاحب نے اپنی سابق روش کو ترک کر کے آئندہ کے لئے یہ راستہ اختیار فرمایا اور مدینہ میں جیسی سختی اختیار کی تھی مکہ میں ویسے ہی نرمی اور ملائمت کو قرین مصلحت سمجھا مگر ان مخصوص حضرات پر اس استمالت کا جیسا اثر پیدا ہوا ہوا اس کو ہم نہیں کہہ سکتے مگر شاہزادہ کونین امام القبلتین مولانا ومولی الثقلین حضرت ابی عبداللہ الحسین علیہ السلام کی خاطر فیوض مآثر پر یہ ظاہرداریاں بھی کوئی اثر پیدا نہ کرسکیں وہ اسی سے ظاہر ہے کہ اور حضرات نے امیر صاحب کے ہدیئے اور تحفے قبول کر لئے اور آپ نے ان تمام چیزوں کو واپس دیا اور مسترد فرمایا
تھوڑے دنوں کے بعد امیر صاحب نے پھر اپنی تجویزوں کا بنڈل کھول ہی دیا اور بیعت یزید کے معاملے کی پھر بار دیگر سلسلہ جنبانی شروع کر دی اپنی خلوت کی صحبت میں ایک دن جناب امام حسین علیہ السلام کو بلا بھیجا جب آپ تشریف لائے تو نہایت عزت واحترام بجا لائے اور نہایت لجاجت وسماجت سے یوں معروض خدمت کیا جیسا کہ ہمارے معتبر مورخ بیان کرتے ہیں۔
معاویہ گفت کہ دو سہ کلمہ معروض رائے تو خواہم کرد کہ بسمع رضا اصغا نمائی وجواب نیکو بگوئی امیر المومنین حسین علیہ السلام فرمود کہ آں کدام است معاویہ گفت کہ پیش ازیں مکتوبات باطراف ولایت فرستادہ معارف ومشاہیر را طلب داشتم تا بر یزید بیعت کنند وبحکومت او رضا دہند ودر قضیہ مردم تاخیر نمودم بدانستم کہ اکثر ایشاں قوم وعشیرۂ او اند وبا او ودیں امر ہیچ مضائقہ نخواہند کرد وبالآخر چوں از ایشاں التماس نمودم کہ با یزید بیعت کنند جمعے کہ منع از ایشاں متصور ومتوقع بود با او امتناع نمودند

ومن اگر دیگرے را شائستہ خلافت می دانستم اورا بولیعہدی اختیار کردم۔
بیعت یزید پر جناب امام الکونین حضرت امام حسین علیہ السلام اپنی رضامندی ظاہر فرمائیں استغفراللہ اگرچہ امیر صاحب نے اپنی طرف سے لجاجت سماجت۔ آرزو منت کے کوئی کلام اٹھا نہیں رکھے اور اپنی تقریر میں مسئلہ خلافت یزید کو قریب قریب تمام اہل اسلام کا مسئلہ تسلیمی بھی بیان کردیا اور اسکو اپنی ایجاد خاص ظاہر کرنے سے بھی کمال احتیاط کی مگر تاہم امام حسین علیہ السلام ان کی تہ کی چالوں کو سمجھ گئے اور آپ نے اپنے پہلے دن کے قطعی انکار پر آج تک وہی اصرار قائم رکھا اور جو ان کے جواب میں ارشاد فرمایا وہ روضۃ الصفا کی زبانی یہ ہے۔
امام حسین علیہ السلام فرمود کہ اے معاویہ آہستہ باش کہ مردم ہستند کہ سزاوار ایں کار ہم بہ پدر و ہم بہ مادر برپسر تو فضیلت و رجحان دارند۔
اتنا جواب سُنکر امیر صاحب نے اسی نرمی سے اپنی تقریر کا آغاز کیا۔
معاویہ گفت مگر از ایں سخن خود را می خواہی امام حسین علیہ السلام نے نہایت آزادانہ جواب مختصر الفاظ میں یہ ارشاد فرمایا کہ اگر خویشتن را می خواہم دور نیست۔
معاویہ گفت در آنچہ مادر و پدر تو بہتر ز مادر و پدر یزید است شکے نیست اما بخدا سوگند کہ یزید در اقامت لوازم خلافت و اقامت تو امد سلطنت بہتر از تو باوا مرد نواہی حکومت سزاوار تر از تست۔
ہاں کیونکر سزاوار نہوں گے ان کی خلافت کو شریعت سے تو کوئی واسطہ نہیں اب تو اسلام کی خواہ مخواہ خلافت ہی اصل میں کسریٰ کی سلطنت اور قیصر کی حکومت ہے بہرحال معاویہ کی تردید میں جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔
کہ طرفہ حالتے است کہ خمار فاجر امت بہتر از من باشد۔ امام حسین علیہ السلام کے اس پردہ فاش کردینے سے امیر صاحب بھی گرما گئے جواب میں کہنے لگے آہستہ باش کہ اگر تو در مجلس یزید مذکور گردی او بغیر از نکوی در شان تو نگوید اگرچہ امیر صاحب نے اس جواب میں اپنی معمولی نرمی کے ساتھ اپنے ولیعہد بہادر کے محاسن اخلاق کا بھی اظہار کردیا تھا مگر امام حسین علیہ السلام نے اس کا ایسا معقول جواب دیا کہ آخر کار امیر صاحب کو یزید کے اظہار فضائل کے دلائل سے عاجز آکر اپنی تقریر کے سلسلہ کو دوسرے رستہ پر پھیرنا پڑا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ من آنچہ از وے میدانم می گویم او نیز می باید کہ آنچہ از من بداند بگوید۔
یہ ایسا پُر معنی اور دندان شکن جواب تھا کہ معاویہ کو بیعت یزید کے معاملات میں امام حسین علیہ السلام کی طرف سے کسی وقت موافقت فرمانے کی اُمید ہی باقی نہیں رہی اور قطعی مایوسی ہوگئی تو آخر ان کو رخصت کرنے پر مجبور ہوئے مگر چلتے وقت تہدید کے طور پر واقعات کربلا پر مستعد رہنے کے لئے پشینگوئی

کے طور پر تاکید کردی ہمارے معتبر مؤرخ کی اصل عبارت یہ ہے :-

معاویہ گفت بر عزیز یا اباعبداللہ علیہ السلام بسعادت باز گرد و بر جان خود بترس و از اہل شام بر حذر باش و باید آنچہ من در شان یزید از تو شنودم ایشاں نشنوند کہ ایشاں با تو و پدر تو در مقام عداوت و کدورت ہستند۔

بہتر امام حسین علیہ السلام یزید کے برخلاف اہل شام کے سامنے کہنے سے احتیاط فرمائیں گے مگر امیر صاحب نے جو سنا ہے وہ اہل شام سے نہ دوہرانے کے لئے امام حسین علیہ السلام کا کیا اطمینان اپنی طرف سے کیا جاتا ہے وہ بھی تو سنا جائے ہم کو تو پورا یقین ہے کہ امیر صاحب ایک کی جگہ دس جوڑ کر اور جن کو انہوں نے امام حسین علیہ السلام سے کبھی نہ سنا ہوگا بیان کریں گے اور جہاں تک ہو سکے گا اہل شام سے زیادہ اس موروثی عداوت اور خاندانی مخالفت کو ظاہر فرمائیں گے جس کو خود انہوں نے شام میں پھیلایا ہے اور عموماً اسکو اپنے استقلال سلطنت کی پہلی اور ضروری پالیسی قرار دی ہے ان کی تعلیمات کی پوری تفصیل ہم اس سلسلہ کے جلد اوّل میں لکھ چکے ہیں اس لئے تکرار کو ضرورت سے زائد سمجھکر قلم انداز کرتے ہیں۔

بہر حال ہم پھر اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام سے اور معاویہ سے جیسی کچھ بنی وہ ہماری کتاب کے ناظرین پر پورے طور سے ظاہر ہوئی اب اور جو لوگوں سے معاملات پیش آئے وہ بھی ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں امام حسین علیہ السلام کے بعد بیعت یزید کے سلسلہ میں جس شخص سے پہلے امیر صاحب کا سامنا ہوا وہ عبدالرحمن ابن ابی بکر تھے ان کے باہمی مکالمات میں ہمارے معتبر مورخ ذیل کی عبارت نقل فرماتے ہیں وھو ہذا :-

عبدالرحمن گفت کہ ما فردا حوالہ بخدائے تعالےٰ کردہ ایم و ما باغوائے تو با یزید بیعت نخواہیم کرد ہم خلافت را بہ شوریٰ باید گذاشت معاویہ گفت من سفاہت تو میدانم و آنچہ در حق تو اندیشہ کردہ ام زود باشد کہ بہ بینی عبدالرحمن گفت خداوند عالم در دنیا و آخرت ترا براں بخیر و عقوبت کند معاویہ بہ دست دعا برداشت کہ خدایا ہم این شخص را از من کفایت کن آنگاہ گفت اے فلاں برو و بہ جان خود ببخشائے و از ارباب شام حذر نما عبدالرحمن گفت ما بغیر از خدائے تعالےٰ از ہیچ کس نمی ترسم دست از ما باز دار و مارا در خانہ خویش بگذار و بہ بیعت یزید استغنا فرما و دعوت مکن این سخن گفت و بخشم از نزد معاویہ برآمد۔

امیر صاحب نے خلیفہ زادے کی جیسی کچھ قدر کی وہ اس سے ظاہر ہے یزید کے استحقاق کے سامنے انکے حقوق کی کچھ بھی رعایت نہیں کی یہ امر بھی اس گفتگو میں دیکھنے اور غور کرنے کے قابل تھے کہ عبدالرحمن کے مقابلے میں مباہلہ تک پر قریب آمادہ ہوگئے امیر صاحب نے اپنے دعوے کے حقوق ظاہر

کی صداقت پر اعتبار کر کے امام حسین علیہ السلام کے مقابلے میں اس مباہلہ کا دعوےٰ کیا ہوتا تو واقعی ہم بھی امیر صاحب کو اگر سو دو سو میں نہیں تو دو چار لوگوں میں ضرور سچا سمجھتے مگر امیر صاحب ایسا کیا تھے جو آیت اللہ فی العالمین اور فرزند سید المرسلینؐ روحی لہ الفدا کے مقابلہ میں مباہلہ کے زعم باطل پر مستعد ہوتے یہ ایسے کیا تھے جو فوراً حجۃ اللہ فی العالمین کے مقابلہ میں مباہلہ کے لئے دست بدعا ہو کر بنی نجران کی طرح اپنی جہالت کو رسوائے عالم کرتے۔

بہر حال عبدالرحمٰن ابن ابی بکر کے بعد باعتبار ترتیب خلافت عبداللہ ابن عمر کی طلبی ہوئی اور یوں تقریر شروع ہوئی معاویہ گفت کہ من نمی دانم تو فرقت و تخالف را دشمن می داری و پیوستہ طالب سلامت و عافیتی و نمی خواہی کہ روزے بشب و شبے بروز آری و در تحت اوامر و نواہی حاکمی داخل نہ باشی و طبقہ آنکہ ہمیں شیوہ مرعی داری و گرد خلافت نگردی و در مضادات البین سعی نہ نمائی کہ مردم با یزید بیعت کردند و ہم او بہ سیاق و انتظام پیدا کردہ عبداللہ گفت خلفائے ما تقدم پسران داشتہ اند فاضل و پرہیزگار تر از پسر تو و ہیچکس از ایشان رقم خلافت بہ پسر خود نکشیدہ و مع ذالک من نمی خواہم کہ در ہدم قوم مسلمانان بکوشم اگر کوفہ بر آیا بر حکومت پسر تو اتفاق کنند من ہم یکے از ایشانم معاویہ گفت سنجیدہ گفتی بسعادت و سلامت مراجعت نمائی و از دشامیاں پر حذر باش۔

پر حذر باش کی دھمکی تو امیر صاحب کا تکیہ کلام تھا مگر جس طرح معاویہ نے ان کی دلجوئی کی انہوں نے بھی زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز۔ ویسی ہی خاطرداری کر دی اور فی الجملہ یزید کی بیعت پر اپنی رضامندی ظاہر کر دی مگر صرف کافۃ المسلمین کی برائے نام شاخ لگا دی۔

ان کے بعد جس شخص کی امیر صاحب کے دربار میں پکار ہوئی وہ ایسا حرف والا اور آنکھ میں آنکھ ملا کر جواب دینے والا تھا جو اس وقت میں بھی ان سے زیادہ اپنے آپ کو خلافت کا دعویدار اور مستحق سمجھتا تھا اور استحقاق خلافت کے لئے انہیں جیسا خلافت پر اپنی بغاوت کا حملہ بھی کر چکا ہے اگر شام میں ان کو اپنی خلافت کا دعوےٰ ہے تو حرمین میں وہ بھی اپنے آپ کو خلیفہ سے کم نہیں سمجھتا وہ کون ہے عبداللہ ابن زبیر حضرت صدیق کے نواسے اور حضرت صدیقہ کے بھانجے اب ان میں اور امیر صاحب میں جیسے برابر کی جوڑ چلی اور جیسی گہری چھنی وہ ہمارے مستند مورخ کی اس عبارت سے مفصل ظاہر ہے۔

چوں چشم معاویہ بروئے اُفتاد گفت ایں روباہے است کہ ہر راہے کہ سوراخ او مسدود می شود از راہے دیگر بیروں می رود بعد ازاں گفت اے پسر زبیر بر جان خود بترس و گرد خلافت و شقاق مگرد و بر آں کہ خلافت یزید قرار گرفتہ و کارے مستقیم و منتظم گشتہ است مستقل باش عبداللہ گفت اے معاویہ در ضمیر من تخالف اہل اسلام نیست اما مے باید کہ تو بترس و میانی فتنہ نباشی و ایں کار را بشورے حوالہ کنی و از حکومت ملول شدہ و سنت از آں باز ندارو بہ پسر خود مدہ خلافت رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم امرے خطیر است و در روز قیامت ترا سوال کنند کہ چوں از عہدہ ایں بیروں آمدی و بعد از خود بچہ بگذاشتی و در فاتحہ

وخاتمہ آنچہ در ضمیر داری بیاندیش معاویہ گفت اے پسر زبیر این سخنان را بگذار و بحذر باش کہ شما میان اہل کلمات از تو نشونند کہ ایشان را طاقت استماع این حدیث نیست عبد اللہ متامل وخائف بمنزل خود باز گشت

مگر بس اگر امیر صاحب نے جو بیعت یزید کے معاملے میں کیا وہ ہمارے سلسلۂ بیان سے پورا معلوم ہوا ابھی تک ان کو اپنی کامیابی کی کوئی امید نہ تھی پھر دو تین روز کے بعد ہدیہ اور تحائف کا قدیم سلسلہ شروع کیا گیا اور بہت سے گرانمایہ ہدیے اور قیمتی تحفے تمام اہل اسلام کی خدمت میں پیش کئے گئے اور ان میں سے ان چار صاحبوں کی خدمات میں سب سے زیادہ اضافہ فرمایا گیا اور ان چار صاحبوں میں بھی سب سے اعلےٰ اور بہتر تحائف جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پیش کئے گئے چنانچہ ہمارے معتبر مورخ تحریر فرماتے ہیں۔

نزد امیر المومنین امام حسین علیہ السلام بیش از دیگران فرستاد و جانب او را از ہمہ مرجح داشت اما آنجناب علیہ السلام صلۂ آں را قبول نفرمود، روضۃ الصفا صفحہ ۳۰

جب یہ کوشش بھی بیکار اور بے اثر ثابت ہوئی تو پھر ایک بہت بڑی مجلس خانہ کعبہ میں منعقد فرمائی اور اس میں تمام اہل اسلام حاضر ہوئے جس میں جناب امام حسین علیہ السلام عبد الرحمن ابن ابی بکر عبد اللہ ابن زبیر بھی خصوصیت کے ساتھ بلائے گئے اور ایک بہت بڑا منبر امیر صاحب کے جلوس کے لئے آراستہ کیا گیا مگر امیر صاحب نے آغاز کلام سے پہلے سوچ لیا کہ پہلے ان حضرات کا استمزاج لینا چاہیئے کہ اب بھی ان میں سے کوئی ہمارا موافق اور ہم خیال ہوا یا نہیں اس لئے پہلے ان سے مشورۃً پوچھ لینا ضروری ہوا۔ ہم اس تقریر کو بھی روضۃ الصفا کی عبارت سے ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

معاویہ امام حسین علیہ السلام و عبد الرحمن ابن ابی بکر و عبد اللہ ابن عمر و عبد اللہ ابن زبیر را طلب داشت و با ایشان گفت کہ شفقت مرا نسبت بحال خویش می شناسید و این وقت آنچہ امکان داشت در بارۂ شما سبق خدمات شائستہ بجا می آوردم و صلۂ رحم را منظور میداشتم و امید دارم کہ من بعد این معنی ہمت از دیاد پذیرد و غرض از تشبیب این مقدمات آنکہ یزید برادر و پسر عم شما است و خاطر خواہ من آنکہ بحسب ظاہر او را خلیفہ شمارید و در معنی اختیار امور مملکت در قبضۂ اختیار شما خواہد بود۔

غرض کیا بری ہوتی ہے یہ بات وہ بات دہر پھیرے ہاتھ امیر صاحب ہر طرح سے مجبور اور ہر طرح سے معذور ہو کر بیعت یزید کی تجویزوں میں اس کے کہنے اور صاف صاف لفظوں میں اس اقرار کرنے میں مجبور ہو ہی گئے کہ ظاہر میں یزید خلیفہ مان لیا جاوے اور باطن میں آپ حضرات سلطنت کے تمام کاروبار اپنے اختیار سے انجام دیں سبحان اللہ دو بادشاہ ہے در یک اقلیم نگنجند کے اجتماع ضدین پر کچھ غور نہ کیا وہ تو جیسا کچھ ہونے والا ہو ہوتا رہے اس وقت تو ہماری ایسی ہو جائے اور ہماری غرض نکل جائے پھر کہ کردہ و کہ می کنند ۱۲

ہمارا جہاں تک خیال یقین کے ساتھ کام کرتا ہے ہم کو یہ ثابت ہوتا ہے کہ امیر صاحب کو اب کی بار یہ بیش قیمت

اور اعلیٰ تحفہ بھیجکر یقین کامل ہوگیا تھا کہ ان قیمتی چیزوں نے ضرور ان حضرات کو میری طرف کچھ نہ کچھ مائل کیا ہوگا اور یہ میرے ان محاسن سلوک کو مشاہدہ فرماکر پیش اُفتادہ ضرورت میں میری ضرور رعایت فرمائیں گے ہم کہتے ہیں کہ ان کا یہ خیال بھی محض خیال ہی تھا اول تو ان اقسام کے محاسن سلوک کے علانیہ اظہار ان کی خفیف الحرکاتی اور کم ظرفی کا پورا ثبوت پہنچاتی ہے دوسرے یہ کہ اگر ان تحائف نے کوئی ظاہری اثر بھی پیدا کیا ہوگا تو صرف انہیں پر جنہوں نے ان کے ہدیے اور تحائف قبول کئے ہوں گے۔ اب امیر صاحب کو اپنی رعایت و مروت کی اُمید رکھنی چاہیئے تو انہیں لوگوں سے مگر اس کریم النفس مستغنی المزاج کریم ابن الکریم کے ارادے اور استغنا کی نسبت وہ کیا شبہ فرماسکتے ہیں جس نے ان کے اعلیٰ ترین تحائف وہدایا اُلٹے پیروں واپس دیئے اس نے نہ امیر صاحب کے ذاتی اعزاز کو اپنے جائز حق کے سامنے خیال فرمایا اور نہ ان کے اعلیٰ ترین تحایف کے مقابلے میں اپنی عسرت اور ضرورت کا منہ دیکھا

خوشامد تملق سے کے حالی موالی — بہت رند لایا کئے نذر ڈالی
نظر پر نہ اس سیر نیت نے ڈالی — رہی فقر و فاقہ میں منہ پر بحالی

بہرحال حاضرین میں سے کسی نے بھی ان کی اس تقریر کا کچھ خیال نہ کیا اور ان کی اس خوشامدانہ تقریر پر محض سکوت اختیار کیا مگر عبداللہ ابن زبیر سے چپ نہیں رہا گیا وہ بول اُٹھے ان کی تقریر صاحب روضۃ الصفا کی تحریر سے یہ ظاہر ہوتی ہے۔

عبداللہ ابن زبیر گفت اے معاویہ یکے از سہ کار اختیار کن معاویہ پرسید آں کدام است گفت اول آنکہ ہیچ کس را بخلافت تعیین مکن چنانچہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تعیین نکرد و چوں بجوار رحمت حضرت حق عزّ شانہٗ انتقال کرد مسلمانان بعد از استشارہ کسے را کہ اہلیت آں داشت خلیفہ ساختند یعنی ابابکر معاویہ گفت من ایں کار نتوانم کرد چہ درمیان شما ہیچ کس را مثل ابی بکر نمی بینم و می ترسم کہ بعد از من درمیان اُمت مخالفت پیدا نشود

عبداللہ ابن زبیر گفت اگر ایں صورت مطبوع طبع تو نیست ہمچناں کہ ابوبکر شخصے را از صنادید عرب قریش برگزید خلافت داد تو نیز یکے را اختیار کن بشرط آنکہ آنکس از بنی عبدالشمس و بنی اُمیہ نباشد و اگر ایں معنی ہم موافق طبع تو نیست بہ سنّت عمر عمل نما و تعیین خلیفہ را بشورے باز گذار با وجود آنکہ عمر اقربا و پسران داشت کہ ہمہ را استحقاق آں بود کہ متصدی امر خلافت ہیچ یک از ایشاں نشود معاویہ گفت ورائے ایں ہم وجہ دیگر بخاطر تو می رسد ابن زبیر گفت نے سخن ہمیں است معاویہ رو بدیگراں کردہ گفت شما چہ کس چہ می گوئید ایشاں گفتند کہ ما ہماں می گوئیم آنچہ عبداللہ ابن زبیر تقریر کرد معاویہ گفت من می خواہیم پیش از رحیل بر منبر شوم و مردم را نصیحت کنم و ایں وعظ را بفردا گذاشتم و من برائے شما از اہل شام می ترسم و قتل شما من اندیشم عاقبت خیر باد انشاء اللہ تعالے ایں سخن گفتہ ایشاں را رخصت داد۔

اب اس ضد کا کیا علاج نہ یہ مانیں گے نہ وہ جو جی میں آئے گا وہی کریں گے امیر صاحب کی پالیسی اور طرز حکومت تو معلوم ہو گئی ان کی اس تقریر کو پڑھکر اگر حقیقت پر غور کیا جاوے تو عبد اللہ ابن زبیر کی تجویز نہایت صحیح اور جائز معلوم ہو گی امیر صاحب کے انکار کے خلاف معاویہ نے اور لوگوں کی سنت تو چھوڑ دی اپنے محسن اور کرمفرما حضرت عثمان کی مبارک سیرت بھی ترک کر دی جنہوں نے خلافت کے حاصل ہونے کے لئے سیرت شیخین پر عمل اور کاربند رہنے کا ہمیشہ کے لئے خصوصیت کے ساتھ وعدہ فرمایا تھا اور معاویہ اس وقت ان کی بھی تقلید نہیں کرتے مگر کریں تو کیسے شریر عبد اللہ ابن زبیر نے تو بیعت یزید کے معاملہ کو دو ٹوک کر کے کیا تین ٹوک کر کے ایسا سامنے رکھ دیا ہے کہ امیر صاحب کے آئے گئے حواس باختہ ہو گئے اور خصوصاً عبد الشمس اور بنی امیہ کی استثنا کی وہ قیامت کی شرط لگا دی کہ سونے کا سارا گھر مٹی ہو گیا اگر امیر صاحب اس سے زیادہ ان سے الجھتے تو اور قلعی کھلتی اسیواسطے ان لوگوں کو فوراً رخصت کر دیا اور اپنے آئندہ وعظ و پند کو بھی جس کے لئے ایک روز پہلے سے مخصوص اہتمام کیا گیا تھا اس کے لئے موجودہ وقت کو اچھی ساعت نہ سمجھکر کل پر ٹال دیا سمجھے کہ آج اچھی ساعت نہیں ہے اور اتنی تقریر کے بعد ہمارا جادو اس وقت کارگر نہیں ہو گا۔

بہرحال ان حضرات کی مشورت کے بعد امیر صاحب کی امیدوں میں یاس پیدا ہو چلی تھی اور شام سے مدینہ تک کی کوششیں اور پھر مدینہ سے لے کر مکہ تک کی کوششیں جن میں جا بجا سطوت خسروانی اور شوکت سلطانی کا اظہار کیا گیا تھا اور بعض بعض موقع پر محض عامیانہ طور پر منت و سماجت سے کام لیا گیا تھا بیکار ثابت ہونے والی تھیں کہ آخر پھر انہوں نے اپنی عام فریبی اور عیاری کی ترکیبوں کو عمل میں لانے کی تجویز کی۔

ہم نے جہاں تک ان کے حالات پر غور کیا ہے ان کی تمام کامیابیوں کو ان کی انہیں عیارانہ تدبیروں کا عام طور سے نتیجہ پایا ہے اگر اپنے آنے کے وقت ہی سے ان تدبیروں کو امیر صاحب عمل میں لائے ہوتے تو کب کے کامیاب ہو گئے تھے مگر یہ تو ابھی ابھی نئے نئے تخت حکومت پر بیٹھے تھے کچھ اپنی ثروت و اقتدار کے خیالوں میں بھولے کچھ دولت لازوال پر بھولے کبھی طاقت پر اعتبار فرمایا اور کبھی سطوت خسروانی پر دھوکا کھایا مگر ان تدبیروں میں سے ایک تدبیر بھی مفید کار نہ ثابت ہوئی آخر مجبور ہو کر جب اپنی قدیم روش پر آئے تو جس طرح دومۃ الجندل کے شور و غوغا نے ان کو خواہ مخواہ امارت دلوادی تھی اسی طرح مکہ کے دھوم دھڑکے نے بھی بیعت یزید کے جھوٹے سچے دعووں میں کسی قدر جان اور کسی قدر قوت پیدا کر ہی دی۔

اب ہم ان کی ان عیاریوں کا پوست کندہ حال قلمبند کرتے ہیں آج کی رات امیر صاحب نے جن بےچینیوں میں کاٹی ان مضطربانہ حالتوں کو کچھ وہی جانتے ہوں گے اسی الجھن میں اپنے ہمراہیوں کو جو شام سے

آئے تھے بلا کر یہ ٹھیرائی کہ کل کے مجمع میں جس کا وعدہ آج کے خطبہ میں کر دیا گیا ہے یہ مشہور کر دیا جائیگا کہ ان حضرات نے بھی بیعت یزید منظور کر لی اور فوراً پھر اس تقریر کے بعد یہ بیان کیا جائے گا کہ اب خارجاً یہ سُننا جاتا ہے کہ اس اقرار کے بعد اب پھر وہ لوگ انکار کرنے لگے ہیں تو تم لوگ اتنا سُنتے ہی اپنی تلواریں نیاموں سے کھینچ کر فوراً ان لوگوں کے سروں پر آجانا جو خاصکر اسی لئے بلوائے جائیں گے ایسی فوری کیفیت میں ضرور ہے کہ وہ لوگ اپنی اصلی رائوں کے اظہار سے قطعی مجبور ہو کر خاموش رہجائیں گے اور اس کی نسبت کچھ بھی نہ کہہ سکیں گے اور ان کی یہی خاموشی اور سکوت عامۃ الناس کے دیکھنے میں انکی رضامندی کے دیکھنے میں ان کی رضامندی کے اظہار کا باعث ہو جائے گی اور میرا مقصود میرے ہاتھ آجائے گا اور اگر کامل طور سے دست بدست یزید کی بیعت نہیں بھی ہو گی تو اس معاملہ سے ان حضرات کی وہ ممانعت تو ضرور کسی قدر رفع ہو جائے گی جو کسی طرح ہماری تجویزوں کے پہیوں کو آگے بڑھنے نہیں دیتی۔

غرض یہ تجویز قائم کر کے امیر صاحب نے دوسرے دن پھر ویسا ہی مجمع جمع کیا اور ان حضرات کو بھی بلایا اور ایک مخصوص جگہ پر جو اہل شام کی نشست سے قریب تھی بٹھلایا اس سے آگے جو کارروائی کیگئی وہ روضۃ الصفا کی اصلی عبارت سے ملاحظہ فرمائی جاوے۔

روز دیگر شد معاویہ باستحضار صنادید قریش وغیرہم فرمان داد امام حسین علیہ السلام و عبدالرحمٰن ابن ابی بکر و عبداللہ ابن عمر و عبداللہ ابن زبیر بموجب فرمودہ حاضر گشتند معاویہ بر منبر رفتہ خطبہ آغاز کرد و بتدریج سخن بہ مقصود رسانیدہ گفت من از مردم سخنان می شنوم کہ آں را اعتبارے نیست و دیروز جہاں استماع نمودم کہ جماعتے باہم می گفتند کہ امام حسین علیہ السلام و عبدالرحمٰن و عبداللہ ابن عمر و عبداللہ ابن زبیر بخلافت یزید راضی نیستند و باوے بیعت نمی کنند از سخن ایشاں متعجب شدم و ایں چہار کس را کہ استادان قریش و اکابر قبیلہ اند بحضور خویش طلبیدم و از ایں معنی شرائط استفسار بجا آوردم لطفہا کردند و ببیعت یزید اعتراف نمودند و ایں حدیث در حضور ایشاں می گویم کہ ہر کس را در ایں مرتبک و شبہ باشد مرتفع گردد و درایں اثنا اہل شام شمشیرہا از نیام برآوردہ گفتند کہ اگر ایں چہار کس آنکارا بیعت کردند فبہا والا ہر چہار کس را می کشیم چہ راضی نیستم کہ ایں بیعت در خفیہ واقع شود باوجودیکہ شوکت و استقلال و عظمت یزید متابعت ایں چہار کس چہ احتیاج است اے معاویہ با دستوری بہ فرما ہر چہار کس را گردن زنیم معاویہ با ایشاں گفت ساکن باش و شمشیرہائے خود را غلاف کنید و طالب شتر و فساد و فتنہ و خون ریختن نباشید اے اہل شام از خدا بترسید و فتنہ مگیرید کہ ہدم بنیان دین مبارک نباشد اہالیان و اُمرائے شام شمشیرہا را در نیام کردند امیر المومنین امام حسین علیہ السلام و عبدالرحمٰن ابن ابی بکر و عبداللہ ابن عمر و عبداللہ ابن زبیر متحیر گشتند و با خود اندیشیدند کہ اگر بگوئیم بیعت نکردہ ایم لامحالہ ما را زندہ نگذارند لاجرم دراں محفل زبان را در کام کشیدند و ہیچ نگفتند و دیگران باینہ

بیعت کردند و معاویہ از منبر فرود آمدہ مردم متفرق گشتند و اعتقاد کردند کہ آں چہار کس نیز بحکومت یزید رضا دادند و باوے بیعت نمودند بنابراں اہل مکہ ایشاں را ملامت ہا نمودند و گفتند روز اول کہ معاویہ از شما بیعت یزید التماس کرد ابا و امتناع نمودید و بعد ازاں در خفیہ بیعت کردید ایشاں سوگند خوردند کہ ما ازیں خبر نداریم و معاویہ بنابریں معنی بہ پسر خویش کلمات ناواقع گفت و ما از بیم شمشیر ہیچ نہ توانستیم گفت

روضتہ الصفا ۳۰۸ بمبئی

بیعت یزید پر اجماع کی صورت واقعہ یہ تھی جو ہمارے معتبر مورخ کی عبارت سے ظاہر ہوئی اس سے ہر شخص معلوم کر سکتا ہے کہ امیر صاحب نے اپنی مشکلوں کو کن کن دشواریوں سے حل کیا اور اہل اسلام کے ساتھ بیعت یزید کے معاملے میں کہاں تک اپنی دیانت اور امانت سے کام لیا مدینہ سے مکہ تک کی خاک اڑائی اور یزید کے خلیفہ تسلیم کرلئے جانے کی کیسی کیسی ترکیبیں کی گئیں خطوط سفارشی لکھے گئے خزانوں کے منہ کھول دیئے گئے حقوق قرابت دکھائے گئے صلۂ رحم کے واسطے دلائے گئے گراں مایہ ہدیے اور تحائف بھیجے گئے سطوت و شوکت سلطانی بھی - اہل شام کی مخصوص عداوتوں سے ڈرائے گئے غرض کوئی بات چھوڑی نہیں گئی اور کوئی کوشش اٹھا نہیں گئی مگر جیسا ہے اتنی ترکیبوں سے کوئی ترکیب مفید کارثابت ہوئی ہو کوئی نہیں ہر طرف سے مجبور ہوگئے تو انہیں عیاریوں کے قدم آگئے جن کی بدولت ان کے تمام دنیاوی امور نے عموماً انتظام پایا تھا -

اگر غور کی نگاہ سے دیکھا جائے تو بیعت یزید کی شہرت بھی انہوں نے ایسے ہی کرالی جس طرح جھوٹا اعلان دومۃ الجندل میں اپنی خلافت کے لئے کرالیا تھا اس کے لئے اگر حقوق بنی امیہ کے موید یہ اعتراض پیش کریں کہ ان حضرات کو اسیوقت معاویہ کی غلط بیانی اہل اسلام کے مجمع عام میں ثابت کردینی ضرور تھی تاکہ وہ لوگ بھی ان کے انکار کو سنکر یزید کی بیعت حامی نہ بھرتے -

ان لوگوں کے ساکت کرنے کے لئے اتنا جواب کافی ہے کہ فضیلت و ترجیح کے اعتبار سے جب ان حضرات کی تقلید عامہ اسلام پر واجب تھی تو ان مقلدین کے گروہ کا فرض تھا کہ معاویہ کا ایسا دعوے منکرین کی نسبت وہ آج تک مشتبہ چلے آتے تھے بیعت یزید پر اپنی رضامندی ظاہر نکرتے تاوقتیکہ اپنے ان مقتدایان کی جماعت سے اس کی نسبت رضامندی اور غیر رضامندی کی پوری کیفیت نہ پوچھ لیتے ان کے استفسار کے لئے کوئی دقت نہیں تھی مگر ان حضرات کے زبان ہلانے پر ان کی غریب جانوں کی البتہ خیریت نہیں تھی ان کی ہلاکت کے پورے سامان موجود تھے جن کو یہ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے معاویہ کے متعدد سپاہی ننگی تلواریں کھینچے ان کے سروں پر کھڑے تھے کہ منکرین بیعت کی گردنیں اڑادیں گے اب ایسے قیامت خیز وقتوں میں ان سے ظاہری رائے طلب کرنا حقیقتاً انصاف کا گلا کاٹنا ہے اس وجہ سے یہ الزام عامہ اسلام کی گردن پر جاتا ہے نہ ان لوگوں کے سر -

بہرحال اب الزام چاہے جس کی گردن پر باندھا جائے معاویہ کی کوششوں میں قیام اور ان کے منتشر کاموں میں تھوڑا بہت انتظام ضروری آگیا اگرچہ بیعت یزید کا انعقاد صحیح اصول پر ہوا ہو یا نہ ہو لیکن شہرت اور اشاعت تو ہوگئی اور امیر صاحب کا مقصود بھی یہی تھا۔

دومۃ الجندل کے فیصلہ کے کونسے اصول دُرست تھے جس نے امیر صاحب کو خواہ مخواہ کی خلافت دلوا ہی دی اسیطرح مکہ میں ان کی عیارانہ تدبیروں سے یزید کی ولیعہدی کا بھی غوغہ مچ گیا ورنہ صورت واقعہ اصل میں وہی تھی جو اوپر لکھی گئی۔

ہر شخص اس سے سمجھ سکتا ہے کہ دنیا کی سلطنتوں میں سے کسی سلطنت میں کسی فرمانروا کی تخت نشینی یا اس کے بعد اس کے کسی اعقاب واولاد کی ولیعہدی کے لئے ایسے اصول برتے جاتے ہیں اصل میں بات تو یہ ہے کہ اب نہ اسلام کی خلافت رہی تھی نہ اس کے کوئی اصول جو امر تھا وہ خود غرضی پر مبنی اور اپنی نفع رسانی کا مقتضی ان سے پہلی خلافتوں میں یہ اصول قائم نہیں ہوئے تھے اس وجہ سے سلطنت اسلامی میں اس اصول موضوعہ کے واضع یہی ثابت ہوتے ہیں سابق خلافتوں کی پابندی اور تقلید ان کے لئے ضرور تھی لیکن وہ اصول چونکہ ان کے مقاصد کے خلاف ہوتے تھے اس لئے امیر صاحب نے اپنی قوت واختیار کے زمانے میں ان اصول سے قطعی روگردانی اختیار فرمائی اور اپنی سلطنت کو دنیا کی معمولی سلطنتوں کے عام پیمانے پر اُتارا۔

اس وقت خلافت اسلام ہی ایک ایسی حکومت تھی جس کے اصول دنیا کی دوسری سلطنتوں کے بالکل خلاف تھے اور اس میں شریعت خداوندی کی پابندی نہایت ضروری تھی امیر صاحب نے اسکے اصول کے خلاف اپنے تازہ انتظام مملکت کو اپنے طور پر ترتیب دیا چنانچہ انہوں نے اپنے اصول خاصکر قریب کی ریاستوں کے اصول سے ماخذ کئے اگرچہ ان ایجادوں کی اطلاع رعایا کو بہت کم ہوئی مگر بیعت یزید کا مسئلہ ایسا دشوار امر تھا جس کی مجبوریوں نے امیر صاحب کے تمام خفیہ رازوں کو فاش از بام اور ان کو بدنام کردیا اور ہر شخص ابتدا ہی سے ان کے دلی راز کو اچھی طرح سمجھ گیا بیعت یزید کی نسبت جو الزام اُم المومنین عائشہ عبدالرحمٰن ابن ابی بکر اور عبداللہ ابن عمر کی طرف سے ان پر لگائے گئے تھے وہ روضۃ الصفا جلد سوم مطبوعہ بمبئی صفحہ ۲۴ کے حوالے سے مفصل اوپر بیان کئے گئے یہ ایسے مشہور اور متواتر الزام ہیں جو تاریخوں اور سیر کی کتابوں کے علاوہ تمام حدیث اور کلام کی کتابوں میں علے العموم پائے جاتے ہیں چنانچہ صحیح البخاری صحیح النسائی اور تفسیر ابن ابی حاتم کی ایک عبارت یہ ہے جو ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

اخرجہ البخاری والنسائی وابن حاتم فی تفسیرہ واللفظ لہ من طرق ان مروان خطب بالمدینۃ وھو علے الحجاز من قبل معاویۃ فقال ان امیر المؤمنین قد رای ان یستخلف علیکم

ولدہ یزید سنۃ ابی بکر و عمر فقام عبد الرحمٰن ابن ابی بکر فقال سنۃ کسریٰ و قیصر ان ابا بکر و عمر لم یجعل فی اولادھما ولا فی احد من اھل بیتھما

امام بخاری امام نسائی اور ابو حاتم نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے اور لفظ اپنے طریق کے مروی کئے ہیں کہ مروان نے مدینہ میں خطبہ پڑھا اور وہ اس وقت معاویہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا کہنے لگا کہ معاویہ نے مناسب سمجھا ہے کہ اپنے بیٹے یزید کو اپنے بعد تم لوگوں کا خلیفہ بنائے ابوبکر و عمر کی سنت پر۔ عبدالرحمٰن ابن ابوبکر کھڑے ہو گئے اور کہا نہیں بلکہ قیصر و کسریٰ کی سنت پر کیونکہ عمر اور ابوبکر نے خلیفہ اپنی اولاد یا اپنی اہلبیت میں سے نہیں بنایا۔

بہرحال اب ہم کو اس بحث کے متعلق کچھ لکھنا نہیں ہے ہماری یہ بحث ناظرین کتاب کی نگاہوں میں ضرور ایک مطول بیان معلوم ہو گی اس میں شک نہیں کہ ہماری یہ بحث امیر صاحب کی عیاریوں کے حیرت انگیز واقعات کے کامل دفتر اور ان کی شعبدہ بازیوں اور ہوش رُبا طلسموں کی مفصل داستان ہے اب ایسی وسیع اور طویل تفصیل کو دیکھ کر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ امیر صاحب نے خلافت یزید کے لئے عامۃ المسلمین سے ان کی رضامندی اور قبولیت حاصل کرنے کی کوششوں میں کہاں تک راستبازی اور صداقت سے کام لیا ہے اور انہوں نے صلح نامہ کی اس تحریری شرائط کی تعمیل میں کہ خلافت ہو جو وہ کے کل اختیار معاویہ کے بعد امام حسن علیہ السلام یا ان کے اہلبیت میں سے کسی کی طرف منتقل کر دیں گے یا اس امر کو شوریٰ پر چھوڑ دیں گے اور کسی شخص کو اپنی طرف سے متعین نہیں کریں گے امیر صاحب نے کہاں تک راستی اور صداقت سے کام لیا اور کہاں تک اپنی راستبازی دکھلائی اور جو لکھا تھا اس کی تعمیل پر عند اللہ و عند الناس معاہدہ کیا تھا کہاں تک پورا کیا۔

اس بحث کے آخر میں ہم یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ معاویہ نے اس شرط کی نسبت بالکل خلاف عمل کیا اور ذرا اپنے معاہدہ میں اس کے متعلق ایک عہد پر بھی قائم نہ رہا ۔ ۔ ۔

تیسری شرط سب امیر المومنین علیہ السلام

اس شرط کی تمام و کمال کیفیت ہم اوپر لکھ چکے ہیں مگر تاہم اپنے سلسلہ بیان قائم کرنے کے لئے ایک مختصر کیفیت بہ اہمیں سابق بیانات کا خلاصہ ہے جن کو ہم بذیل تذکرہ صلح نامہ علامہ ابن حجر کے انکار کی تردید میں لکھ آئے ہیں پھر اس مقام پر مندرج کرتے ہیں۔

جیسا ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ معاویہ نے اس شرط کو صلح نامہ میں دیکھ کر قطعی انکار کر دیا اور حقیقت یوں ہے کہ اسی بدعت کے ساتھ ان کو کمال الفت و محبت تھی اور اس کی اشاعت و اقامت سے

ان کے قلب کو کچھ ایسی ہی راحت پہنچتی تھی جس کی وجہ سے وہ اس کے امتناع کو ہرگز پسند نہیں کرتے تھے بس صرف ایک اسی امر سے ان کی عداوت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام میں کمال شدت ثابت ہے کہ تمام شرائط قبول کرنے میں ان کو ایک لحظہ توقف نہیں ہوا بلکہ بکمال رغبت صلحنامے کے تمامی شرائط قبول کر لئے مگر اس سے صاف انکار کر دیا جب امام حسن علیہ السلام کی طرف سے اسپر بہت اصرار کیا گیا تو اس کے رواج کو قطعی بند کر دینے کا اقرار تو نہیں کیا مگر اتنا لکھ دیا کہ جس مجلس میں آپ تشریف رکھتے ہوں گے اس سے وہاں احتیاط کی جائے گی مورخ ابوالفداء لکھتے ہیں کہ اسپر بھی معاویہ نے وفا نہیں کی۔

بہرحال یہ ایجاد امیر صاحب کی ایسی کامل ایجاد تھی کہ ان کے بعد بھی پشت در پشت اور نسل بعد نسل جاری رہی ان کے زمانہ سے لے کر عمر ابن عبدالعزیز کی خلافت تک یہ دستور تمام قلمرو اسلامی میں ہمیشہ جاری رہا چنانچہ مورخ ابوالفدا کی اصلی عبارت یہ ہے۔

وکان معاویة وعماله یدعون لعثمان فی الخطبة یوم الجمعة ویسبون علیاً وکان المغیرة ابن شعبة متولی الکوفة کان یفعل ذالك فی طاعة ابوالفدا نسخہ عربی ص ۱۹۶

معاویہ اور اس کے عمال جمعہ کے دن خطبوں میں حضرت عثمان کے واسطے دعا کرتے تھے اور امیرالمومنین علی علیہ السلام پر لعنت کرتے تھے مغیرہ حاکم کوفہ تھا وہ بھی معاویہ کی اطاعت کی وجہ سے ایسا ہی کیا کرتا تھا پھر ہمارے معتبر مؤرخ آگے چل کر یہ عبارت تحریر کرتے ہیں۔

کان خلفاء بنی امیة یسبون علیاً من سنة احدی وخمسین (اربعین) واهل بیته الٰی خلع الحسن علیه السلام فیها نفسه الخلافة الی اول سنة تسع وتسعین ۱۰ خر ایام سلیمان ابن عبدالملك فلما ولی عمر ابطل ذالك وکتب الی نوابه باطله ابوالفدا نسخہ عربی ص ۲۱۲

ابتدائے خلع خلافت امام حسن علیہ السلام یعنی سنہ ۴۱ ہجری تا سنہ ۹۹ ہجری یعنی عہد معاویہ سے تا آخر عہد سلیمان ابن عبدالملک خلفائے بنی امیہ جناب امیر علیہ السلام اور ان کی اہلبیت علیہم السلام پر لعنت کیا کرتے تھے جب عمر ابن عبدالعزیز حاکم ہوا تو اس نے اس بدعت کو موقوف کیا اور اس کے ابطال و موقوفی کے لئے تمام احکام اپنے نائبوں کو ملک میں بھیجے۔

ہم صرف اتنے ثبوت کو اپنے مدعا کے لئے کافی سمجھتے ہیں مگر اپنے ناظرین کے مزید اطمینان کے لئے اس ضمن عمر ابن عبدالعزیز کے خاص لکھے ہوئے دو اور واقعات اور ذیل میں تحریر کئے دیتے ہیں جو انہوں نے امتناع سب علی علیہ السلام کے اسباب میں لکھے ہیں۔

عمر ابن عبدالعزیز کا بیان ہے کہ میں عبداللہ ابن عتبہ ابن مسعود سے کلام اللہ پڑھتا تھا ایک روز لڑکوں میں کھیل رہا تھا اس وقت ان کا کھیل کیا تھا جناب علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کو گالیاں دینا اور ان کے اہلبیت علیہم السلام کو برا کہنا لڑکے کھیل رہے تھے کہ ان کا استاد عبداللہ ابن عتبہ ابن مسعود آگیا

اور مسجد میں چلا گیا جب عمر ابن عبدالعزیز اُس سے اپنا سبق پڑھنے گیا تب عبداللہ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا جب میں نے وجہ پوچھی تو عبداللہ ابن عتبہ ابن مسعود نے کہا کہ تو علیہ السلام کو برا کہتا ہے میں نے نہایت آزادی سے جواب دیا اُن اس میں عیب کیا ہے عبداللہ نے کہا تو نے کلام مجید میں کہیں پڑھا ہے کہ اہل بدر سے حق سبحانہ تعالےٰ راضی ہوکر پھر اُن پر غضبناک ہوا ہو میں نے پوچھا کہ کیا علی علیہ السلام اہل بدر سے تھے اس نے مجھے جواب دیا وہ یک افسوس ہے تجھ پر تو نہیں جانتا کہ غزوۂ بدر بالتمام جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام کے ہاتھوں پر فتح ہوا ہے عمر ابن عبدالعزیز کا قول ہے کہ اس دن سے میں نے وعدہ کر لیا کہ اب آپ کے حق میں بُرا نہ کہوں گا۔

اس واقعہ کے بعد دوسرا واقعہ وہ یوں لکھتے ہیں کہ جب میرا باپ ہشام ابن عبدالملک مدینہ میں امیر ہوا تو میں بروز جمعہ زیر منبر حاضر رہتا تھا وہ خطبہ پڑھنے لگتا تھا اس وقت تمام خطبہ تو کمال فصاحت و بلاغت سے ادا کرتا تھا مگر جب علی علیہ السلام کی مذمت پر آتا تھا تو اس کی زبان تژولیدگی کرنے لگتی تھی اور اسپر ایک عجیب اضطراب لاحق ہوتا تھا ایک روز میں نے اُس سے پوچھا کہ آپ تو فصحائے زمانہ میں ہیں پھر یہ کیا بات ہے کہ جب آپ علی علیہ السلام کی مذمت بیان کرنے لگتے ہیں تو آپ کی زبان ژولیدگی کرنے لگتی ہے اس نے کہا اے فرزند یہ لوگ جو اہل شام وغیرہ سے منبر کے نیچے جمع ہوتے ہیں اگر اس مرد کے فضائل و مناقب سے آگاہ ہو جائیں جس طرح تیرا باپ آگاہ ہے تو سب ہم سے برگشتہ ہو جائیں اور پھر ایک آدمی بھی ہماری اطاعت نہ کرے دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ششم ص ۱۶

ان واقعات سے تو اس بدعت کا جس کے موجد خاص کر امیر صاحب ہی معلوم ہوتے ہیں اس زمانے میں ایسا عام رواج پایا جاتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ لڑکے کھیلتے بھی تھے تو ان کا کھیل بھی یہی تھا اور ان حضرات کے فضائل و مدارج سے ایسی ناواقفیت اور غفلت تھی کہ ان کے مناقب و معارج کی اصلی حقیقت تو کہاں معلوم ہوگی ان کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ یہ غزوۂ بدر میں شریک تھے یا نہیں۔

اب ہم کو اس سے زیادہ ثبوت پہنچانے کی مطلق ضرورت نہیں ہے اور ہم کو یقین ہے کہ ہمارے ناظرین کی تسکین کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

چوتھی شرط اس کے بعد یہ تھی کہ مضافات فارس کا خراج امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں برابر پہنچایا جایا کرے۔

مضافات فارس کی نسبت مختلف الفاظ لکھے ہیں کسی تاریخ میں **دارابجرد** لکھا ہے کسی میں **متعلقات بصرہ** کسی میں **مضافات مدائن** اسیطرح کوئی کچھ نام بتلاتا ہے کوئی کچھ غرض کوئی مقام ہو ہم کو اس سے بہت کم مطلب ہے غرض ہے تو اتنی کہ بلاد اسلامی میں کسی ایک جز کی نسبت معاویہ نے یہ عہد کیا تھا کہ اس جزو خاص کا خراج امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں ہمیشہ پہنچتا رہے گا تب اس کی نسبت

جہاں تک تحقیق کی گئی ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ رقم خراج بھی کسی سال میں آپ کی خدمت میں نہیں پہنچائی گئی دیکھو روضۃ الصفا اعثم کوفی ابوالفدا اور طبری۔

پانچویں شرط یہ تھی کہ تا روز صلح جس قدر رقم خزانۂ کوفہ و بصرہ میں موجود ہو وہ امام حسن علیہ السلام اور ان کے متعلقین کے ذاتی مصارف کے لئے تسلیم کر دی جائے۔

اس کی کیفیت ابوالفدا طبری اور روضۃ الصفا کے معتبر مولفین نے یہ لکھی ہے کہ بصرہ کا ذرِ محزونہ تو جناب عبداللہ ابن عباس کی تقدیر کا حصہ ٹھیرا باقی رہی کوفہ کی رقم وہ جناب امام حسن علیہ السلام کے ان طماع ہمراہیوں کے ہاتھ لگی جو ہر وقت اسی کی تاک لگائے بیٹھے تھے۔

چھٹی شرط یہ تھی کہ دس لاکھ رقم یا ایک لاکھ یا دس ہزار درہم سالانہ امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں برابر خلافت کی طرف سے پہنچتا رہے گا۔

اس کی نسبت بھی ہمیں کوئی قوی ثبوت نہیں پہنچا بعض تاریخوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ خلافت کی طرف سے کوئی رقم سالانہ آپ کی خدمت میں پہنچا کرتی تھی مگر کوئی تاریخ اس کی قرار واقعی تاریخ نہیں بتلاتی بعض مؤرخ یہ لکھتے ہیں کہ تعین سالانہ کی مستقل شرط نہیں تھی جب معاویہ حجاز کے سفر میں آتا تھا تو جہاں عامۃ المسلمین کے ساتھ سلوک ہوتا تھا وہاں فرزند سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ اجمعین کے ساتھ بھی۔ مگر ہم ان مختلف بیانات پر اعتبار نہیں کرتے کیونکہ جو تاریخیں یہ اختلاف بیان کرتی ہیں وہی تاریخیں آخر میں انہیں شرائط کے فیصلہ میں قطعی طور سے یہ لکھتی ہیں کہ معاویہ نے ان شرائط میں سے ایک شرط پر بھی وفا نہیں کی روضۃ الصفا اعثم کوفی ابوالفدا اور طبری کا قول ملاحظہ ہو۔

ابوالفدا کی عبارت یہ ہے:۔ بیت المال کوفہ میں لاکھ درہم تھے وہ امام حسن علیہ السلام کے رفقا کے ہاتھ لگے باقی دارالجرد کا خراج وہ کبھی اہلبیت طاہرین کو نہ دیا۔ ترجمہ ابوالفدا صفحہ ۲۴۳ دہلی۔

ایک انگریزی مورخ **سائمن ڈی آکلی** جس کو جانبین سے اتفاق و اختلاف کی کوئی وجہ نہیں ہے اپنی تاریخ **ہسٹری آف سار اسینس** مطبوعہ لندن کے صفحہ ۴۴۳ میں بحوالہ تاریخ الامین یہی لکھتا ہے کہ معاویہ نے اپنے معاہد میں سے کسی عہد کو بھی پورا نہ کیا۔

اب ہماری اس مطول بحث اور اس مسلسل بیان کو پڑھکر جس کی ابتدا ہم نے اس سرخی سے کی تھی کہ امیر معاویہ نے اپنے شرائط میں سے کسی شرط کو بھی پورا نہیں کیا ہمارے ناظرین اپنی بخوبی تسکین کر لیں گے اور یہ سمجھ لیں گے کہ معاویہ نے اس صلح نامہ کے شرائط سے قطعی انحراف اختیار کیا اور ان شرائط میں سے کسی شرط کو بھی پورا نہ کیا ان کی راستبازی صداقت دیانت اور امانت غرض تمام اخلاقی محاسن اس سے معلوم ہو جاتے ہیں اس لئے جن معاہد کے ساتھ انہوں نے اسلام کی حکومت حاصل کی تھی وہ پوری نہیں کی تو ان کے تمام استحقاق باطل ہو گئے اور ان کو اپنے اثبات دعوے کیلئے کوئی دلیل باقی نہیں رہی۔

اگرچہ ہم نے اس بحث کے متعلق ضرورت سے زائد طوالت سے کام لیا ہے کیونکہ ہمارے مدعائے بیان کے لئے صرف ان تاریخوں کی یہ آخری رائے لکھ دینا کافی تھی جس کو ہم ابھی ابھی اپنی بحث کے آخر حصہ میں لکھ آئے ہیں مگر ہم نے اپنے اختصار کو اپنی کتاب کے ناظرین کے اطمینان کے لئے کامل طور سے کافی نہ سمجھا اور اسی وجہ سے تمام واقعات کو پوری تفصیل کے ساتھ لکھنے کے لئے مجبور بھی ہوئی۔

بہرحال صلح نامہ کے متعلق تمام حالات کو لکھ کر اب ہم اپنی تالیف کے قدیم سلسلہ پر آجاتے ہیں اور پر بیان ہوا ہے کہ جناب امام حسن المجتبیٰ علیہ السلام کی عزلت نشینی کے واقعات کے نشان ملنے دشوار ہیں کیونکہ تاریخ وسیر کی کتابوں میں واقعہ صلح نامہ کے بعد آپ کی وفات کے حالات کے سوا اور دوسرے واقعات نہیں ملتے یا دو چار واقعات جو ملتے ہیں وہ اخلاقی مضامین سے متعلق ہیں اس میں تاریخوں کی مجبوری درست ہے کیونکہ جب تک خلافت سے سروکار رہا اس وقت تک تالیفات سے آپ کے حالات لکھتے گئے اور جب سے آپ نے قطعی دست برداری اختیار فرمائی تو آپ کے حالات پر پردہ پڑتا گیا اس وجہ سے آپ کے اس دہ سالہ حالات کا سُراغ لگانا ایک سیرت نویس کے لئے ضرور دشوار ہے۔

اور پر ہم نے آپ کی عزلت نشینی اور خانہ نشینی کے روزانہ مشاغل اور فرائض اور طرز معاشرت کی ایک اجمالی صورت ضرور قائم کر دی ہے جس سے ہمارے ناظرین کا پورا اطمینان ہو جائے۔

امام حسن علیہ السلام کی وفات کے حالات

امام حسن علیہ السلام نے دس برس کی مدت حیات صلح نامہ کے بعد معاویہ کی ظالمانہ حکومت کے زمانے میں کاٹی ان کی خودغرضی نے جو اندھیر تمام ملک میں مچا رکھا تھا وہ آپ اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرما رہے تھے آپ کے شیعوں اور دوستوں کے ساتھ جو سلوک ہوتے تھے وہ آپ اپنی مراۃ العین مشاہدہ فرماتے تھے مگر سوائے اس کے کہ آپ اُن اجل نصیبوں کے افسوسناک حالات اور قیامت خیز واقعات کو ملاحظہ فرمائیں اور صبر اختیار کرکے رہ جائیں اور کیا کر سکتے تھے خصوصاً حجر ابن عدیؓ اور ان کے ہمراہیوں کے قتل کا افسوسناک اور دل ہلا دینے والا واقعہ سُنکر آپ کے قلب نورانی کا کیا عالم تھا اس کا اندازہ ہماری تحریری قوتوں سے ناممکن ہے۔

امام حسن علیہ السلام کی حیات کا یہ عرصہ انہیں انتشار اور اضطراب میں گذرا اور کسی دن آپ کو ان وحشت خیز اور ملال انگیز اخبار و آثار سننے سے فرصت نہ ملی ؎

اک نہ اک خط ہمیں ہر روز کھلا ملتا ہے ۔۔۔ ہوتی ہی جاتی ہے احباب سے دُنیا خالی

اس شخص کے محزون اور مجروح دل کی کیا کیفیت ہو گی جس پر ہر روز مخالفت زمانہ اور مخاصمت حریفانہ کے گہرے گہرے زخم لگتے ہوں گے ان حالتوں پر بھی حریف مقابل کو آپ کی طرف سے پورا اطمینان نہیں۔
اگرچہ امام حسن علیہ السلام کو اس دست برداری اور عزلت نشینی کے زمانہ میں بھی زندگی کا کوئی لطف اور کوئی حظ حاصل نہیں تھا مگر اسپر بھی معاویہ ان کے خیالوں اور ان کی فکروں سے خالی نہیں تھے وہ باوجود ان تجویزوں کے یہ تدبیر بھی سوچتے تھے کہ امام حسن علیہ السلام کی ہلاکت بھی ہو اور ہماری برأت بھی ان کا دلی مقصد یہ تھا کہ کسی حیلہ سے آپ کی شہادت ہو جائے مگر اس کی نسبت میری شرکت کا گمان اور شبہ نہ پھیلنے پاوے چنانچہ امام طبری نے اس مضمون کو اپنی کتاب کی صاف صاف عبارت میں لکھدیا ہے وہ یہ ہے
چوں حسن علیہ السلام رفت معاویہ در تدبیر ہلاک او ایستادتا او را بچہ روہلاک کندتا مردمان ندانند کہ او را ہلاک کردہ ایست تاریخ طبری جلد چہارم ص ۶۰۴
امیر صاحب کی جو تجویزیں ہوتی ہیں دنیا سے نرالی کہیں آجتک خون ناحق بھی چھپا ہے پھر کس کا خون جو فرزند سید المرسلین اور حجۃ اللہ فی العالمین ہو سلام اللہ علیہم اجمعین۔
غرض امیر صاحب چھپانے کی جتنی اور جیسی فکریں کرتے گئے اتنے ہی ان کے معاصی اور معائب طشت از بام ہوتے گئے اپنی برأت کی تدبیروں میں سوچے تو یہ کہ کسی قریب اور عزیز کے ذریعہ سے ان کی شہادت کی ترکیبیں عمل میں لائی جائیں اہلبیت کرام علیہم السلام کے طبقہ سے ایسی بے وفائی کی مطلق اُمید رکھنا تو معاویہ ہی کا عقیدہ ہو گا ہم کیا کسی اہل اسلام کا ایسا گمان کرنا اس کے کفر کی دلیل ہے مگر جعدہ بنت الاشعث جوان دنوں حضرت امام حسن علیہ السلام کے عقد نکاح میں تھی اس کے لئے تجویز کی گئی جعدہ کا سلسلۂ عداوت بھی ملاحظہ ہو۔
جعدہ کا باپ اشعث ابن قیس حضرت ابی بکر کے سالے تھے ان کی عداوت و نفاق کی تفصیل اس کتاب کی جلد اول معارک صفین کے حالات میں دیکھی جائے۔
ملا مجلسی علیہ الرحمہ کا قول ہے کہ اشعث امیر المومنین علیہ السلام کے خون ناحق میں شامل اور بشہادت جناب محمد صادق صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم شقی ترین اولین و آخرین میں داخل تھا ان کے صاحبزادے محمد برعکس نہند نام زنگی کافور بمصداق الولد سر لابیہ جناب امام حسین علیہ السلام کے قاتل چنانچہ جس اخیر ضرب شمشیر سے آپ تیورا کر فرش زین سے فرش زمین پر تشریف لائے وہ اسی بدبخت کے ہاتھوں کی صفائی تھی۔ جلاء العیون جلد ۱ ص ۲۸۷
خوب یاد آیا ملا رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے حال میں کچھ تھوڑا سا ان کے مظالم کا سلسلہ چھوڑ دیا ہے وہ ہم پورا کئے دیتے ہیں معرکۂ کربلا کے قبل یہی محمد بن اشعث تھے جنہوں نے حضرت مسلمؑ ابن عقیل کو اس عالم غربت میں اپنے غلام سیاہ رو کی سراغ رسانی پر طوعہ رحمہا کے گھر میں سو سواروں کی دوڑ لے جا کر

جا گھیرا اور اس مظلوم کو زخموں سے معذور اور ہر طرف سے مجبور کر کے گنا ہگاروں کی طرح مشکیں باندھ کر عبد اللہ ابن زیاد کے سامنے ڈال دیا۔

بہر حال جعدہ ایسے باپ کی بیٹی اور ایسے بھائی کی بہن تھی پھر ان کے دل میں امام حسن علیہ السلام یا اہلبیت کرام علیہم وعلٰے ابنا ہم سلام کی کیا محبت ہوگی اور ان سے ان کی ہمدردی کی کیا آمید ہو سکتی ہے۔

امیر صاحب جو توڑ جوڑ کے آدمی تھے وہ دنیا جانتی ہے انہوں نے مروان الحکم کے ذریعہ سے جو ان دنوں مدینہ کا عامل تھا جعدہ بنت الاشعث کی سازش کی ٹکر لگائی اور اس بد بخت کو اس وعدہ پر آمادہ کیا کہ جب تو امام حسن علیہ السلام کی شہادت کی ترکیبوں کو عمل میں لا چکے گی تو ہم تیرا نکاح اپنے ولی عہد یزید کے ساتھ کرا دیں گے وہ ایمان فروش اس کے فریب میں آگئی اور ظاہری ثروت و اقتدار کی فریفتہ ہو کر فرزند رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہلاکت کا باعث ہوئی اور دو یا تین بار جناب امام حسن المجتبےٰ علیہ السلام کو مختلف طریقوں سے زہر دیا مگر چونکہ سمیت کا اثر نہایت کم ہوا اس لئے طبیعت نے اس کا ازالہ آپ ہی کر لیا اور آنحضرت کو صحت ہوگئی معاویہ کو ان کیفیتوں کا تو روزانہ کچا چٹھا پہنچا کرتا تھا جعدہ کے دوبارہ نا کامیاب رہنے کی حقیقت معلوم کر کے انہوں نے اب کی بار وہ سریع التاثیر سم قاتل جو روم سے منگوایا تھا مروان کے ذریعہ سے جعدہ کے پاس بھجوایا اور جعدہ سے سابق وعدوں میں دو تین اور تازہ ہدیوں کا اضافہ فرمایا چنانچہ طبری کے مطابق وہ وعدے یہ تھے دو ہزار دینار روس پارچہ زرین سواد کوفہ کا زیت (خوشبودار روغن)

جعدہ ان سب چیزوں کو پا کر اپنے کام میں مصروف ہوئی اور موقع پا کر وہ شربت سم آلودہ امام حسن علیہ السلام کے پینے والے برتن میں سب کا سب ملا دیا رات کا وقت تھا امام علیہ السلام سو نے سے اُٹھے پیاس معلوم ہوئی اور ایکبارگی وہی زہر آلود پانی پی گئے جس کے ایک گھونٹ نے گلوئے مبارک سے اُترتے ہی فرزند رسولؐ اور جگر بند بتولؑ روحنا لہ الفدا کے جگر مبارک کے ایک ٹکڑے کے سو ٹکڑے کر دیئے ابو الفدا ص ۴۴۴ طبری جلد چہارم ص ۶۰۵

اس عزلت نشینی کے زمانے ہی میں جیسا ہم اوپر لکھ آئے ہیں آپ کو دوبارہ زہر دیا گیا تھا۔ طبری امام حسن علیہ السلام سے خود نقل کرتے ہیں کہ تیسری جس میں آپ کی رحلت واقع ہوئی لوگوں نے اس زہر کی نسبت آپ سے استفسار کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ سقیت السم مرتین و ھذہ الثالثہ

یہ تمام سازشیں مروان کے ذریعہ سے عمل میں لائی گئی تھیں جب جعدہ حسب الوعدہ شام میں پہنچی تو معاویہ نے اس کی طرف کوئی اعتنا نہیں کی انتظار لمبا رہنے کے بعد جب اس نے امیر صاحب سے ان کے وعدوں کی نسبت زیادہ اصرار کیا تو جواب ملا کہ جب تو نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے

یکتا اور مقدس شوہر کو جو سبط رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے کچھ نہ سمجھا اور ان کی ہلاکت کا باعث ہوئی تو میں یا میرا بیٹا یزید تجھ سے منتفع ہونے کی کیا اُمید رکھ سکتا ہے اتنا کہکر معاویہ نے اس کے قتل کا حکم دیا اور وہ شہر دمشق میں قتل کر دی گئی تاریخ طبری جلد چہارم ص ۶۰۷

کفایۃ الطالب کے معتبر مولف لکھتے ہیں کہ "قتادہ ابن اثیر امام حسن علیہ السلام کی علالت کی خبر سُنکر عیادت کی غرض سے (تشریف لائے) حاضر خدمت ہوئے ان کا بیان ہے کہ میں نے اس حالت میں جناب امام حسن علیہ السلام کو پایا کہ آپ کے سامنے طشت رکھا تھا اور آپ جگر مبارک کے ٹکڑے اس میں اُگل رہے تھے جس زہر ہلاہل کی یہ قاتل تاثیر ہو اس سے انسان کی غریب جان سکے بچنے کی اُمید کی جا سکتی ہے؟ اور اس سے جانبر ہونے کی کیا توقع ہو سکتی ہے امام حسن علیہ السلام نے کامل تین روز اسی اضطراب میں کاٹے جس روز آپ کی وفات واقع ہوئی اسی دن آپ نے حاضرین کے مجمع میں ذیل کی وصیتیں جو آپ کے منصب امامت کے لئے نہایت ضروری تھیں ادا فرمائیں جن کو ترجمہ جلاء العیون سے باسناد کتاب کفایۃ الطالب لکھتے ہیں:-

جناب امام حسن علیہ السلام نے اپنی آخری وصیت کی ابتدا یوں فرمائی کہ میں نے سُنا ہے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے کہ بعد آنحضرت بارہ خلیفہ ہونگے اور یہ سب تیغ یا زہر سے شہید ہونگے پس طشت سامنے سے اُٹھایا گیا اور حضرت گریاں ہوئے جنادہ ابن اُمیہ کا بیان ہے کہ میں نے پھر آپ کی خدمت میں موعظہ کے لئے استدعا کی تو آپ نے پھر وہیں سے اپنی تقریر کا سلسلہ اُٹھایا جہاں سے ختم کیا تھا اور ارشاد فرمایا کہ سفر آخرت پر مہیا رہو اور توشہ سفر قبل اجل پہنچنے کی تحصیل کرو اور واضح ہو کہ تم دُنیا کو طلب کرتے ہو اور موت تم کو طلب کرتی ہے اس روز کے اندوہ سے باز رہو جس روز تم نہ ہو اور وہ پیش نہیں آیا ہے واضح ہو کہ جو کچھ مال اپنی قوت سے زیادہ تحصیل کرو گے اس میں تمہارا حصہ نہ ہوگا بلکہ اس کا دوسرا خزانہ دار ہوگا واضح ہو کہ حلال دنیا میں حساب اور حرام دنیا میں عذاب ہے اور مرتکب شبہات دنیا ہونا موجب عتاب ہے پس دُنیا کو اپنے نزدیک بمنزلہ مُردہ جانور کے جانو اور اس سے نہ لو مگر جس قدر تم کو کافی ہو اگر حلال ہوگا اس میں زہد ہوگا اور اگر حرام ہوگا گناہ ہوگا اور وبال ہوگا دنیا میں ایسا کام نہ کرو کہ گویا ہمیشہ یہیں رہنا ہے اور آخرت کے لئے ایسا کام کرو کہ گویا کل ہی مر جاؤ گے اگر چاہو بے قوم و قبیلہ عزیز رہو اور بغیر سلطنت و حکومت کے باہیبت رہو پس معصیت خدا سے بسوئے خدا متوجہ ہو اور جب کوئی حاجت پیش آئے اور مضطرب ہو کہ لوگوں سے مشورت اور مصاحبت کرو تو ایسے شخص کی مصاحبت (ہمراہی) اختیار کرو کہ اس کی مصاحبت تمہاری زینت ہو اگر تم اس کی خدمت کرو وہ تمہاری حفاظت کرے اگر اس سے یاوری چاہو یاوری کرے اگر تم کوئی بات کرو وہ تصدیق کرے اگر دشمن پر حملہ کرو وہ تمہاری تقویت کرے اگر تم ملتجی ہو وہ اپنے ہاتھ احسان کے ساتھ دراز

کرے اگر تمہارے احوال میں کوئی رخنہ ظاہر ہو وہ اس کا انسداد کرے اگر تم سے نیکی دیکھے انہیں شمار کرے اور ظاہر کرے اگر اس سے سوال کرو وہ عطا کرے اور ساکت رہو اور سوال نہ کرو تو وہ خود ابتدا کرے اور اس پہ کوئی بلا وارد ہو تو تم بھی ملول رہو لازم ہے کہ اس سے تم کو مصیبتیں نہ پہنچیں اور اس کی وجہ سے تم پہ بلائیں نہ وارد ہوں اور جب حقوق ضرور درپیش ہوں تم کو نہ چھوڑے اگر کسی تقسیم میں باہم نزاع کرو تو تم کو اپنے اوپر اختیار کرے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت امام حسن المجتبیٰ علیہ السلام کا سلسلۂ بیان یہاں تک پہنچا تو آپ کے تنفس کا انتظام بگڑ گیا اور صدائے مبارک منقطع ہو گئی چہرہ کا رنگ بھی متغیر ہو گیا یہ حالت مشاہدہ فرما کر جناب امام حسین علیہ السلام نے بہمراہی اسود ابن الاسود آپ کے سر مبارک کو اپنے آغوش میں لے لیا اور اپنے برادر بزرگوار کی آنکھوں کے درمیان اپنی محبت و الفت کے غیر متحمل تقاضے سے بوسہ لیا جناب امام حسن علیہ السلام نے اپنے بھائی کو ایسے جوش محبت میں بے اختیار پا کر آنکھیں کھول دیں اور وہ تمام راز جو خدا کی جانب سے آپ کی ذات کے ساتھ مخصوص ودیعت ہوئے تھے جناب امام حسین علیہ السلام کے سپرد فرمائے اسیطرح جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنی رحلت کے وقت جناب امیر علیہ السلام کو بکمال رازداری اپنی خاص چادر میں لے کر امامت کے تمام راز سپرد فرمائے تھے ابن الاسود کا بیان ہے کہ ان رازوں کے بتانے کے بعد ہی آپ کے جسم مطہر سے آثار مرگ ظاہر ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد روح مقدس نے عالم قدس کیطرف انتقال فرمایا کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام جلاء العیون ص ۲۹۳

جناب امام حسن علیہ السلام کی آنکھ بند ہوتے ہی اہلبیت علیہم السلام کے گھر میں کہرام مچ گیا جناب امام حسین علیہ السلام نے اس بیقراری اور گریہ و زاری کی موجودہ حالتوں میں اپنے مظلوم اور مسموم بھائی کے جسد مبارک کی اخیر خدمتوں سے فراغت پا کر جنازہ تیار کر دیا اور نماز جنازہ پڑھ کر آپ کی نعش مطہر روضۂ رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لے چلے۔

روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے روضۂ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ میں دفن ہونے کے لئے مخصوص وصیت بھی فرمائی تھی چنانچہ علامہ ابن اثیر اسد الغابہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

فلما اشتد مرضہ قال لاخیہ الحسین علیہ السلام یا اخی سقیت السم ثلث مرات ولم اسق مثل ھذہ انی لاضع کبدی قال الحسین علیہ السلام من سقاک یا اخی قال ما سوالک عن ھذا اترید ان تقاتلھم اکلھم الی اللہ عز وجل ولما حضرتہ الوفاۃ ارسل الی العائشۃ یطلب منھا ان یدفن مع النبی صلے اللہ علیہ والہ وسلم فاجابتہ الی ذالک فقال لاخیہ اذا انا مت فاطلب الی عائشۃ ان ادفن مع النبی صلے اللہ علیہ

وآلہ وسلم فاجابتہ الیٰ ذالک فقال لاخیہ اذا انا مت فاطلب الی عائشہ ان ادفن مع النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فلقد کنت طلبت منہا فاجابت لی ذالک فلعلہا تستحیی منی فان اذنت فادفنی فی بقیع الغرقد جب جناب امام حسن علیہ السلام کے مرض میں شدت ہوئی تو آپ نے اپنے بھائی جناب امام حسین علیہ السلام سے فرمایا اے بھائی مجھ کو تین دفعہ زہر دیا گیا لیکن کبھی ایسا زہر نہیں دیا گیا میرا جگر کٹ کر گر گیا ہے جناب امام حسین علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ کو کس نے زہر دیا ہے آپ نے فرمایا تم کیوں پوچھتے ہو کیا آپ کا ان سے لڑنے کا ارادہ ہے پس ان کو خدا کے سپرد کرتا ہوں جب جناب امام علیہ السلام کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو عائشہ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ مجھ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دفن ہونے کی اجازت دیں عائشہ نے اس کو منظور کیا امام حسن علیہ السلام اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام سے کہنے لگے جب ہمارا انتقال ہو جائے تو آپ عائشہ سے دفن کرنے کی نسبت کہلا بھیجیں انہوں نے مجھ سے شاید بوجہ حیا اقرار کر لیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دفن کرنے کے لئے مجھ کو (اجازت) جگہ دیجائے پس اگر وہ اجازت دیدیں تو مجھ کو جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دفن کرنا لیکن میرا خیال یہ ہے کہ بنی اُمیہ کی قوم آپ کو میرے وہاں دفن کرنے سے مانع ہوگی پس آپ ان سے نہ جھگڑیں اور مجھ کو بقیع غرقد میں دفن کر دیں۔

بہرحال امام حسن علیہ السلام کا یہ خیال ضرور تھا کہ مجھ کو اپنے جدّ بزرگوار کا جوار نصیب ہو جیسا ہم اوپر اسکے الفاظ کی عبارت سے لکھ آئے امام حسین علیہ السلام حسب الوصیت اپنے مسموم اور مرحوم بھائی کے جنازہ کو اُٹھا کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ منورہ کی طرف لے چلے۔

یہ صحیح واقعہ ہے کہ جو کثرت الناس جوش رقت اور حُسن مشایعت حضرت امام حسن علیہ السلام کے جنازہ کے ساتھ تھی ویسی عرب میں نہ اس سے قبل اور نہ اس کے بعد آج تک ہوئی جن لوگوں نے عرب کی تاریخیں پڑھی ہیں وہ جانتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاش مبارک پر جتنے لوگوں نے نماز پڑھی اور جتنے لوگ شریک ہوئے وہ سب کو معلوم ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی تجہیز و تکفین سے لے کر آپ کی تدفین تک کے سارے سامان آپ کی وصیت کے مطابق سوتی رات کی تنہائی میں انجام دیئے گئے جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام کا جنازہ کوفہ میں اُٹھایا گیا فرقۂ خوارج اور بنی اُمیہ کی بے ادبیوں کے خیال سے آپ کا مدفن مبارک بھی عام طور سے پوشیدہ رکھا گیا حقیقت مشایعت تو یہیں سے معلوم ہو گئی۔

یہاں تک تو جنازے جناب امام حسن علیہ السلام کی وفات سے پہلے اُٹھے تھے اب ان کے بعد جنازوں کے حالات لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے عیاں راچہ بیاں امام حسین علیہ السلام کے جنازہ کی جیسی کچھ مشایعت ہوئی وہ ظاہر ہے پھر ان کے بعد اور نو آئمہ طاہرین علیہم السلام کی زندگی میں زمانہ کیا قلدر کرتا تھا جو مرنے

کے بعد کرنا اسی ایک فقرہ سے سمجھ لینا چاہیئے کہ ان غریب مظلوموں کے جنازہ کی مشایعت میں کون ایسا ہمدرد اور موافق موجود ثابت ہوتا ہے جو اپنی طرف سے اہتمام کرتا اس وجہ سے جناب امام حسن علیہ السلام کے جنازہ کی نسبت یہ خاص شہرت نہایت صحیح ہے۔

بہرحال ہم اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں جنازۂ امام حسن علیہ السلام ابھی روضۂ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچنے بھی نہیں پایا تھا کہ اُم المومنین عائشہ بہمراہی بنی اُمیہ سدّراہ ہوکر دفن سے مانع ہوئیں اس ممانعت کے ظاہر ہوتے ہی ہمراہیان جنازہ کے رگ وپے میں ایک فوری پُرجوشی پھیل گئی خصوصًا بنی ہاشم کی مشہور تلواریں نیاموں سے آنکل وہ آنکل باہر نکل آئیں اور قریب تھا کہ بہت خونریزی واقع ہو اسی اثنا میں محمد ابن حنفیہ اور نیز عبداللہ ابن عباسؓ اور اُم المومنین عائشہ سے نزاع لفظی ہوگئی۔

جناب عبداللہ ابن عباس نے اس کی یادگار میں (واقعہ کے وقت یا اس کے بعد) دو شعر بھی منظوم فرمائے اہل تاریخ نے اکثر اس شعر کے مفہوم کو لکھا ہے مگر اصل شعر نہیں لکھے ہم ان اشعار کو لسان الواعظین کے اسناد سے ذیل میں مع اس کے ترجمہ کے لکھتے ہیں۔

تجمّلت تبغّلت ولو عشت تفیّلت	لك الثمن من التسع وللکلّ تصرّفت

آپ اونٹ پر سوار ہو چکیں (جنگ جمل) اور خچر پر بھی سوار ہو چکیں (واقعہ موجودہ) اور اگر اس سے زیادہ زندہ رہیں تو ہاتھی پر اب کی دفعہ سوار ہو جائے گا نو حصّوں میں آپ کا آٹھواں حصہ ہوتا ہے مگر تمام آپ کل پر تصرف فرماتی ہیں۔

غرض جانبین میں بات بہت بڑھ چلی تھی اور ہمراہیان اُم المومنین کی طرف سے تیر بارانی بھی شروع ہوگئی تھی بلکہ امام مظلوم کے جنازہ میں کئی تیر بھی پیوست ہوگئے تھے بنی ہاشم پر اُم المومنین کا یہ دوسرا حملہ تھا مگر پہلے سے فرق اتنا ہے کہ اول حملہ زندوں کے مقابلے میں تھا اور یہ مردوں کے ساتھ۔

امام حسین علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار کی وصیت کے مطابق (جیسا کہ ابھی اسد الغابہ کی عبارت سے لکھی گئی) اور لاش مطہر کی حرمت کے لحاظ سے بنی ہاشم کے بڑھتے ہوئے غیظ وغضب کو فورًا سنبھال لیا اور اُن کو اپنے مسموم اور مرحوم بھائی کی آخری وصیتیں یاد دلا کر خونریزی کے ارادوں سے باز رکھا بھائی کے جنازہ کو جنت البقیع میں واپس لائے اور اپنی مادر گرامی کے پہلو میں دفن فرمایا۔

اب ہم اپنے بیان کی تصدیق میں تاریخ کی اصلی شہادتیں ذیل میں مندرج کرتے ہیں صاحب روضۃ الصفا کی یہ تحریر ہے:-

پس برائے او (امام حسن علیہ السلام) گورے کندید ند ہم پہلوئے گور جناب پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و بر جنازہ نہادہ بیاوردند کہ بگور کنند کہ حضرت عائشہ آگاہ شد بیامد و بر استرے نشستہ و رہا نکردش کہ آں لاشں در گور کنند و مردمان مدینہ بر عائشہ بشوریدند کہ نیکو نمی کنی یک روز بر شتر ہمی جنگ کنی و

دیگر بعد براستر از بہر جنازہ منازعت می نمائی ورہ نمی دہی کہ نبیرۂ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ را بگور کنند ہر چند کہ گفتند عائشہ رہا نکرد کہ اورا بگور کنند و مروان بدو گروہ شدند گروہیکہ شیعت عائشہ بود تیر انداختن گرفتند تا جنازہ امام حسن علیہ السلام پُر تیر گشت پس امام حسن علیہ السلام را بہ بقیع غرقد بگور کردند و کسان حسن علیہ السلام آں روز را یوم البغل خواندند چنانکہ حرب بصرہ را یوم الجمل خوانده بودند۔

طبری جلد چہارم ص ۶۰۵

صاحب روضۃ الصفا نے بھی طبری کے مُطابق بالکل یہی مضمون اس واقعہ کی تفصیل درج فرمائے ہیں جس کو ہم ان کی اصلی عبارت کے ساتھ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

در بعضی روایات آمدہ است کہ جہت امیر المومنین حسن علیہ السلام قبرے را نزدیک بقبر جناب رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کندند و جنازہ را بر سر قبر نہادند و قبل از دفن عائشہ بر ایں معنی وقوف یافتہ براسترے سوار شدہ باں موقع رفت و بہ منع مشغول گشت شیعہ علی علیہ السلام بنیاد بہ غوغا کردہ گفتند اے عائشہ روزے بہ شتر نشستہ محاربت می کنی و روزے بر استر سوار شدہ بر سر جنازہ نبیرۂ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم منازعت آغاز می نمائی و نگذاری کہ اورا دفن کنند و چندانکہ سعی نمودند مفید نیفتاد و مردم بدو فرقہ متفرق شدہ بجانب دیگر تیر انداختند چند تیر بجنازہ رسید آنگاہ جناب امام حسین علیہ السلام بنا بر وصیتے کہ سابقاً مرقوم گشت جنازہ بہ بقیع بُردند روضۃ الصفا جلد سوم ص ۱۸ . اعثم کوفی کے مستند مولف نے بھی قریب قریب یہی عبارت اس واقعہ کی تفصیل میں درج فرمائی ہے اور کتاب المعارف ابن قتیبہ بھی با ختلاف الفاظ یہی مضامین لکھے ہیں۔ تاریخ الاسلام مطبوعہ گورکھپور کے ہمعصر مولف مولوی محمد احسان اللہ عباسی وکیل عدالت گورکھپور نے بھی اس واقعہ کو زمانہ موجودہ کی گہری تحقیق کے بعد مندرجہ فرمایا ہے۔

بعض تاریخوں نے یہ لکھا ہے کہ اُم المومنین نے پہلے اجازت دیدی تھی پھر پیچھے بنی اُمیہ کے محض اشتعال اور تحریک سے جن میں سعید ابن العاص اور مروان الحکم کے نام خصوصیت کے ساتھ تبلائے جاتے ہیں منع فرمایا اور بعض روائتیں اُم المومنین کی صاف صاف اجازت دکھلاتی ہیں اور امتناع کو بنی اُمیہ کا قصور تبلاتی ہیں۔

اس کی نسبت یہ اختلاف ہم کو صاف صاف تبلا رہے ہیں کہ اس صحیح واقعہ پر صرف روایت کے رنگ برنگ غلاف ضرور چڑھائے گئے ہیں ورنہ نفس واقعہ کی صحت و صداقت میں کسی کو کلام نہیں ہے اور اگر اس واقعہ کی حقیقت میں کچھ اصل ہی نہ ہوتی تو مورخین کی جماعت کی جماعت نے پھر اس کے وجود ہی سے اپنا قطعی انکار ظاہر کیا ہوتا اور اس کا ذکر ہی نہ کیا ہوتا مگر پورے واقعہ کو لکھکر پھر اُسپر لوگوں کی رائے اور قیاس سے اس کی تردید کی طرف کوشش کرنا اور خصوصاً اس فرقہ کے اقوال سے استدلال کرنا جس کو لازم کی

ہمدردی اور رعایت کرنے کا پورا استحقاق حاصل ہو محض بیکار اور فضول ہے جو ہرگز اعتبار کے قابل نہیں
اُم المومنین کا اس وقت تک روضہ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پورا تعلق ثابت ہے اگرچہ وہ جائز
طور سے اس کی مستحق ہوں یا نہوں جن لوگوں نے اسلامی تاریخیں دیکھی ہیں وہ جانتے ہیں کہ خلیفۂ اول کے
روضۂ پیغمبرؐ میں دفن کئے جانے کے بعد حضرت عمر نے بھی اپنے دفن کے واسطے انہیں سے یعنی عائشہ سے اجازت
مانگی تھی تو اس سے ظاہر ہوا کہ خلافت کو اس معاملہ میں کوئی دخل پہلے سے نہیں تھا اس لئے بنی اُمیہ کے
امتناع کو خلافت کے اختیاروں پر اعتبار کر کے اس کا باعث بتلانا بنی ہوئی بات اور گھڑا ہوا فقرہ ہے
اور کچھ بھی نہیں اس کے بعد دوسری روایت کی ظاہری عبارت کہ اُم المومنین نے اجازت دی تھی مگر بنی
اُمیہ نے خود اس میں دخل اندازی کر کے خود بھی مانع ہوئے اور اُم المومنین کے بھی ملزم بنانے کے باعث
ہوئے مگر یہ بھی وہم باطل اور تحصیل حاصل ہے جسپر کوئی ذی فہم کبھی اعتبار اور اعتماد نہیں کر سکتا کہ اگر مخالفت
علی علیہ السلام اور بنی ہاشم کے اعتبار سے ان مظالم کی تخصیص فرقہ بنی اُمیہ کے سر تھوپی جاتی ہے تو زمانے
کے واقعات کو تحقیق کے ساتھ دیکھنے والے اُم المومنین عائشہ کے دامن کو کب اس الزام سے پاک وصاف
پائیں گے بلکہ وہ جانتے ہیں کہ معاویہ ابن ابوسفیان سے پہلے جو بنی اُمیہ کے سلطان تھے اُم المومنین ہی نے
مخالفت علی علیہ السلام گھر سے باہر قدم نکالا ہے اور حجاز سے لے کر عراق تک تمام بلاد اسلامی میں ہل
چل ڈال دی اور ایسے ایسے افسوسناک اور عبرت خیز واقعات پیش آئے جو تمام دیکھنے والوں کے لئے
بہت بڑی عبرت اور حسرت کے باعث ہوئے اور ان تمام خصومتوں کا شرمناک نتیجہ آخر میں جو نکلا اسکو
جنگ جمل کی شکست کی صورتوں میں جناب اُم المومنین نے براء العین خود مشاہدہ فرمایا۔

ان اختلاف سے اُم المومنین کی برأت صاف نہیں ہوتی بہرحال نفس واقعہ میں کوئی کلام نہیں اور وہ کسی
طرح غیر معتبر نہیں سمجھا جاتا اور الزام سے جانبین خالی نہیں سمجھے جاتے اگر اُسپر اصرار کرنے والے حضرات
بنی اُمیہ تھے تو ان کی تجویز اُم المومنین کی مشورت سے ہرگز خالی نہیں تھی۔

یہ تو اُم المومنین کے مویدین کی بحث تھی جو تھوڑی دیر کے لئے ہمارے سلسلۂ بیان میں حائل ہوگئی اور ہمکو
تھوڑی دیر کے لئے اپنے قدیم سلسلہ کو چھوڑنا پڑا انہیں حضرات کی مانند دو چار امیر معاویہ کے مقلدین اور
بنی اُمیہ کے معتقدین ہمارے زمانے میں پیدا ہوئے ہیں ان کی خام تحقیقات کا یہ دعوےٰ اور ان کے باطل
زعم کی یہ کوشش ہے کہ وہ امام حسن علیہ السلام کے خون کو ایک سرے سے معاویہ کی گردن سے چھڑا دیں
اور جہاں تک ہوسکے اس واقعہ کا مُنہ کسی دوسری طرف پھیر دیا جائے۔

چنانچہ اسی طائفہ میں مرزا حیرت دہلوی ہیں جو سیرۃ المحمدیہ میں صرف دستاسو والی روایت پر ادھر اُدھر
کے معمولی اعتراض کر کے اس واقعہ کی تضعیف کرتے ہیں اور مروان کے سر معاویہ کا الزام لگاتے ہیں۔
ان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ حقوق اہلبیت علیہم السلام کی پامالی کے لئے جیسے معاویہ ویسے مروان معاویہ کا

فعل عین مروان کی کرتوت اور مروان کا فعل عین معاویہ کی کرتوت سمجھنا چاہیئے ۵ نشانہ ہو نگے ہیں تیر جس کماں سے چلے تا اسلام کے سواد اعظم میں کسی ایک متنفس کو بھی علذ نہیں ہے اور اسلامی دائرہ میں بلا استثناء یہ امر مسلم ہو چکا ہے کہ امام حسن علیہ السلام کے مسموم کئے جانے کی عملی ترکیبیں معاویہ کی سازش سے ہوئی تھیں مرزا حیرت نے روضۃ الصفا سے دستار والی روایت تو آنکھیں بند کر کے لکھ دی مگر زہر سم آلود والی دوسری ترکیب جو فوراً اسی کے بعد درج ہے ٹٹول کر بھی نہ دیکھی اور اسکو ویسا کا ویسا ہی چھوڑ دیا یہ حرکت مولف کی دیانت اور امانت پر شرمناک حملہ کرتی ہے۔

اب ہم امام حسن علیہ السلام کی شہادت کا پورا واقعہ روضۃ الصفا کی اصل عبارت سے ابھی ابھی آپ کے حالات وفات میں لکھ چکے ہیں اس لئے اس کے اعادہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے افسوس ہے کہ اس واقعہ کو مرزا حیرت نے اور تاریخوں کی عبارت سے بھی نہ ملایا سب تاریخیں چھوڑ کر صرف تاریخ طبری جلد چہارم کا صفحہ ۶۰۵ ملاحظہ کر لیں کہ ان کے امام طبری نے دستار والی روایت کے علاوہ اور بھی کوئی روایت لکھی ہے کہ نہیں اور امام صاحب نے بحیثیت مولف ان دونوں میں کس روایت پر اعتبار کیا ہے اور کسکو زیادہ تفصیل سے اپنی تالیف میں درج فرمایا ہے۔

اب اسپر بھی یہ قیاس کر لینا کہ نہیں دستار ہی والی ترکیب عمل میں لائی گئی اور وہ خارج از عقل ہے اس لئے اس واقعہ کی کچھ اصل نہیں تو یہ خیالات شیخ چلیوں کے فضولیات سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے مرزا حیرت تیرہ سو برس کے بعد اس خون ناحق کے مٹانے اور اس کے الزام سے معاویہ کے بچانے کی کیسی کوشش فرماتے ہیں ہم ان کو یقین دلاتے ہیں کہ وہ ان کوششوں میں قیامت تک کامیاب

علامہ سبط ابن جوزی تذکرہ خواص الائمہ میں امتناع عائشہ کی نسبت لکھتے ہیں

وقال ابن سعد عن الواقدی لما احتضر الحسن قال ادفنونی عند ابی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقامت بنو امیۃ ومروان ابن الحکم وسعید بن العاص وکان والیا علی المدینۃ فمنعوہ وقامت بنو ہاشم لتقاتلہم فقال ابو ہریرۃ ارایتم لو مات ابن موسیٰ اما کان یدفن مع ابیہ قال ابن سعد ومنہم ایضا عائشۃ وقالت لا یدفن مع رسول اللہ احد

ابن سعد نے واقدی سے روایت کی ہے کہ جب حالت احتضار حضرت امام حسن علیہ السلام پر طاری ہوئی تو فرمایا آپ نے کہ دفن کرنا مجھ کو میرے باپ کے نزدیک (یعنی رسول اللہ کے پاس) پس ارادہ فرمایا امام حسین علیہ السلام نے کہ دفن کریں امام حسن علیہ السلام کو حجرۂ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لیکن کھڑے ہوئے بنی امیہ اور مروان الحکم اور سعید ابن العاص جو حاکم مدینہ تھا اور رد کا انہوں نے امام حسین علیہ السلام کو اور کھڑے ہوئے بنی ہاشم واسطے قتال کے بنی امیہ سے پس کہا ابو ہریرہ نے کہ

نہیں ہو سکتے کہاں تک وہ واقعات چھپائیں گے اور کہاں تک اپنے ان کی کتابوں کو جلائیں گے معمولی خو تو چھپتا نہیں اس پر وہ خون جو خاص فرزند رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دلبند بتول سلام اللہ علیہا کا ہو اگر مرزا صاحب کو ان تاریخوں پر اعتبار نہیں آتا تو مروج الذہب مسعودی کی عبارت ملاحظ فرمائیں

وذکر ان امراتہ جعدۃ سقیتہ السم وقد کان معاویۃ دس الیہا ان احتلت فی قتل الحسن علیہ السلام وجھزت الیک بمائۃ الف درھم وزوجتک یزید فکان ذالک الذی بعثہا علے سمہ فلما مات ولی لہا المعاویۃ بالمال وارسل الیہا انا یحب حیات یزید ولولا ذالک وفینا لک بلزوجہ

ذکر کرتے ہیں کہ آپ کی بیوی جعدہ نے آپ کو زہر دیا اس میں معاویہ کی سازش تھی کہ اگر تو نے کسی حیلہ سے جناب امام حسن علیہ السلام کو قتل کیا تو میں تجھ کو ایک لاکھ درہم بھیجوں گا اور تیرا نکاح اپنے بیٹے یزید سے کروںگا پس اس فریب سے اس کو جناب امام حسن علیہ السلام کے قتل پر برانگیختہ کیا۔ جناب امام حسن علیہ السلام نے رحلت فرمائی تو امیر معاویہ نے حسب الوعدہ اس کے پاس مال روانہ کر دیا اور کہلا بھیجا کہ میں یزید کی زندگی کا خواہاں ہوں اگر اس کا خوف نہ ہوتا تو میں تیرا نکاح اس کے ساتھ کر دیتا۔

اب مرزا صاحب اور تاریخوں کے مضامین کو اوپر کی عبارت سے ملا لیں ہم امید کرتے ہیں کہ اس کو ملاحظہ فر کر وہ ضرور اپنے دلیل دعوے کو واپس لیں گے اور آئندہ پھر ایسے لغویات اور ظاہر تحریفات پر جرأت نہ کریں گے ؛

حاشیہ بقیہ :- دیکھا تو نے کہ اگر مرتا بیٹا موسیٰ کا تو کیا دفن نہ کیا جاتا اپنے باپ کے ساتھ ابن سعد نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ بھی گروہ مانعین میں سے تھیں اور کہا انہوں نے نہ دفن کیا جائے گا کوئی رسول کے ساتھ۔

تاریخ ابو الفداء میں یہ عبارت تحریر ہے :- وکان الحسنؑ قد اوصی ان یدفن عند جدہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم فلما توفی ارادوا ذالک وکاد یقع بین بنی امیۃ وبنی ہاشم بسبب ذالک فتنۃ فقالت عائشۃ البیت بیتی ولا اذن ان یدفن فیہ فیدفن بالبقیع

امام حسن علیہ السلام نے وصیت فرمائی تھی کہ ہم دفن کئے جائیں اپنے نانا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پس جب وفات پائی تو ارادہ کیا بنی ہاشم نے اس کا اور قریب ہوا کہ درمیان بنی امیہ و بنی ہاشم کے بسبب اس دفن کے فتنہ ہو پس حضرت عائشہ نے کہا کہ مکان میرا ہے اور میں اذن نہ دوں گی کہ وہ دفن کئے جاویں اس میں پس وہ دفن کئے گئے بقیع میں۔

شہادت امام حسن علیہ السلام پر معاویہ کی اظہار مسرت

ہم ان واقعات کو اوپر اس مقام میں لکھ چکے ہیں جہاں ہم نے امیر معاویہ کی ان ضرورتوں کو بیان کیا ہے جسکی وجہ سے معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کے خون ناحق میں نہایت عجلت سے کام لیا اس مقام پر ان تمام واقعات سے قطع نظر کر کے جو ہم نے بیعت یزید کے متعلق معاویہ کی عجلت کے ثبوت میں لکھا ہے صرف ان میں سے تاریخی ثبوت کے انتخاب کو درج کرتے ہیں۔ اور اس تواردو کے لئے ناظرین سے معافی کے خواستگار ہیں۔

حیوٰۃ الحیوان دمیری میں تاریخ ابن خلکان سے یہ عبارت درج ہے :۔ فی الحیوٰۃ الحیوان قال ابن خلکان لما مرض الحسن علیہ السلام کتب مروان الحکم الی معاویہ بذالک وکتب الیہ معاویہ ان اقبل المطالتی لخبر الحسن علیہ السلام فلما بلغ معاویہ موتہ سمع تکبیرۃ من الخضراء فکبرہ اہل شام کذالک التکبیر فقالت فاختہ بنت قریظہ لمعاویہ امر اللہ عنك ما الذی کبرت لاجلہ قال مات الحسن علیہ السلام فقال اعلی موت ابن فاطمۃ سلام اللہ علیہا فکبر فقال ما کبرت شماتۃ ولکن استراح قلبی۔

جب امام حسن علیہ السلام بیمار ہوئے تو مروان نے اس کی اطلاع معاویہ کو لکھ بھیجی معاویہ نے لکھا جب وہ تمام ہو جائیں تو مجھ کو فوراً خبر دینا جب معاویہ کو خبر وفات معلوم ہوئی تو آوازہ تکبیر قصر الخضرا سے بلند ہوئی جس کو سنکر تمام اہل شام نے زور زور سے تکبیریں کہیں اسپر فاختہ بنت قریضہ جو اس وقت معاویہ

ذیل کے علماء باتفاق خود لکھتے ہیں کہ معاویہ کے کہنے سے جعدہ نے امام حسن علیہ السلام کو زہر دیا

استیعاب عبدالبر مکی قال قتادۃ سم الحسن بن علی علیہما السلام سمتہ امرأتہ جعدۃ بنت اشعث ابن قیس الکندی وقال طائفۃ کان ذالك منہا بتدسیس معاویہ الیہا وما بذل لہا فی ذالك وکان لہ ضرائر

قتادہ نے کہا کہ زہر دیا گیا حسن ابن علی علیہما السلام کو اور زہر دیا جعدہ بنت اشعث بنت قیس الکندی نے کہا ہے ایک گروہ نے کہ تھا یہ فعل جعدہ کا معاویہ کے اغوا سے وبسبب اس مال کے جو معاویہ نے جعدہ کو دیا اس امر کے لئے اور امام حسن علیہ السلام کے متعدد ازواج تھیں۔

ربیع الابرار زمخشری کی یہ عبارت ہے وقال ابوعمر جعل معاویۃ لجعدۃ بنت الاشعث امرأۃ الحسن مائۃ الف درہم حتیٰ سمتہ

کہا ابوعمر نے مژدہ مقرر کیا امیر معاویہ نے واسطے جعدہ بنت اشعث زوجہ امام حسن علیہ السلام کو سم

کے پاس موجود تھی کہنے لگی کہ تمہاری تکبیروں کے کہنے کا کیا باعث ہے معاویہ نے کہا امام حسن علیہ السلام نے انتقال کیا فاختہ نے کہا کہ کیا فرزند بتول سلام اللہ علیہا کی موت سُنکر بھی تکبیر کہنی چاہیئے معاویہ نے جواب دیا کہ میں نے شماتت کے خیال سے تکبیر نہیں کہی بلکہ اس خبر سے مجھکو استراحت قلبی محسوس ہوتی ہے اسی واقعہ کو امام طبری نے اپنی تاریخ میں عبداللہ ابن عباس کے اسناد سے یہی لکھا ہے۔

عن الفضل بن عباس قال وقد عبد اللہ ابن عباس علی معاویۃ قال فواللہ انی لفی المسجد اذکبر معاویۃ فی الخضراء وکبر اھل الخضراء ثم کبّر اھل المسجد بتکبر اھل الخضراء فرجت فاختہ بنت قریضہ بن عمر بن نوفل بن عبد مناف من خوخہ لھا فقالت سرّک اللہ یا امیر ما ھذا الذی بلغک فسرت بہ قال موت الحسن علیہ السلام فقالت انا للہ وانا الیہ راجعون ثم بکت وقالت مات سید المسلمین وابن بنت رسول المسلمین فقال معاویۃ نعما واللہ وا للہ ما فعلت انہ کان کذالک اھلا ان یبکی علیہ ثم بلغ الخبر ابن عباس ان الحسن علیہ السلام توفی قال الذالک کبرت قال نعم واللہ ما موتہ بالذی اجلک ولئن اصبنا بہ فقد اصیبت بسید المرسلین و امام المتقین ورسول رب العالمین صلی اللہ علیہ والہ اجمعین فجبر اللہ تعالیٰ تلک المصیبۃ ورفع تلک العبرۃ فقال ویحک یا بن عباس ما علمتک الا وجدتک معدادا

فضل ابن عباس کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن عباس بطریق سفارت معاویہ کے پاس گئے ہوئے وہ ناقل ہیں کہ میں مسجد میں تھا کہ ناگاہ معاویہ نے تکبیر کہی اور قصر خضرا کے سب آدمی تکبیر کہنے لگے اور ان کی آواز سنکر مسجد کے آدمی تکبیر کہنے لگے یہ سُنکر فاختہ بنت قرنیطہ بن عمر بن نوفل بن عبد مناف اپنی کھڑکی سے

بقیہ حاشیہ :- ہزار تک یہاں تک کہ زہر دیا اس نے امام حسن علیہ السلام کو۔

ابوالفدا یہ مذکور ہے توفی الحسن من سم سقتہ امرأتہ جعدۃ بنت الاشعث قیل فعلت ذالک بامر معاویۃ وفات پائی جناب امام حسن علیہ السلام نے اس زہر سے جو پلایا تھا ان کو ان کی زوجہ بنت الاشعث نے کہا گیا ہے کہ یہ فعل جعدہ نے بحکم معاویہ کیا تھا:-

تذکرہ خواص الائمہ علامہ سبط ابن جوزی میں یوں مسطور ہے وقال الشعبی انما دس الی جعدۃ بنت الاشعث معاویۃ فقال سمّی الحسن وازواجک یزید واعطیک مائۃ الف درھم فلما مات الحسن بعثت الی معاویۃ تطلب انجاز الوعد فبعث الیھا بالمال وقال انی احب یزید وارجو حیاتہ ولولا ذالک لزوجتک ایاہ قال الشعبی مصداق ان الحسن کان یقول عند موتہ وقد ابلغہ ما صنع معاویۃ لقد علمت شربتہ وبلغ امنیتہ واللہ لایفی بما وعد ولا یصدق فیما یقول۔

ٹمکلکر کہنے لگی کہ اے امیر خدا تجھ کو خوش رکھے کون ایسی خبر تجھکو لگی ہے جس کی وجہ سے آپ خوش ہوئے ہیں معاویہ نے کہا امام حسن علیہ السلام کے مرنے کی خبر سنکر سے میں خوش ہوا ہوں فاختہ نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون یہ کہکر رونے لگی اور کہنے لگیں کہ افسوس ہے مسلمانوں کا سردار اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند دلبند مرگیا معاویہ نے کہا ہاں قسم ہے وہ اسی کا اہل تھا جو کچھ میں نے کیا ہے اور وہ ہرگز اس کا اہل نہیں تھا کہ کوئی اُسپر روئے یہ خبر عبداللہ ابن عباس تک پہنچی وہ آرام کرکے معاویہ کے پاس پہنچے معاویہ نے کہا اے ابن عباس مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ امام حسن علیہ السلام کا انتقال ہوگیا عبداللہ ابن عباس نے کہا کیا تم نے اسی لئے تکبیر کہی تھی معاویہ نے کہا ہاں ابن عباس نے کہا واللہ اگر وہ مرگئے تو تو بھی باقی نہیں رہے گا اور اگر ہم مرجائیں گے تو سید المرسلین اور رسول رب العالمین سلام اللہ علیہم اجمعین کے پاس پہنچیں گے پس خداوند تعالےٰ ہمارے زخم کی مرہم پٹی کرے گا اور ہمارے آنسو پونچھ جائیں گے معاویہ نے کہا تجھپر افسوس ہے اے ابن عباس میں نے کبھی تجھ سے گفتگو نہیں کی کہ تجھ کو تیار نہ پایا ہو۔

عرب میں یہ دستور تھا کہ جب کوئی حریف اپنے مقابل حریف کی شکست اور اس کے مغلوب کرنے میں کامیاب ہوتا تھا تو انتہائی درجہ کی مسرت کا اظہار کرتا تھا اسلام نے جہاں اور رسم کی ترمیم کی وہاں اس دستور کی بھی مناسب اصلاح اس طرح پر کی کہ جب کوئی اہل اسلام اپنے دشمن پر غالب آتا تھا تو اپنے اظہار مسرت کے خیال سے تکبیر کے متعدد نعرے بلند کرتا تھا غزوات رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مجاہدین کے یہی آئین تھے اور ابھی تک تمام اسلامی قوموں میں اظہار مسرت کے مخصوص اوقات پر اللہ اکبر کہنے کا عام قاعدہ جاری ہے۔

معاویہ کا یہ جوش مسرت تبلا رہا ہے کہ ان کو اپنے دشمن کے خاتمہ پر پوری قدرت اور کامیابی حاصل ہوئی جس کی فکروں میں وہ مدت سے بیچین ہو رہے تھے جناب امام حسن علیہ السلام کی وفات معاویہ کے لئے مفتنمات سے ضرور تھی حقیقت میں یہ واقعہ ان کے لئے کتنی بڑی مسرت کا باعث ہوا جس کے لئے اُنہوں نے

بقیہ حاشیہ:- کہا شعبی نے کہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ پوشیدہ طور سے معاویہ نے جعدہ بنت اشعث کو پیغام دیا کہ تو زہر دے امام حسن علیہ السلام کو میں تیرا نکاح یزید سے کر دوں گا اور تجھکو سو ہزار درہم دوں گا پس جس وقت وفات پائی امام حسن علیہ السلام نے پیغام بھیجا جعدہ نے معاویہ کو ایفائے وعدہ کا پس بھیجا معاویہ نے اس کے پاس مال اور یہ پیغام کہ میں دوست رکھتا ہوں یزید کو اور آرزو رکھتا ہوں اس کی زندگی کی اگر یہ نہوتا تو البتہ تیرا نکاح اس سے کر دیتا اور کہا شعبی نے کہ مصداق اس قول کا یہ ہے کہ تحقیق حسن علیہ السلام فرماتے تھے اپنی موت کے وقت جبکہ معلوم ہوا اُن کو وہ جو معاویہ نے کیا البتہ عمل کیا اس کے شربت نے (یعنی وہ میری ہلاکت کا باعث ہوگیا) اور وہ اپنی اُمید کو پہنچا خدا کی قسم ہے نہ وفا کرے گا اس کو جو وعدہ کیا ہے اس نے اور نہ صادق ہوگا اس میں جس کو وہ کہتا ہے۔

تکبیروں کے بُلند و پر شور نعرے ایسے مارے کہ مجلس کی مجلس اور وہ قصر کا قصر گونج اُٹھا اپنی بے حد مسرتوں کی پُر جوش نمائش میں میر صاحب کو یہ بھی خیال نہیں رہا کہ ہم کو اظہار مسرت کی یہ مراسم ایک غیر مسلم مخالف کے وقوع وفات کیوقت ادا کرنے چاہئیں وہ ہم اس کی شہادت کی خبر سنکر علے الاعلان ادا کر رہے ہیں جو فرزند رسولؐ اور سبط بنت بتولؑ سلام اللہ علیہم ہے۔

اب معاویہ کے دامن سے امام حسن علیہ السلام کے خون کے دھبے چھڑانے والے حضرات جو یہ باتیں بناتے ہیں کہ اس واقعہ سے معاویہ کو کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ ان واقعات کو غور سے ملاحظہ فرما کر اپنی رائیں واپس لے لیں ایسے صریح اور صحیح واقعات کے مقابلے میں حضرت امام حسن المجتبےٰ علیہ السلام کی وفات کا باعث معاویہ کو نہ سمجھنا کسی سمجھدار آدمی کا کام نہیں ہو سکتا علامہ ابوالفدا تو اس مضمون کی نسبت یہاں تک لکھ چکے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام کے مرنے کی خبر سنکر معاویہ نے شکرانے کے سجدہ کئے۔

ہم اس بحث کے متعلق اس وجہ سے کہ ایک امر مسلمہ کو بیکار اُلجھاوے میں ڈال دینا اور تاریخی مضامین کو خواہ مخواہ مناظرے کے پیمانہ پر لانا زیادہ لکھنے کی مطلق ضرورت نہیں دیکھتے یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مروان الحکم ان کی شہادت کا باعث ہوا ایسی ضعیف اور بے اصل دلیل ہے جو ہرگز سماعت کے قابل نہیں اس میں کسی کو کلام نہیں کہ مروان کا اس وقت تک ملک میں کوئی حصّہ نہیں تھا جس کی وجہ سے وہ جناب امام حسن علیہ السلام کے ساتھ مخصوص عداوت رکھتا مگر نہیں مروان کو معاویہ کے صرف تعمیل احکام نے اس واقعہ پر مستعد کر دیا مروان الحکم مدینہ کا امیر تھا امام حسن علیہ السلام وہیں خانہ نشین تھے اس نے مروان کو جیسا لکھا مروان نے ویسی ہی تعمیل کی۔

بقیہ حاشیہ :- **تاریخ حبیب السیر** میں یوں مذکور ہے۔

متون کُتب واخبار جُنیاں اخبار می نماید کہ چوں معاویہ ابن ابی سفیان خاطر برآں قرار داد کہ ولید پلید خود یزید را ولی عہد خود گرداند و می دانست کہ با وجود امام حسن رضی اللہ عنہ ایں امر تمشیت نمی پذیرد و زیرا کہ یکے از شروط صلح آں بود کہ معاویہ در وقت وفات امر خلافت را بشورے گذارد و بہ ہمگی متوجہ ہدم قصر حیات آن مسند نشین ایوان امامت گشت و مروان الحکم را کہ طرید سیّد عالم صلعم بود بمدینہ ارسال نمودہ گفت باید کہ بر تدبیر کہ توانی جعدہ بنت اشعث بن قیس را کہ زوجہ حسن علیہ السلام است فریب دہی۔

روضۃ المناظر میں یہ لکھا ہے: **کان وفاتہ بسم سقتہ زوجتہ جعدۃ بنت الاشعث قیل فعلت ذالک بامر معاویۃ وقیل بامر یزید وکان اوصی ان یدفن عند جدہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فمنعت من ذالک عائشہ** وفات امام حسن علیہ السلام کی اس زہر سے ہوئی جس کو ان کی زوجہ جعدہ بنت اشعث نے انہیں پلایا تھا کہا گیا ہے کہ جعدہ نے اس فعل کو معاویہ کے حکم سے کیا تھا یا یزید کے حکم سے اور وصیت کی تھی امام حسن علیہ السلام نے کہ مجھکو میرے جدّ بزرگوار کے پاس

یہ اُلٹی قدردانی بھی تعریف سے خالی نہیں حقوق معاویہ کے مویدین کو مروان کی اس خیرخواہی کے صلہ میں بہت کچھ انعام واکرام دینا چاہتا تھا نہ کہ اور اُلٹا الزام اپنا سا ما قصود اس کے سر باندھا مروان ہی پر منحصر نہیں ہے ہم نے جہاں تک معاویہ کے حالات کی نسبت تحقیق کی ہے ہم کو یہ امر پورے طور سے ثابت ہوا ہے کہ کسی نے بھی آج تک عام اس سے کہ ان کی خیرخواہیوں میں پسینہ کی جگہ اپنے خون کا دریا نہ بہایا ہو مگر ان کی ذات سے سوائے برائی کے بھلائی کا منہ نہیں دیکھا مالک ابن اشتر کے زہر دینے والے کو کیا ملا آبن اثال خالد ابن ولید کے صاحبزادے کے قاتل نے کیا پایا جعدہ بنت اشعث کو امام حسن علیہ السلام کے قتل کے صلے میں کیا دیا گیا اسیطرح سعید ابن العاص اور مروان الحکم کو اپنی اپنی خدمات کے صلے میں جو نصیب ہوا وہ ابھی ابھی ہم روضۃ الصفا کی عبارت سے اوپر لکھ چکے ہیں۔

تیرہ سو برس کے بعد ہمارے ہمعصر مورخ نے ان کھلے ہوئے معاملات کے چھپانے کے لئے کیوں کوشش فرمائی ہے ان سے قبل ان جیسے ہزاروں نے بڑی بڑی جانفشانیاں کیں اور بہت سر مارے مگر سوائے مٹی خراب ہونے کے خاک ہاتھ نہ آیا آپ کے امیر صاحب نے آپ سے پہلے خود ہی یہ بندوبست کرنا چاہا تھا کہ یہ الزامات ان کے سر نہ آئے مگر کہیں سلف سے آج تک ایسے واقعات بھی چھپائے سے چھپے ہیں اور ایسے الزامات بھی ٹالے سے ٹلے ہیں چنانچہ امام طبری نے اس واقعۂ جانگزا کے ابتدا ہی میں امیر صاحب کی ان چالوں کی نسبت کہکر لکھدیا ہے کہ۔

"معاویہ در تدبیر ہلاک او (امام حسن علیہ السلام) استاد زنا او را بجیدوئے ہلاک کند تا مردمان بدانند کہ او را ہلاک کردہ است" تاریخ طبری جلد چہارم صفحہ ۶۰۲۔

جب لگاتار اس وقت سے اس وقت تک کی کوششیں ان واقعات کو چھپا نہ سکیں اور نہ ان حالات کو صفحہ روزگار سے مٹا سکیں تو ہمارے ہمعصر مورخ کی شمار کس قطار میں ہے۔ جو اصل واقعہ تھا وہ لکھ دیا گیا اب بھی ہمارے مرزا حیرت اس موقع پر اپنے امیر صاحب کی رعایت اور استخفاف معائب کی غرض سے حیرت فرمائیں اور ایسے کثیر الاسناد واقعات سے انکار کردیں تو ان پر اور ان کی خام تحقیقات پر سوائے حسرت اور حیرت کے کیا کہا جا سکتا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

یہ خام خیالی اور بے کورانہ تقلید محض دنیاوی ثروت و اقتدار کے ظاہری اعتبار کے باعث سے قائم ہوئی ہے ورنہ معاویہ میں کوئی ایسے صفات موجود نہیں تھے جن کی وجہ سے ان کی متابعت اور اطاعت لازم ہوتی ان کے تمام حالات ہم پوری تفصیل کے ساتھ اس سلسلہ کی جلد اول میں جمع کر چکے ہیں پھر ان کے لکھنے

بقیہ حاشیہ :- دفن کرنا مگر عائشہ وہاں دفن ہونے سے مانع ہوئیں۔

سیرۃ الاولیا میں امیر خسرو تحریر فرماتے ہیں۔

جعدہ بنت الاشعث الکندی بانگیختہ معاویہ طریقے کہ دست داد امیر المومنین حسن علیہ السلام را زہر داد؛

کی کوئی ضرورت نہیں مگر چونکہ ان کے عادات واطوار اور رفتار وکردار کے متعلق ہم کو تھوڑی سی بحث کرنی ضروری ہے اس لئے ہم ان کے ذاتی حالات کے متعلق ان اخبار وآثار کو نہایت اختصار کے ساتھ ذیل میں درج کرتے ہیں جو اسلام کی عام کتابوں میں مندرج ہیں۔

شیخ عبدالحق صاحب دہلوی مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں۔

محدثان گفتہ اند کہ ثابت نشد در فضل معاویہ ہیچ روایتے،

محدث دہلوی کے علاوہ امام شعیب ابوعبدالرحمن نسائی کا قول ملاحظہ فرمایئے وہ صحیح میں تحریر کرتے ہیں۔ ما اعرف لہ فضلہ الا لا اشبع اللہ فی بطنہ میں معاویہ کی فضیلت بجز اس کے اور کچھ نہیں جانتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا اس کے پیٹ کو نہ بھرے پھر دوسرے مقام میں امام صاحب ان کی نسبت تحریر فرماتے ہیں اما یرضی معاویہ ان یخرج راسا براس فضائل ومناقب سے قطع نظر کرکے کیا معاویہ اسپر راضی نہیں ہے کہ وہ صرف نجات ہی پاجائیں۔

علامہ محمد ابن اسحق اصفہانی وفیات الاعیان امام یافعی اور مراۃ الجنان اور تاریخ ابن خلکان کے اسناد متواتر سے لکھتے ہیں۔ سمعت مشائخنا بمصر یقولون ان ابا عبدالرحمن النسائی فارق مصر فی آخر عمرہ وخرج الی دمشق فسئل عن معاویۃ وما روے من فضلہ فقال اما یرضی معاویۃ ان یخرج راسا براسہ حتے یفضل وفی روایۃ ما اعرف لہ فضیلۃ الا لا اشبع اللہ بطنہ محمد ابن اسحق اصفہانی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے مشائخ سے سُنا ہے کہ امام عبدالرحمن نسائی علیہ الرحمہ اپنی آخر عمر میں مصر سے شہر دمشق چلے گئے تھے جب وہاں لوگوں نے ان سے معاویہ کے فضائل ومناقب کی نسبت پوچھا تو امام صاحب نے جواب دیا کہ کیا امیرمعاویہ اس پر راضی نہیں ہوتے کہ وہ نجات ہی پاجائیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ امام صاحب نے فرمایا مجھے انکی کوئی فضیلت معلوم نہیں سوائے اس کے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے فرمایا کہ خدا ان کے پیٹ کو نہ بھرے۔

سواد اعظم اہلسنت میں ان کی نسبت جو کھلبلی پڑی ہوئی ہے وہ لطف سے خالی نہیں ان کی خلافت اور امارت آج تک گومگو کی غیر منفصل حالت میں ہے چنانچہ اس بحث کو نہایت تفصیل کے ساتھ ہمارے معزز ہمعصر مولانا عبیداللہ صاحب حنفی امرتسری نے اپنی کتاب ارجح المطالب فی عد مناقب جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ۷۰۵ سے کر صفحہ ۷۶۷ تک قریب قریب تیس ورقوں کے لکھا ہے جس میں انہوں نے ان تمام شبہات اور مغالطوں کو نہایت متانت اور کمال وضاحت سے نقل فرمادیا ہے جو اکثر خام تحقیق والے حضرات کو معاویہ کی نسبت ان کے کاتب الوحی۔ خال المومنین مجتہد خطی صحابہ کلہم عدول وغیرہ کی وجہ سے لاحق ہوتے ہیں چونکہ ہم اپنے تاریخی سلسلہ کو مناظرہ کی چاشنی سے زیادہ سخت کرنا نہیں چاہتے اس لئے ہم امیر صاحب کے مؤیدین کی خدمت میں اپنے معزز ہمعصر خواجہ صاحب کی وہ عالمانہ اور منصفانہ

تحریر جس کا حوالہ دیا گیا ہے پیش کر کے یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ اسکو غور سے پڑھکر اپنے خیالوں کی غلطی کی اصلاح فرمالیں اور امیر صاحب کی کورانہ تقلید کے گڑھے میں اوندھے منہ نہ گر پڑیں۔

اب ہم خواجہ صاحب کی مفصل اور مطول عبارت کا ایک مختصر خلاصہ ذیل میں درج کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ معاویہ مسلمان تو تھے مگر مسلمانان الفتح میں داخل اور گروہ مولفۃ القلوب میں شامل چنانچہ امام عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں ھو وابوہ واخوہ من مسلم الفتح وہ اور ان کے باپ اور بھائی فتح مکہ کو مسلمان ہوئے تھے۔ فتح مکہ والے مسلمانوں کا جیسا ایمان ہے وہ سب پر ظاہر ہے ان کا اسلام لانا عین مجبوری اور کمال معذوری اور "انکا بنیا سودا کرے" کی مثال پوری پوری ہے۔

ابن اثیر اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ اور امام عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں قال ابو عمر معاویۃ وابوہ من المولفۃ القلوب تو مولفۃ القلوب کے رسوخ ایمان کی حقیقت میرے کسی بیان کی محتاج نہیں۔
بہرحال کسی نہ کسی طرح صحابہ کا اطلاق اگر ان پر قائم بھی کیا جاوے تو بھی ان کے اعمال ان کے حرکات ان کے کرتوت ایسے گذرے ہیں کہ وہ طبقہ بھی ان سے ایک شرمناک سبق لیتا ہے مگر تاہم ہم یہ دکھلاتے ہیں کہ صرف صحابہ کہلانے ہی سے ان کی بداعمالیاں محاسن سے نہیں بدل سکتیں اور ان کے عذاب ثواب سے متغیر نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ علامہ سعدالدین تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں۔ ما وقع بین الصحابہ من المحاربات والمشاجرات علی الوجہ المسطور والمذکور علی السنۃ الثقات یدل بظاہرہ علی ان بعضھم قد حاد عن طریق الحق وبلغ حد الظلم والفسق وکان الباعث علیہ الحقد والعناد والحسد واللداد وطلب الملک والریاسات والمیل الی اللذات والشہوات اذ لیس کل صحابی معصوما ولا کل من لقی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالخیر موسوما۔ جو محاربات اور منازعات صحابہ سے وقوع میں آئے وہ کتب تواریخ میں مسطور اور ثقہ لوگوں کی زبانوں پر مذکور ہیں بظاہر اس امر پر دال ہیں کہ بعض صحابہ طریق حق سے تجاوز کر کے حد ظلم و فسق تک پہنچ گئے ہیں اور باعث اس کا کینہ۔ عناد۔ حسد۔ شدت خصومت۔ طلب ملک و ریاست اور شہوات نفسانی کی طرف میلان ہے کیونکہ ہر صحابی معصوم اور ہر وہ شخص جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی وہ خیر یعنی نیکی کے ساتھ موسوم نہیں ہوتا

علامہ سعد الملۃ والدین کے اس قول سے تو صحابہ کلہم عدول کا بالکل پردہ اٹھ گیا اور ان کا یہ حکم صحابۂ کرام کے دائرہ کے چاروں طرف گھوم گیا جس میں مہاجرین اولین بدری احدی خندقی اور خیبری غرض ہر طبقہ اور ہر درجہ کے صحابی شامل ہیں تو پھر ان کے مقابلے میں معاویہ کا کیا اعتبار۔ یہ تو غریب فتح مکہ کے بعد والے مسلمانوں میں تھے اور گروہ مولفۃ القلوب میں داخل تھے جب طبقہ اولی کا اعتبار ثابت نہیں ہوتا تو ان کی عصمت کا خدا حافظ ہے یہ تو تمام صحابہ کی ذی اعتباری کی اجمالی کیفیت تھی جس میں معاویہ اور غیر معاویہ سب شامل تھے اب خاص معاویہ کی ذاتی قدر و منزلت علمائے کرام کی نگاہوں میں کہاں تک ثابت

ہوتی ہے وہ بھی ملاحظہ ہو۔
علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں تحریر فرماتے ہیں ومن اعتقاد اہلسنت والجماعت ان ماجری بین معاویۃ وعلی علیہ السلام من الحروب ولم یکن المنازعۃ فی الخلافۃ للاجماع علی حقیتہا لعلی علیہ السلام اہلسنت والجماعت کا اعتقاد ہے کہ جو محاربات معاویہ اور علی علیہ السلام کے مابین واقع ہوئے وہ خلافت کا جھگڑا نہیں تھے کیونکہ علی علیہ السلام کی خلافت پر اجماع ہو چکا تھا۔
اس قول سے امیر صاحب کے افعال کی وقعت کہاں تک ہوتی ہے علامہ عبدالشکور سلمی التمہید فی بیان التوحید میں تحریر کرتے ہیں وقال اھل السنۃ والجماعۃ ان معاویۃ فی حال حیوۃ علی علیہ السلام ومن تابعہ وکانوا مخطئین فی دعوی الامارۃ والبیعۃ باغین فی المقاتلۃ مع علی علیہ السلام اہلسنت والجماعت کہتے ہیں کہ معاویہ اور ان کے پیرو جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کی زندگی میں امارت اور بیعت کے بارے میں خطاوار تھے اور جناب علی علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنے میں باغی تھے۔
لیجئے ایک فشد دو شد خیریت سے ابھی تک تو صرف خطاوار ہی تھے اب باغی بھی ثابت ہوئے ہم علامہ تفتازانی کا ایک دوسرا قول شرح مقاصد سے لکھتے ہیں وہ یہ ہے:
ذھب الکثیرون الی ان اول من بغی فی الاسلام معاویۃ اکثر علما کا مسلک یہ ہے کہ جس شخص نے اسلام میں سب سے پہلے بغاوت کی وہ معاویہ تھے۔
علامہ عبدالشکور اور علامہ تفتازانی کے فتاوے کے مطابق تو امیر صاحب پورے باغی ٹھہر گئے ان حضرات نے جو اہلسنت والجماعت کے سواد اعظم میں تمام مقتدا اور پیشوا تسلیم کئے جاتے ہیں تو بالکل دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا اور امیر صاحب کی رہی سہی وقعت کو خاک میں ملا دیا اہل اسلام میں اب وہ کون ایسا عقل کا اندھا ہوگا جو باغی اور پھر نمبر اول کے باغی کے مطیع رہنے اور اس کی اطاعت و متابعت کو اپنا ایمان سمجھنے کا اقرار کریگا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔
ہم سمجھتے ہیں کہ جو شامت کے مارے جاہل بیچارے اندھی بھیڑوں کی طرح اس کنوئیں میں گر پڑے ہیں اگر انہوں نے کچھ آنکھ کھولکر دیکھا بھالا اور اپنے آپ کو اس چاہ ضلالت سے نکالا تو خیر نہیں تو ان کو سچے اسلام والے ضرور لھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا میں داخل اور آیہ وانی ھدایہ لا ناصر ولا مولا لھم میں شامل کریں گے۔
معاویہ کے حفظ معائب کے لئے اسی جیسا ایک اور جالا تنا جاتا ہے اور ایک اور وہم بیان کیا جاتا ہے وہ خطائے اجتہادی کی شق ہے اگرچہ اس کے متعلق بھی ہم پوری بحث اس سلسلہ کی جلد اول میں لکھ آئے ہیں مگر پھر مناسب مقام اور سلسلہ بیان کے قیام کے لحاظ سے اختصار کے طور پر لکھتے ہیں۔
معاویہ ابن ابی سفیان کی خطائے منکر پر جو خطائے اجتہادی کا اتنا لمبا چوڑا شرعی پردہ ڈالا جاتا ہے

اور عام طور سے ان کا کلنگ کا ٹیکہ جو ان کا نوشتۂ تقدیر تھا دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ کیا جاتا ہے حقیقت
میں ایسی مہمل کوشش ہے جو کبھی مفید نہیں ہو سکتی یہ وہ سفید داغ ہیں جو نہ چھپائے چھپتے ہیں اور نہ مٹائے
مٹتے ہیں ؎ بآب کوثر و زمزم سفید نتواں کرد — گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ
ہم ان کی خطائے اجتہادی کی جمی جمائی قلعی صرف دو مستند اور معتبر علما کے اقوال لکھ کر کھولے دیتے ہیں ہمارے
ناظرین سمجھ لیں گے کہ ان ابلہ فریبیوں کی حقیقت کیا ہے چنانچہ کتاب مطالب السئول میں علامہ محمد ابن طلحۃ
الشافعی ان کی خطائے اجتہادی کی نسبت اپنی رائے ذیل کی عبارت میں لکھتے ہیں۔

قیل معاویۃ من کتاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکان خال المومنین فکیف یحکم علیہ وعلی من
معہ بکونہم بقتال علی علیہ السلام بغاۃ فی دخلہم جائزین عن سنن الصواب بقصدہم
قاصدین بما ارتکبوہ من فیہم الجبن فی زمرۃ الخارجین من طاعۃ ربہم قلت لم احکم علیہم
بصفۃ البغی ولو ارتہا وضعا وافتراء واختراعا بل حکمت بہا نقلا واتباعا فانہ روی الائمۃ
الاعیان من المحدثین فی مسانید ہم الصحاح احادیث متعددۃ ترفع کل واحد منہم حدیثہ
بسندہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لعمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ تقتلک
الفئۃ الباغیۃ وہذا الحدیث لا خطا فی اسنادہا ولا اضطراب فی متنہا فثبت بہا ان النبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصف الفئۃ القاتلہ عمارا بکونہا باغیۃ وصفۃ البغی لا ینفک عنہا
وہی لازمہا والبغی عبارۃ من الظلم وقصد الفساد فکل من کان باغیا کان ظالما جابرا و
کان فاسقا خارجا عن طاعۃ ربہ فتکون الفئۃ القاتلۃ عمارا متصفہ بہذہ الصفات
بخبر الصادق المصدوق

خلاصہ کلام فاضل یہ ہے کہ اکثر یہ بات کہی جاتی ہے کہ معاویہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتب اور تمام
مسلمانوں کے ماموں تھے تم ان پر اور ان کے متابعین پر حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنے کے سبب
کیوں الزام لگاتے ہو اور کس طرح ان پر بغاوت کا حکم لگاتے ہو اور یہ کہتے ہو کہ وہ اپنے فعل میں راہ ثواب
سے بھٹکے ہوئے اور قصداً بغاوت کے مرتکب اور خدا کی اطاعت سے خارج ہونے والے تھے ہم کہتے ہیں
کہ ہم نے ان پر بغاوت کا حکم بناوٹ جھوٹ اور اپنی طرف سے گھڑ کر نہیں لگایا بلکہ یہ حکم ہم نے بوجہ نقل
اور اتباع کے کیا ہے جس کو محدثین میں سے مشہور آئمہ نے اپنے صحیح مسندوں میں متعدد حدیثوں کے
درمیان روایت کیا ہے اور ہر ایک ان میں سے اپنی حدیث کی سند کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک
پہنچاتا ہے کہ عمار یاسر رضؓ کی نسبت آنحضرت نے فرمایا تھا کہ تجھے باغیوں کا گروہ قتل کرے گا یہ ایسی حدیث
ہے کہ جس کے اسناد میں کوئی خلل نہیں ہے اور نہ اس کے متون میں کسی قسم کا اضطراب ہے پس ثابت ہوا
کہ آنحضرت نے عمار یاسرؓ کے قاتلوں کے گروہ کا وصف باغی ہونے کے ساتھ قرار دیا ہے اور بغی کا وصف

اس گروہ سے علیحدہ نہیں ہوسکتا اس گروہ کے لئے یہ وصف لازمی ہے اور بغاوت کے معنی ظلم اور کثرت فساد کے ہیں پس جو شخص کہ باغی ہے وہ ظالم جابر عدل سے تجاوز کرنے والا اور خدا کی اطاعت سے خارج ہونے والا ہے پس حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے والوں کا گروہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے کے مطابق ان صفات سے متصف ٹھہرایا۔

اب محمد ابن طلحہ الشافعی کی ایسی روشن اور واضح دلیل پڑھکر بھی کیا حقوق بنی اُمیہ کے مویدین عموماً اور امیر معاویہ کے مقلدین خصوصاً اپنی خطا پر نادم نہیں ہوں گے اور کیا اب بھی امیر صاحب کے مجتہد مخطی یا خطائے اجتہادی کے زعم باطل سے استعفا نہیں دیں گے ہم ابھی تک تو ان کے خطا کار اور قصوروار ہی ہونے پر تنہا اصرار کر رہے تھے علامہ موصوف نے تو ان کو اور ان کے تمام محاصرات و محاربات کو جن کی نسبت ان کے معتقدین آج تک جہاد فی سبیل اللہ ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں صحیح مفسلات اور صریح بغاوت ٹھہرا کر ان کو ظالم جابر عدل سے تجاوز کرنے والا یہاں تک کہ خدا کی اطاعت سے خارج ہونے والا ٹھہرایا۔ وہ بھی اپنے قول سے نہیں بلکہ مخبر صادق صلے اللہ علیہ وآلہ کے قول سے جس کو تمام معتبر اور مستند محدثین نے باسناد متصل اپنے اپنے صحاح اور مسانید میں لکھا ہے اب ہم نہیں سمجھتے کہ جب محدثین کے تمام طبقے نے اپنی صحاح تالیفات میں اس خیال کی کامل طور سے تردید فرمائی ہے تو پھر اس خطائے اجتہادی کے مسئلے پر اصرار کرنے والی جماعت آنکھوں پر پٹی باندھکر اوندھے منہ ضلالت کے گڑھے میں کیوں گری پڑتی ہے اگر علامہ محمد ابن طلحۃ الشافعی کی تنہا رائے پر اعتبار نہ کیا جائے تو ہم روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ سے حافظ محمد بن صلاح الامیر الیمانی جو اہلسنت والجماعت کے سواد اعظم میں امام الصنعانی کے معزز خطاب سے یاد فرمائے جاتے ہیں ذیل کی عبارت بلفظہ نقل کرتے ہیں جس کو امام صاحب نے خاصکر اپنے فرقہ کے خام عقائد والوں کی تنبیہ کے لئے مخصوص تحریر فرمایا ہے۔

قال النواصب قد اخطاء فی الاجتہاد واخطاء فیہ صاحبہ والعفو فی ذالک مرجوا لفاعلہ وفی اعالی الجنان الخلد راکبہ قلنا کذبتم فلم قال النبی صلے اللہ علیہ والہ وسلم لنا فی النار قاتل عمار وسالبہ واما دعوے الاجتہاد لمعاویۃ فی قتالہ الا کدعوی ابن حزم ان ابن ملجم شقی الاخرین مجتہد فی قتلہ لعلی علیہ السلام کما حکاہ عنہ الحافظ ابن حجر فی تلخیصہ واذ کان من ارتکب ھواہ ونفق باطلاً یروج بہ ما یراہ اجتہاداً لم یبق فی الدنیا مبطل ولا باء احد منکراً الا وقد ذھب لہ عذر

ناصبی گروہ کے لوگ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ ان کے دوست سے خطا فی الاجتہاد صادر ہوئی ہے جس کے فاعل کے لئے خدا سے عفو کی اُمید کی جاتی ہے اور وہ جنت خلد کے عالی درجات میں ہوگا ہم کہتے ہیں تم لوگ جھوٹ کہتے ہو اگر تمہارا قول سچ ہے تو پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے کیوں کہا تھا کہ عمار یاسر رضی اللہ عنہ اور ان کے مقتول ہو جانے کے بعد ان کے ہتھیار لے جانے والا جہنم میں ہوگا امیر معاویہ کے لئے ان کے جنگ کرنے کے مادے میں

اجتہاد کا دعوے کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسا ابن حزم نے باوجود اس قدر علم وفضل کے ابن ملجم اشقی الاخرین کو جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے قتل میں مجتہد قرار دیا ہے چنانچہ ابن حجر نے تلخیص میں ابن حزم سے اس بات کو نقل کیا ہے جب کوئی شخص اپنے ہوا و ہوس کے گھوڑے پر سوار ہو کر ہذیان بکنا شروع کرے تو جس کو چاہیئے اجتہاد کہے گو ایسی ایسی تاویلات سے دُنیا میں کوئی امر باطل نہیں رہے گا جس کے لئے کوئی نہ کوئی عذر گھڑ نہ لیا جائے۔

امام صنعانی کی اس رائے کے بعد جو اس بحث کا اخیر فیصلہ ہے ہم کو پھر کسی دوسرے قول لکھنے کی مطلق ضرورت نہیں ہے کیونکہ جب اتنا بڑا محقق ایسے ایسے خیالات کاسد اور اعتقادات فاسد کو ہذیان سے نسبت دے تو ہم کو ایسے لوگوں سے بمصداق آیہ وافی ہدایہ واعرض عن الجاھلین زیادہ اُلجھنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے ہم اس بحث کو تمام ثبوتوں کے ساتھ خاتمہ تک پہنچا کر اپنے مضامین کے دوسرے سلسلہ کو آغاز کرتے ہیں۔

یہ کہا جاتا ہے کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی وفات کے بعد امیر معاویہ تمام بلاد اسلامی میں خلیفہ تسلیم کر لئے گئے اور جب خلافت وامارت مسلّم ہو چکی تو متابعت واطاعت بھی لازمی ٹھیری؛

یہ بھی یاد رہوا خیال ہے اور کچھ بھی نہیں دومۃ الجندل میں ایسی کوری بے ایمانی کی گئی اور ایمان فروش عمرو عاص نے اپنے سادہ لوح مقابل ابوموسی الاشعری سے جو چال چلی جس کی وجہ سے معاویہ کی خواہ مخواہ سلطنت ہو گئی دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ نہ رہ سکی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باوجود تمام ملکی اختیارات حاصل ہو جانے اور تمام قلمرو اسلامی میں فرماں روائے عمر مان لئے جانے کے بعد بھی معاویہ کو کسی نے خلیفہ نہ لکھا نہ کہا اور نہ انکا حاصل کردہ سلطنت کو خلافت تسلیم کیا اس بیان کے ثبوت میں علمائے کرام کے اعتقادات اور ارشادات ملاحظہ فرمایئے۔

فخرالاسلام بزدوی علیہ الرحمہ التیسیر میں تحریر فرماتے ہیں ومعاویۃ ماکان من جملۃ الخلفاء ولکن کان من جملۃ الملوک علی ماروینا عن النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ قال الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ثم بعدہ ملک عضوض وقد تم ثلاثون بعلی علیہ السلام

معاویہ خلفا میں سے نہیں ہیں بلکہ ملوک میں سے ہیں بنا براس حدیث کے کہ فرمایا جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ اجمعین نے کہ خلافت میرے بعد تیس برس تک رہے گی پھر ایک درندہ بادشاہی ہو گی اور تیس برس جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام تک ہو گئے۔

اہلسنت والجماعت کی جماعت میں وہ کون ہوگا جو ایسی صحیح السند حدیث الخلافۃ من بعدی ثلاثون سنۃ ثم بعدہ ملک عضوض سے انکار کرے گا تا وقتیکہ اس حدیث سے انکار نہ کیا جاوے امیر صاحب کی خلافت اور ان کا خلیفہ ہونا قطعی محال ہے۔

علامہ بزدوی کے علاوہ امام جلال الدین سیوطی کے اقوال جن کو ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب مصنف میں نقل کیا

ہے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

عن سعید بن جمھان قال قلت لسفینة ان بنی امیة یزعمون ان الخلافة منھم قال کذبوا بنو الزرقاء بل ھم ملوک من اشد الملوک واول الملوک معاویة سعید بن جمہان کہتے ہیں کہ میں نے سفینہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ بنی امیہ اپنے آپ کو خلفاء جانتے ہیں وہ کہنے لگی یہ گنجی عورت کے بچے جھوٹ کہتے ہیں یہ لوگ سخت ترین بادشاہوں سے ہیں اور ان میں سے پہلا بادشاہ معاویہ ہے۔

اب اس سے بڑھکر ہم اپنے دعوے کے ثبوت میں اور کون مستند اور معتبر اقوال ان سے زیادہ پیش کر سکتے ہیں مگر اسپر بھی امیر صاحب کے مویدین کے اصرار کم نہوں تو پھر ہم فخرالاسلام حسن بزدوی علیہ الرحمہ کا قطعی فیصلہ درج کئے دیتے ہیں کہ ان احد من الصحابة لم یرہ اماما حق ولم یعقد له عقد الامامة کسی صحابی نے ان کو امام نہیں لکھا اور نہ اُن پر امامت کا عقد ہوا وما کان من جملة الخلفاء اور یہ خلفا میں سے بھی نہیں پیچھے امامت وخلافت سب رخصت اب ہا کیا معاویہ کی نسبت خیال اور محض جھوٹی فضیلتوں نے جیسی جاہل مسلمانوں کی جانوں پر مصیبت ڈہائی ہے وہ بیان نہیں کی جا سکتی ان کی آنکھوں پر جہالت کے پُر زور ہاتھوں سے ایسی سخت پٹی باندھ رکھی ہے کہ وہ باوجود اتنے صحیح الاسناد اقوال کے حق وباطل میں کچھ بھی تمیز نہیں کرتے نہ محدثین کے اقوال پر اعتبار کرتے ہیں نہ مخبر صادق علیہ السلام کے قول کی تصدیق جس کو تمام معتبر ومستند محدثین نے بسند متصل اور موثق اپنے اپنے صحاح میں لکھا ہے کہ اب ہم نہیں سمجھتے کہ جب محدثین کے تمام طبقے نے اپنے صحاح تالیفات میں اس خیال کی کامل طور سے تردید فرمادی ہے تو پھر اس خطائے اجتہادی پر اصرار کرنیوالے حضرات کیوں اوندھے منہ گڑھے میں گرے پڑتے ہیں نہ وہ لوگ جمہور کے متفق علیہ عقائد پر نگاہ کرتے ہیں نہ سواد اعظم کے مسلم اصول پر لحاظ تعجب ہے کہ امیر صاحب کے اقتدار اور ان کی محبت والفت وعقیدت کا تو اتنا لحاظ کیا جاوے مگر بخلاف اس کے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال پر جو صحابہ اور تابعین اور معتبر ومستند محدثین کے قوی اور صحیح اسناد سے مکمل اور مسلسل پایا جاتا ہے کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا اور اس پر کوئی توجہ نہیں فرمائی جاتی ہم کو یقین ہے کہ شاید اپنے امیر صاحب کے عقیدت کے خیالوں میں اس قدر ترقی کر گئے ہیں کہ اپنے امیر صاحب کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ترجیح دیتے ہیں۔ اللّٰھم احفظنا من شدہ العقائد الفاسد

اسلامی فضیلت شرف صحابیت اعزاز خلافت منصب اجتہاد وغیرہ وغیرہ ایک ایک کرکے سب تو ہو چکے اب وہ کون شرافت ان کے متعلق رہی جاتی ہے جس کے واسطے ان کی عقیدت وارادت ایسے خلوص کے ساتھ برتی جاتی تھی اب تو ہم جانتے ہیں کوئی شرافت نہیں مگر ہاں خوب وقت پر یاد آیا انہیں توہمات کے ضمن میں دو خیالی شرافتیں اور بیان کی جاتی ہیں ایک تو خال المومنین ہونے کی شرافت دوسرے کاتب الوحی ہونے کے اعزاز یہ دو دلیلیں ایسی لاغر ہیں کہ کوئی عاقل ان پر ذرا بھی توجہ نہیں کرے گا اور ان کی تردید کو محض اپنی

تضیع اوقات سمجھے گا مگر ہم جب ان کی تمام شرافتوں کی قطع و برید کرنے آئے ہیں تو لگے ہاتھوں ان کو بھی کیوں چھوڑنے لگے۔

خال المومنین ہونے کی جہل شرافت کو محمد ابن طلحۃ الشافعی نے ایسا ناقابل توجہ سمجھا کہ اُس پر کوئی لحاظ نہ فرمایا اور اپنی تضیع اوقات سمجھکر اس کی نسبت کچھ نہ لکھا اور ہم بھی اس کو ایسا ہی فضول اور طول کا باعث سمجھکر صرف اتنا لکھے دیتے ہیں کہ اگر خال المومنین ہونے کی شرافت سے ان کی فضیلت ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو پھر اس دائرہ میں حضرت اُم حبیبہ کے بھائی کی تنہا خصوصیت حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ حفصہ سودہ میمونہ صفیہ وغیرہ وغیرہ سب کے بھائیوں کے لئے یہی استحقاق قائم کیا جائے گا۔

اب کتابت وحی کی دلیل بھی ایسی ہی ناکافی دلیل ہے جو عقل و شعور سے کوسوں دُور معلوم ہوتی ہے خال المومنین اور کتابت وحی دونوں شرافتوں کی حقیقتوں کو ملّا عبدالرحمٰن جامی اور حکیم سنائی غزنوی نے جو فرقۂ اہلسنت والجماعت میں شریعت اور طریقت دونوں کے رُکن اعظم تبلائے جاتے ہیں اچھی طرح تبلا دیا ہے ملّا جامی کتابت وحی کی نسبت تحریر کرتے ہیں ؎

اختلافے کہ داشت با حیدرؑ | در خلافت صحابیٔ دیگر
حق در آنجا بدست حیدرؑ بود | جنگ با او خطائے منکر بود

خال المومنین کی نسبت حکیم سنائی تحریر فرماتے ہیں:-

حدیقۂ سنائی

پسر ہند گرچہ خال من است | دوستی ویم بکارے نیست
در نوشت او خطے برائے رسولؐ | ہم دراں نیز اقتدارے نیست
ہم درآنجا کہ شیر یزدان است | از خط و خال اعتبارے نیست

خال المومنین کی فضیلت تو خالی گئی کتابت وحی کی اصلی حقیقت بھی معلوم ہوئی اب اس پر بھی تسکین نہ ہو تو محدث دہلوی شیخ عبدالحق صاحب کا قول مدارج النبوۃ میں دیکھ لیں کہ وہ تحریر فرماتے ہیں۔

معاویہ ابن ابوسفیان کنیت کردہ می شود بہ ابی عبدالرحمٰن یکے ازاں جملہ این است کہ می نوشت برائے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم وبعضی گویند نوشت وحی صاحب جامع الاصول می گوید کتابت وحی بداشت ودر مواہب لدنیہ می گوید وی مشہور است بکتابت وحی و بعضے گویند وے نمی نوشت وحی را بلکہ می نوشت کتب ومناشیر را۔

لیجئے کتابت وحی کی اصلیت بھی معلوم ہوگئی کہ طبقات محدثین میں سے کسی کو اس کی نسبت صحیح اطلاع ہی نہیں امیر صاحب کی کتابت کا مسئلہ بھی درمیانی افریقہ کی وسعت ہوئی جو آجتک زمانۂ موجودہ کے اہل جغرافیہ کو اپنی حقیقت پر آگاہ نہ کر سکی اور اصل امر تو یہ ہے کہ کتابت وحی کی وجہ سے فضیلت ثابت کرنا ایسا ہی

مہمل خیال ہے جس کی بنا کسی سطح پر قائم نہیں رہ سکتی چنانچہ اس وہم کی نسبت ہمارے قابل قدر ہمعصر خواجہ عبیداللہ صاحب ارجح المطالب میں تحریر فرماتے ہیں :-

"بعض اشخاص بیان کرتے ہیں کہ وہ کاتب الوحی تھے خیال کرنا چاہئیے کہ اگر کتابت وحی سے کسی قسم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے تو مروان الحکم کے لئے بھی ثابت ہوتی ہے" ارجح المطالب ص ۶۶۷

اب ہمارے لئے ضرور نہیں ہے کہ ہم اس کے متعلق زیادہ لکھکر اپنے عزیز اوقات کو بیکار صرف کریں اور اپنی کتاب کا غیر ضروری حجم بڑہائیں حقوق معاویہ کے موئدین اپنے امیر صاحب کی نسبت جتنی جھوٹی اور جعلی فضیلتیں ثابت کرنا چاہتے تھے وہ تمام وکمال معلوم ہوگئیں اب کوئی مشوشہ بھی ایسا باقی نہیں رہا جس کو وہ فضیلت معاویہ میں شمار کرتے ہوں اور اس کی کامل تردید اس مختصر کتاب میں تحریر کردی گئی ہو مگر ابھی ایک امر اور رہ جاتا ہے جس کو ان کے طرفدار جناب امام حسن علیہ السلام سے خاص نسبت دیکر ان کی فضیلت کی شہادت ثابت کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اگر معاویہ لائق نہ ہوتے تو امام حسن علیہ السلام خلافت کے کاروبار ان کے تعلق نہ فرماتے۔

اول تو یہ خیال اور تنہا یہ خیال بلکہ وہ تمام توہمات جو فضیلت معاویہ کی نسبت اوپر لکھے گئے ان لوگوں سے مخصوص تعلق رکھتے ہیں جو خلافت اور خلیفہ کے ظاہری معنوں پر فریفتہ ہوکر اپنے جوش عقیدت اور حد خلوص سے تجاوز کر گئے ہیں علمائے کرام نے ان کی بہت بڑی روک تھام بھی کی اور تفاسیر و احادیث اور منقولات و معقولات کے دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ سے ان کے عقائد فاسدہ کی اصلاح بھی فرمائی جو ماننے والے تھے وہ مانے اور جو ضدی تھے وہ نہ مانے اور دنیا نے ان کو نواصب کے لقب سے یاد کیا جو آجتک یادگار ہے غرض یہ تمام توہمات ناصبی گروہ کے لوگوں کے ہیں جو چیدہ چیدہ اہلسنت کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں اب ہم ان کے اس اخیر واہمہ کی دوا بھی انہیں کے نسخوں سے ڈھونڈھ نکالتے ہیں اور ان کی اس لاغر دلیل کی تردید میں اپنے قوی الاسناد اور ذی استعداد ہمعصر خواجہ عبیداللہ صاحب کی رائے ذیل میں تحریر کرتے ہیں جس کو انہوں نے نہایت سلاست کے ساتھ عام فہم عبارت میں مندرج فرمایا ہے۔

اگر امیر معاویہ عاصی اور باغی ہوتے تو جناب امام حسن المجتبٰے علیہ السلام کیوں خلافت ان کے سپرد فرماتے لیکن یہ وہم بھی بیجا ہے کیونکہ امارت عامہ کی تفویض ایسے شخص کے ہاتھ میں کرنے سے جو پیشتر باغی رہ چکا ہو اور پھر تائب ہوکر کتاب وسنت و در سیرت شیخین کے اتباع کا عہد کرتا ہو کوئی اعتراض امام حسن علیہ السلام خدام کی طرف عائد نہیں ہوتا جناب امام حسن علیہ السلام نے جو عہد امیر معاویہ سے امارت کے تفویض کے وقت لیا ہے وہ اعمال سابقہ سے بمنزلہ توبہ تصور کیا جاسکتا ہے لیکن جناب امام حسن علیہ السلام کی امارت عامہ تفویض فرمادینے سے امیر معاویہ کا امور سابقہ میں محفوظ عن الخطاء ہونا ثابت نہیں ہوتا اس کی ٹھیک مثال ایسی ہی ہے کہ ایک گاؤں کے مالک نے غلہ کا انبار مساکین پر خیرات کرنے کے لئے جمع کیا ہوا ایک رہزن کو

سردار اُسے غارت کرنا چاہے مالک اس کی حفاظت کے واسطے اس سے جنگ کرے پھر ایک مدت کے بعد مالک فوت ہوجائے اور اس کا بیٹا ان رہزنوں کے سردار سے یہ عہد لے کہ غلہ ہم اس شرط سے تمہارے سپرد کرتے ہیں کہ تم اس کو مساکین پر خرچ کیا کرو اور اس میں خیانت نہ کیا کرو وہ غلہ کا انبار اس کے سپرد کردے اور اس تفویض سے فتنہ و فساد ہوجائے اور خونریزی مٹ جائے تو اس سے نہ اس غلہ کے مالک کی نسبت جوان غارتگروں سے حفاظت غلہ کے لئے جنگ کرتا تھا کوئی اعتراض وارد ہوسکتا ہے اور نہ اس مالک کے بیٹے کی طرف جس نے یہ عہد لے کر غلہ ان رہزنوں کے سپرد کیا ہے اور غلہ کی حفاظت سے نہ اپنا ہی صرف پیچھا چھڑایا ہے بلکہ ایک خلق خدا کو ناحق کے کشت و خون سے بچایا ہے ورنہ ان رہزنوں کا افسر جس زمانے تک کہ غلہ اس کے لئے تفویض نہیں ہوا تھا اور وہ اس میں بے جا تصرف کرنا چاہتا تھا اعتراض سے بچ سکتا ہے البتہ اگر اس عہد کے بعد وہ اپنے قول و فعل میں صادق نکلے اور غلہ کو اپنے عہد کے موافق مساکین پر صرف کرتا ہے تو یہ خیال کیا جائے گا کہ اس نے اپنے اعمال سابقہ سے توبہ کی اور اب اس کو غلہ میں تصرف کرنا جائز ہوگیا اور اگر پھر وہ راہزن یا اس کا جانشین اپنے عہد سے انحراف کرکے شرائط کو پورا نہ کرے تو پھر غاصب متصور ہوگا اور اس کے ساتھ اس کے عہد گزیدہ یا اس کے جانشین پر جہاد واجب ہوجائے گا چنانچہ اسی بنا پر جناب امام حسین علیہ السلام نے امیر معاویہ کے جانشین یزید پلید کو جبکہ وہ شرب خمر کرنے لگا اور حقوق اللہ میں حدود اللہ سے تجاوز کرکے بہن بھائی کی شادی کا مجوز ٹھہرنے لگا تنبیہ کرنا چاہا تھا اور جناب امام حسین علیہ السلام اس خروج میں محق تھے کیونکہ خلافت دراصل انہیں کا حق تھا۔

دوسرا وہم یہ ہے کہ جب جناب امام حسن علیہ السلام خلافت کو ترک کرنا چاہتے تھے تو امیر معاویہ کو خلافت کے لئے کیوں منتخب فرمایا اور خلافت کسی دوسرے کے سپرد کیوں نہ فرمائی جناب امام حسن علیہ السلام کے اس انتخاب سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ امیر معاویہ اپنے عہد میں افضل صحابہ سے ہوں گے جس کی وجہ سے جناب امام حسن علیہ السلام نے خلافت انہیں کے سپرد فرمائی ورنہ حضرت امام حسن علیہ السلام کسی دوسرے کو اس منصب کے لئے منتخب فرماتے۔

یہ وہم عدم تتبع کتب سیر و تاریخ سے ناشی ہوتا ہے کیونکہ جناب امام حسن علیہ السلام نے خلع خلافت کے وقت امیر معاویہ کو امارت عامہ اس وجہ سے سپرد فرمائی تھی اور وہ صرف ان کو اس لئے منتخب نہیں کیا تھا کہ بجز اس کے خونریزی کا انسداد محال تھا اگر جناب امام حسن علیہ السلام جس کسی اور صحابی کو امارت سپرد فرماتے تو ضرور معاویہ ان کے ساتھ بھی وہی معاملہ کرتے جو جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ کرچکے تھے۔

اس کے ماسوا خلافت راشدہ کا زمانہ منقضی ہوچکا تھا اب ملکت عضوضہ کے عہد کی صبح نمودار ہونے والی تھی بجز معاویہ کے اور کوئی صحابی اس کو پسند نہیں کرتا تھا تو اسے اعط القوس باریھا جناب امام حسن علیہ السلام نے امیر معاویہ کو اس منصب کے لائق سمجھا اور جنگ جوئی کے واسطے وہ بر سر اس سرگشت

وخون کر رہے تھے ان کے حسب منشا نہیں کے سپرد کیا۔ ارجح المطالب ص ۷۶۷ لاہور
اب ایسی قوی اور واضح رائے کے بعد ہم اپنی طرف سے اس بحث میں کسی خاص تحریری اضافہ کی مطلق ضرورت نہیں دیکھتے ہماری کتاب کے ناظرین امام حسن علیہ السلام کی وہ ضرورتیں جو تفویض خلافت کی نسبت معاویہ کی خصوصیت کے ساتھ وابستہ تھیں بخوبی سمجھ گئے ہوں گے ہمارے لائق ہمعصر کا یہ بیان کہ اگر امام حسن علیہ السلام کسی اور صحابی کو امارت تفویض فرما دیتے تو امیر معاویہ ان کے ساتھ بھی وہی معاملات کرتے جو جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ کر چکے تھے کیسا صحیح اور قطعی فیصلہ ہے اس میں تو شک نہیں کہ جناب امام حسن علیہ السلام نے یہ تمام کوششیں صرف اہل اسلام کو آئندہ خونریزیوں سے بچا لینے کے لئے اور بلاد اسلامی میں امن وامان پھیلانے کے لئے فرمائی تھیں اب ان کو چھوڑ کر کسی اور کو امارت ملتی تو مسلمانوں کے قتل وخون اور ملک کی تباہی وبربادی کا ویسا ہی سلسلہ برابر جاری رہتا اور امام حسن علیہ السلام کا اصلی مقصود جو مخصوص امت اسلامیہ کی محافظت اور خونریزی کی ممانعت تھی مفقود ہو تو ایسی حالتوں میں امیر صاحب کے مؤیدین تو اور بھی دیدے پھاڑ پھاڑ کر اعتراض کو موجود ہو جاتے۔
امام حسن علیہ السلام کی صلح پر اعتراض کرنے والے خاصکر وہی حضرات نکلیں گے جو معاویہ کی محبت والفت کی پردہ پوشیوں میں دنیا ومافیہا کی خبر نہیں رکھتے وہ ہمارے ان بیانات کو پڑھکر اپنے توہمات لاطائل اور مغالطات باطل کی اصلاح کرلیں اور سمجھ لیں کہ معاملات صلح سے جناب امام حسن علیہ السلام کا جو مدعا تھا وہ صرف اپنے جدّ بزرگوار صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی محافظت تھی اس کے سوا کچھ بھی نہ تھا جن ضرورتوں کی وجہ سے یہ منتخب کئے گئے وہ کوئی شرافت یا فضیلت نہیں تھی بلکہ ان کی شریر طبیعت اور فسادانگیز فطرت جو کسی وقت اور کسی حالت میں اپنی سرکشی اور سرتابی کے آزادانہ اور مفسدانہ خیالوں میں کسی دوسرے کے آگے اطاعت اور فرماں برداری کا سر جھکانے والی نہیں تھی اگر امام حسن علیہ السلام کے تفویض امارت سے بحث کرکے امیر صاحب کی فضیلت ثابت کرنے کی کوشش کی جائے گی تو ہم یقین دلاتے ہیں کہ بمصداق آیہ کریمہ عسیٰ ان تحبّوا شیئًا وھو کرہ لکم ان کی نفسانیت خباثت اور مذمت کے سوا اور کچھ بھی ثابت نہ ہو سکے گا۔
تفویض امارت سے امام حسن علیہ السلام کے ضعف وانحطاط رائے تجویز کرنے والے حضرات بھی سمجھ رکھیں کہ ہم تو ان معاملات میں امام حسن علیہ السلام کے خادموں کی طرف ایسا اعتقاد رکھنا کہاں تک ایسا وہم کرنا بھی معصیت سے خالی نہیں سمجھتے بلکہ معاملات صلح میں امام حسن علیہ السلام کی نسبت ضعف رائے کی جگہ حفاظت ماتقدم رعایت حقوق الناس اصلاح امت اور تحفظ عن الفساد اور امن وامان عامہ کے تمام محاسن ایسی بے نظیر شانوں میں پایۂ ثبوت تک پہنچتے ہیں کہ پھر ان کی مثال کسی دوسرے کے احوال میں نہیں پائی جاتی۔

تفویض امارت کے نتائج اس کے اسرار و غوامض کی خوبیوں کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے ان اقوال و بیانات کو دیکھنا ضروری ہے جن کو علم اصول کے ماہرین اور علم کلام کے واقفین نے اپنی اپنی مستند تالیفات میں درج فرمایا ہے ان کو دیکھ کر ہر شخص کامل طور سے سمجھ لے گا کہ حقیقت میں جناب امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح نہیں فرمائی بلکہ اسلام اور اس کی حقیقت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو ایک ایسے طوفانی تہلکہ سے نکال لیا ہے جو سالہا سال سے اس کو چاروں طرف سے گھیرے تھا اور قریب تھا کہ اس کو تہ آب کر دے۔

تاریخی دنیا میں امام حسن علیہ السلام کی مصالحت پر جو آج تک رائے دی جاتی ہے۔ وہ ہم ایک ایسے محقق کے قول سے ذیل میں درج کرتے ہیں جو اپنی تحریری اور تقریری قبولیت کے اعتبار سے ہندوستان میں اپنی آپ مثال مانا جاتا ہے دیکھو سیرۃ المحمدیہ میں ڈاکٹر سید احمد خان کی وہ رائے جو اس مصالحت کی نسبت انہوں نے دی ہے بلفظہ اس عبارت میں مندرج ہے۔

حضرت امام حسن علیہ السلام جب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے تمام حالات اور واقعات پر غور فرما کر سمجھ لیا کہ اس کی اصلاح ممکن نہیں اصلاح اُمت کی آسائش اور قتل و خونریزی اور فساد دُور کرنے کا صرف ایک ہی علاج ہے کہ اس دو عملی سے یکسوئی ہو جائے انہوں نے نہایت دانائی نیکی اور اُمت کی بھلائی کی نظر سے جس کی نظیر دنیا میں نہیں ہے خلافت سے ہاتھ اُٹھایا درحقیقت یہ کام حضرت امام حسن علیہ السلام ہی جیسے کریم النفس شخص سے ہو سکتا تھا جس نے اُمت کے امن کیلئے ایسی خلافت کو چھوڑ دیا جس کے سامنے قیصر و کسریٰ کی بھی کچھ حقیقت نہیں تھی دیکھو سیرۃ المحمدیہ مطبوعہ دہلی ص ۶۹۳

بہر حال ہم نے اپنے اس مفصل بیان میں ان تمام مغالطوں مغالطوں اور وہموں کی کامل تردید کر دی ہے جو ان معاملات میں اکثر کورانہ تقلید اور جاہلانہ تاویل سے پیدا ہو جایا کرتا ہے اور ان میں سے ہر ایک شبہ کو پوری تفصیل سے لکھ کر ان کو محدثین مفسرین اور مورخین کے اقوال سے رد کر دیا ہے کہ آئندہ کے لئے نہ جائے سخن باقی رہے اور نہ مجال دم زدن۔

اگرچہ اس بحث کے متعلق ہم کو اختیار تھا کہ ہم ابھی اور وسعت بیانی سے کام لیتے مگر ہم جیسا اوپر بیان کر آئے ہیں ہمارا یہ مقصود ہرگز نہیں ہے کہ ضرورت سے زائد ہم اپنے تالیفی مقاصد کو تاریخی مضامین کے پیرایہ سے بڑھا کر علم الکلام اور مناظرے کے پیمانے تک پہنچائیں اس لئے ہم اس بحث کے متعلق اس سے زیادہ تفصیل و تشریح کو ارباب کلام اور اصحاب مناظرہ کے خاص فرائض سمجھ کر ختم کرتے ہیں اور اپنی کتاب کے موجودہ سلسلۂ بیان کو جناب امام حسن علیہ السلام کے محاسن اخلاق کے بیان کی طرف پھیرتے ہیں جو ترکیب تالیف اور ترتیب مضامین کے اعتبار سے ہماری تالیف کے اس حصہ کا اصلی مدعا قرار پا چکا ہے۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کے محاسن اخلاق

ہم کو آپ کے اخلاق حسنہ کی تفصیل میں کسی طول وطویل بیان کی اس وجہ سے ضرورت نہیں ہوگی کہ آپ کے محاسن اخلاق کے واقعات ایسے شہرۂ آفاق ہیں کہ یہ کیا کسی کے بیان کے محتاج نہیں اور آپ کی ذات مجمع الحسنات کے ساتھ ایسی خصوصیت کے ساتھ مترادف اور عیاں ہیں کہ عام اصطلاح میں دُنیا کے تمام اہل کلام جب کسی کی اخلاقی خوبیوں کا ذکر کرنے لگتے ہیں تو اخلاق کے بعد پہلا لفظ جو ان کے مُنہ سے نکلتا ہے وہ حسن ہوتا ہے پھر جب یہ صفت ذات جامع الصفات کے ساتھ ایسی لازم وملزوم ٹھیری ہو تو پھر اس کی تفصیل اور تشریح کی مطلق ضرورت باقی نہیں رہتی مگر تاہم ان کثیر واقعات سے جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہیں ہم صرف چند واقعات کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں اور محاسن اخلاق کے موجودہ سلسلہ میں ہم پہلے جناب امام حسن علیہ السلام کے حلم وحیا کے واقعات ذیل میں تحریر کرتے ہیں ؂

جناب امام حسن علیہ السلام کا حلم

علامہ ابن سعد تحریر فرماتے ہیں۔ عن عمیر ابن اسحاق قال کان مروان امیرا علینا فکان یسب علیا کل جمعۃ علی المنبر والحسن علیہ السلام یسمع فلا یرد شیئا ثم ارسل الیہ رجلا یقول لہ بعلی بعلی بعلی وبك وبك وبك وما وجدت مثلك الا مثل البغلۃ یقال لھا من ابوك فیقول امی الفرس فقال لہ الحسن علیہ السلام ارجع الیہ فقل لہ انی واللہ ما امحو عنك شیئا مما قلت ولکن موعدی وموعدك اللہ تعالی فان کنت صادقا جزاك اللہ بصدقك وان کنت کاذبا فاللہ اشد نقمۃ

عمیر ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ مروان ہم پر امیر تھا اور وہ ہر جمعہ کو منبر پر چڑھکر جناب امیر علیہ السلام پر سب کیا کرتا تھا اور جناب امام حسن علیہ السلام سُنا کرتے تھے اور کچھ جواب نہ دیتے تھے اس نے ایک دن ایک آدمی امام حسن علیہ السلام کے پاس بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ علیؑ پر علیؑ پر علیؑ پر تم پر تم پر تم پر تمہاری مثال خچر کی ہے جب اس سے پوچھو کہ تیرا باپ کون ہے تو وہ کہتا ہے کہ میری ماں گھوڑی ہے جناب امام حسن علیہ السلام نے یہ سنکر فرمایا کہ تو واپس جاکر ہماری طرف سے کہدے کہ خدا کی قسم ہے ہم تجھ سے کسی بات کو نہیں بھولے لیکن ہمارے تمہارے درمیان پروردگار عالم انصاف فرمائے گا اگر تو سچ کہتا ہے تو خدائے تعالےٰ تجھ کو تیری صداقت کی جزا دیگا اور اگر تو جھوٹ کہتا ہے تو یہ سمجھ لے کہ پروردگار عالم کا انتقام نہایت سخت ہے۔

اسی روایت کو علامہ ابن حجر نے بھی صواعق محرقہ میں باختلاف الفاظ لکھا ہے۔

کہاں ہیں امیر معاویہ کی محبّت واُلفت پر جان دینے والے آنکھیں کھولکر اس واقعہ کو پڑھیں اور صلح نامہ کی اس شرط اور اس کے بار بار اصرار کو یاد کریں اور پھر اس اخیر فیصلہ پر غور کریں کہ جس محفل میں امام حسن علیہ السلام موجود ہوں گے وہاں سب علی علیہ السلام سے پرہیز کیا جائے گا اس مجلس میں امام حسن علیہ السلام بالنفس النفیس موجود ہیں اور زبان دراز مروان ان کے سامنے اپنی بیہودہ سرائی اور یاوہ گوئیوں کے جوہر دکھلا رہا ہے۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ اہلبیت طاہرین علیہم السلام سے ان کے ان دیکھے قصور اور ان جانی خطا کے صلے میں اُن سے کس قدر نفرت اور بیزاری اختیار کی جائے گی اور ان کی محبت و اُلفت جو احکام الٰہی اور اقوال جناب رسالت پناہی کے مطابق واجب ثابت ہو چکی ہے کہاں تک بھلائی جائے گی مگر ان سخت کلامیوں کے جواب میں امام حسن علیہ السلام کے محاسن اخلاق پر بھی غور کرنا چاہیئے کہ پہاڑ بھی اپنے سوال کا جواب دیتا ہے اور خالی مکان بھی اپنے مخاطب کو آواز دیتا ہے مگر امام حسن علیہ السلام کا حلم اور آپ کا سکوت ایسا لاجواب اور اپنی آپ مثال ہے کہ وہ ایسی سخت اور نا قابل برداشت کلاموں کا اپنی طرف سے کوئی جواب نہیں دیتا ؎

سُن بھی لو اپنی خموشی ہے ہزار ۔۔۔ اور اس کی بدزبانی ایک ہے

مروان کی ایک اور زبان درازی کی کیفیت پر علامہ ابن سعد یُوں تحریر فرماتے ہیں

عن زراِبن سواد قال کان بین الحسن علیہ السلام وبین مروان کلام فاقبل علیہ مروان فجعل یغلظ وحسن علیہ السلام ساکت

زر ابن سواد سے مروی ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام اور مروان کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی مروان گالیاں دینے لگا امام حسن علیہ السلام چپ ہو رہے۔

اس روایت کو بھی علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے۔

اب مروان کے ایک اور بھائی صاحب کا واقعہ ملاحظہ ہو ملّا مجلسی علیہ الرحمہ جلاء العیون میں لکھتے ہیں جسکے ترجمہ کی بلفظہ عبارت یہ ہے۔

ایک روز امام حسن علیہ السلام اپنے گھوڑے پر تشریف لئے جاتے تھے ایک مرد شامی آپ کے سامنے آیا اور دشنام و نا سزا بہت کچھ آپ کو کہا حضرت نے جواب اس کا نہ دیا یہاں تک کہ وہ اپنے کلام سے فارغ ہوا پس امام حسن علیہ السلام نے اس کی جانب دیکھکر اسکو سلام کیا اور تبسم فرما کر ارشاد فرمایا اے پیر مرد مجھے گمان ہے کہ تو مرد غریب ہے اور گویا چند اُمور میں تجھے شک ہوا ہے اگر تو مجھ سے کسی چیز کا سوال کرے تو میں تجھے عطا کروں گا اگر مجھ سے طلب ہدایت کرے تو تجھ کو ہدایت کروں اگر مجھ سے سواری مانگے تو تجھے سواری دے دوں اگر تو بھوکا ہے تو سیر کروں اگر ننگا ہے تو کپڑے پہنا دوں اگر محتاج ہے تو فی الحال غنی کردوں اگر تجھے کسی نے نکالدیا ہے تو میں تجھکو پناہ دوں اگر کوئی حاجت رکھتا ہے میں اس کو بر لاؤں اپنا سامان اُٹھا لا اور میرے گھر چلکر میرا مہمان ہو تو تیرے لئے بہتر ہوگا اس لئے کہ ہمارا گھر وسیع ہے اور جو

درکار ہوگا وہ سب میرے پاس موجود ہے جب اس مرد شامی نے حضرت کا کلام سُنا تو یکا یک رونے لگا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ زمین پر خلیفۂ خدا اور نائب رسولؐ ہیں اور خدا خوب واقف ہے کہ خلافت و رسالت کے لئے کون جگہ لائق ہے قبل اس کے میں آپ کو اور آپ کے باپ کو سب سے زیادہ دشمن رکھتا تھا اور اب سب خلق سے زیادہ آپ مجھے محبوب ہیں پس وہ شخص اپنا سامان حضرت کے گھر لایا اور جب تک مدینہ میں رہا امام حسن علیہ السلام کا مہمان رہا۔ ترجمہ جلاء العیون ص ۲۵۵ جلد ایک۔

باختلاف قصیرہ یہ روایت کتاب مطالب السئول میں حضرت عائشہ سے بھی منقول ہے دیکھو فضل المبین ص ۳۸
یہ وہ صفات مخصوصہ ہیں جن کی نظیر سے انسان کی طبیعت عموماً خالی پائی جاتی ہے اور ممکن نہیں کہ ہم ایسی کریم النفسی اور تحمل کی مثال اپنے موجودہ زمانے میں پیدا کر سکیں اس جیسے بہت سے واقعات ہمارے پیش نظر ہیں جن کو ہم اپنے سلسلۂ بیان میں آسانی سے درج کر سکتے ہیں مگر چونکہ اخلاق آئمہ طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کا مسئلہ ایسا ہی مسلمہ امر اور متواترات سے ہے جس سے کسی کو انکار نہیں اس لئے ہم اس سے زائد تفصیل کو مناسب نہیں سمجھتے مگر اسی ضمن میں عمیر ابن اسحٰق کی اس رائے کو جو انہوں نے امام حسن علیہ السلام کے محاسن اخلاق کی نسبت تحریر فرمایا ہے اپنے مدعا کے لئے کافی سمجھ کر ذیل میں لکھے دیتے ہیں۔

عن عمیر ابن اسحاق قال ما تکلّم عندی احد کان احبّ الیّ اذا تکلم ان یسکت من الحسن علیہ السلام ما سمعت منہ کلمۃ فحش قط الامرۃ فانہ کان بین الحسن علیہ السلام و عمر ابن عثمان خصومۃ فی ارض بعرض الحسن علیہ السلام امرا لم یرضہ عمر فقال الحسن علیہ السلام فلیس عندنا الّا ما زعم انفہ قال فھذہ اشد کلمۃ فحش ما سمعتہا منہ قط اخرجہ بن سعد

عمیر ابن اسحٰق کہتے ہیں کسی نے میرے پاس گفتگو نہیں کی کہ مجھے بھلی معلوم ہوئی ہو جبکہ جناب امام حسن علیہ السلام بات کرنے لگتے تو اس کا (مخاطب کا) چپ رہجانا حضرت کے سامنے البتہ بھلا معلوم ہوتا تھا میں نے کبھی کوئی فحش کلمہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی زبان سے نہیں سُنا ایک دفعہ جناب امام حسن علیہ السلام اور عمر ابن عثمان میں ایک زمین کی نسبت جھگڑا تھا جناب امام حسن علیہ السلام نے ایک امر پیش کیا عمر ابن عثمان اس پر راضی نہیں ہوا امام حسن علیہ السلام نے فرمایا ہمارے پاس ان کی ناک پر مٹی ڈالنے کے سوا اور کوئی امر نہیں ہے۔

عمر ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ گویا یہ بہت بڑا فحش کلمہ تھا جو میں نے آج تک جناب امام حسن علیہ السلام سے سُنا تھا
حکیم سنائی جو سواد اعظم اہلسنت میں حامی شریعت ہونے کے علاوہ ہادئی طریقت ہیں اپنی کتاب حدیقہ میں بذیل تذکرہ معاویہ ابن ابی سفیان یوں رقمطراز ہیں۔ وھو ہذا

خال ما بود خصم ما حالی ... لیک خالے ز خیر ہا خالی
خال مشکیں نہ بود بر خورشید ... خال بر دیدہ بود لیک سپید

آنکه مرد دہا و تلبیس است / آن نه خال و نه عم که ابلیس است
وانکه خوانی کنون معاویه اش / وانکه در ہاویه است زاویه اش
شیر حق زین جہان بپرہیزد / سگ بود کز کلیجه نگریزد
تابش روح خواہد و قفت صدر / روز خود بدر خواہد و شب قدر
آنکه خیرابله و منافق نیست / شرم مخلوق و ترس خالق نیست
کرده خصمان او چه بنده چه حر / مطبخ این جا و دوزخ آن جا پر
بہر گردی بزیر چرخ کبود / کیسه پرکاسه پر تواند بود
چه خطر دارد آل بوسفیان / که برآرند نام شان بزبان
آل مروان و آل سفله زیاد / که نرفتند جز براه عناد
یا علیؑ کی بود مخنث دوست / کی زبیر عوام با بت اوست
دره دین یک زیاد بداند / طاغیان ہم چو قوم عاد بد اند
دور دور اند در نہاد و سرشت / باغبانش زباغ ہائی بہشت
دین چو باغی میان خوف و رجا / طمع لقمه دان و بیم قفا
ہرکه او بر علیؑ بردن آید / روز محشر بگو که چون آید
ہرکه باشد خوارج و ملعون / واجب آنست کش بریزی خون
پس تو گوئی که حزم و حلم و وقار / بود با حالت معاویه بار
بغی کردن براد حلیمی نیست / علیؑ آزردن از حکیمی نیست
مصطفی گاه رفتن از دنیا / چون به پیچید منزل عقبی
جمله اصحاب مرد را گفتند / که چه بگذاشتی برآشفتند
گفت بگذاشتم کلام الله / عترتم را نکو کنید آن گاه
آنکه زابلیس حیله جوید و غدر / او مر ادریس را چه داند قدر
نه علیؑ از حسان زبون بودی / شیر با گاومیش چون بودی
صورت ملک را که روح نداشت / از پئی مرد صورتی بگذاشت
ملک معنی گرفت و نیک براند / آیتی عزل این جہان برخواند
نشوی غافل از بنی ہاشم / وز ید الله فوق ایدیہم
داد حق شیر این جہان ہمه را / جز دطامش نه داد فاطمه را
دور کرد آن دو گیر ناخوش را / سیر کرد آن دو گونه آتش را

جانب ہر کہ با علیؑ نہ نکو است — درد کان دماغ شش پہلو است
گند از بہر بوت و باد بروت — سینہ را ہم چو قلعہ الموت
از برائے دو سیر روغن گاؤ — معدہ چوں آسیہ گلو چوں ناؤ
خال ما داد بہر دُنیا را — زہر سر نور چشم زہراء را
گر ہمی خال باید ست ناچار — بود بو بکر را تو خال انگار
عائشہ بہتر است خواہر او — خال ما بہ بود برادر او
حفصہ و زینب و دوم زینب — آنکہ اورا خزیمہ بود شاب
باز میمونہ بود و ریحانہ — کہ شد آراستہ بد و خانہ
چوں قتادی بدخت ابو سفیان — کہ از و گشت خانداں ویراں
ایں ہمہ جفت مصطفےٰ بودند — جملگے مادران ما بودند
ہر یکے را برادراں بودند — مصطفےٰ را بسانِ جاں بودند
از چہ مخصوص شد بجائے ما — ابن سفیان زیاں حالے ما
جائے تطویل نیست در گفتار — اقتصار اندریں سخن پیش آر
اے سنائی سخن دراز مکش — کوتہی بہ ز قصہ ناخوش

کرم وجود

علم و حیا کے بعد اب حضرت کے جود و سخاوت کے چند واقعات ذیل میں قلمبند ہوتے ہیں علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں حافظ ابو نعیم کی حلیۃ الاولیا سے نقل کرتے ہیں۔

وقاسم للہ مالہ ثلاث مرات حتی انہ کان نعلا و یقیسمک نعلا و یعطی خفا و یقیسمک خفا

آپ نے اپنے کل مال کو تین بار راہ خدا میں لٹا دیا اور دو دفعہ اپنا نصف مال بخش دیا یہاں تک کہ اپنے پاؤں کی ایک نعلین رکھ لی اور ایک راہ خدا میں دیدی۔

امام [illegible] مرآۃ الجنان میں اس کی نسبت یہ عبارت لکھی ہے۔

انہ خرج للہ تعالیٰ من مالہ ثلاث مرات وشاطرہ مرتین حتے فی نعلہ امام موصوف ایک دوسرا واقعہ [illegible] ہیں

[illegible] سائل [illegible] خمسین الف درھم وخمسمائۃ دینا ر وقال ایت بحمال یحمل لک [illegible] ساتہ وقال بکرت کرام الجمال من قبلی

ایک شخص نے امام حسن علیہ السلام سے کچھ مانگا آپ نے اس کو پچاس ہزار درہم اور پانسو دینار عنایت فرمائے اور کہا حمال کو لے آ کہ اٹھا کر لے جاوے وہ حمال کو لے آیا آپ نے اس حمال کو اپنی عبا اُتار کر دیدی اور ارشاد فرمایا کہ مزدور کی مزدوری بھی ہمارے ہی پاس سے ہونی چاہیئے۔

نورالابصار کے ذی اعتبار مولف ذیل کا واقعہ لکھتے ہیں۔

ان رجلا ساله وشکا الیه حاله فدعا الحسن علیه السلام وکیله وجعل یحاسبه علی نفقاته ومقبوضاته حتی استقصاها فقال هات الفاضل فاحضر خمسین الف درهم ثم قال مافعلت بالخمس مائة دینار التی معك قال عندی قال فاحضرها فلما حضرها دفع الدراهم والدنانیر الیه واعتذر منه

ایک شخص نے جناب امام حسن علیہ السلام سے کچھ مانگا اور اپنے حال زار کی شکایت کی آپ نے اپنے وکیل کو بلا بھیجا اور آپ اس سے اپنی آمدنی اور خرچ کی جانچ کرنے لگے یہاں تک کہ تمام جانچ ہو چکی تو آپ نے اپنے وکیل سے پوچھا اب جو کچھ اور فاضل ہو وہ لے آ وہ پچاس ہزار درہم لے آیا پھر آپ نے فرمایا کہ تیرے پاس پانچ سو دینار بھی تو تھے وہ تو نے کیا کئے وکیل نے عرض کی وہ میرے پاس موجود ہیں آپ نے فرمایا ان کو حاضر کر جب اس نے حاضر کئے پھر آپ نے وہ سب درہم و دینار اس سائل کو دے دیئے اور پھر اس سے عذر خواہی بھی کی۔

پھر نورالابصار کے مولف ایک دوسرا واقعہ لکھتے ہیں۔

ومن کرمه مانقل عنه انه سمع رجلا یسال الله ربه ان یرزقه عشرة الاف درهم ثم انصرف الحسن علیه السلام الی منزله وبعث بها الیه

جناب امام حسن علیہ السلام کے جود و کرم کی نسبت نقل ہے کہ آپ نے سنا ایک سائل خدائے جل جلالہ سے دس ہزار درہم مانگ رہا ہے آپ وہاں سے گھر لوٹ پڑے اور اس کے پاس دس ہزار درہم بھجوا دیئے

امام حسن علیہ السلام کے جود و کرم کے متعلق یہ ایسے بے نظیر اور بے عدیل مضامین ہیں جن کی مثال سے دنیا کی تاریخیں بالکل خالی ہیں انہیں جیسے اور چند واقعات ہم ذیل میں قلم بند کرتے ہیں۔

ایک سائل نے امام حسن علیہ السلام سے سوال کیا حضرت نے حکم دیا کہ اس سائل کو چار سو درہم دیدیئے جائیں کاتب نے سہواً چار سو دینار لکھ دیئے جب وہ نوشتہ مہر کے لئے حضرت کے پاس آیا تو آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ یہ ہمارے کاتب کی بخشش ہے پس چار ہزار درہم اور اضافہ فرما کر اس نوشتہ پر اپنی مہر ثبت فرمائی۔

اس روایت کو علامہ ابن حجر نے صواعق میں اور علامہ السلیمان الحنفی القندوزی نے اپنی معتبر کتاب المودۃ فی القربیٰ میں مختلف طریقوں سے درج کیا ہے۔

جب جناب امام حسن علیہ السلام نے جعدہ بنت الاشعث کو جس نے حضرت کو آخر میں زہر پلا کر شہید کیا تزویج فرمایا تو پانچ سو درہم واسطے مہر کے مطابق سنت مقرر فرمایا اور پھر ایک ہزار درہم بخشش کے طور پر عنایت فرمائے۔

جناب امام حسن علیہ السلام کو معاویہ نے طلب کیا جب آپ کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا کہ کسی علاقہ سے خراج میں بہت سا مال و متاع آیا ہے اور محاسب اس کی فہرست طیار کر رہا ہے جب محاسب نے فہرست طیار کر لی تو وہ فہرست معاویہ کو دیدی اور معاویہ نے اپنے اظہار کرم و سخاوت کی غرض سے جناب امام حسن علیہ السلام کو دیدی آپ نے لے لی جب اس صحبت سے آپ محلسرا کی طرف تشریف لے جانے لگے تو معاویہ کے خادموں میں سے ایک خادم نے آپ کی نعلین اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دی آپ نے وہ فہرست جو ابھی آپ کے دست مبارک میں تھی بجنسہا اسکے حوالہ فرما دی اور محلسرا کی طرف واپس آئے

جب معاویہ شام سے مدینہ میں آیا تو ایک دن دربار عام کر کے تمام اشراف مدینہ کو بلایا اور ہر شخص کو اسکی لیاقت کے مطابق پچاس ہزار درہم سے لے کر سو ہزار درہم تک عطا و بخشش کئے پس جناب امام حسن علیہ السلام اخیر مجلس میں تشریف لے آئے معاویہ نے اپنے اظہار سخاوت کی غرض سے کہا کہ آپ دیر کر کے اس لئے مخصوص تشریف لائے ہیں کہ جب میرے پاس کچھ نہ رہے اور میں آپ کو کچھ نہ دے سکوں تو لوگ اس حال کو مشاہدہ کر کے مجھے بخیل کہیں یہ کہکر وہ اپنے خزانچی کے پاس گیا اور کہا کہ جس قدر رقم کہ اس وقت تک سب لوگوں کو دے دی جاچکی ہے اتنی ہی رقم جناب امام حسن علیہ السلام کو دیدیجائے خزانچی سے یہ تاکید کر کے امام حسن علیہ السلام سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا کہ دیکھو میں پسر ہند ہوں امام حسن علیہ السلام اس کے اصلی مطلب کو سمجھ گئے خزانچی کی طرف متوجہ ہوئے اور باواز بلند پکار کر فرمایا کہ جا یہ ساری رقم میں نے اپنی طرف سے تجھے ہبہ کر دی معاویہ سے کہدے کہ میں پسر سیدہ نساء العالمین فرزند بضعتہ خیر المرسلین سلام اللہ علیہم اجمعین ہوں۔ ترجمہ جلاء العیون ص ۲۵۵

مروان کی بدسلوکیاں زبان درازیاں اور گستاخیاں اور اس کی عام بداخلاقیاں جو اس نے حضرت امام حسن علیہ السلام کی شان میں جائز رکھی تھیں وہ اوپر کے واقعات سے ظاہر ہو گئیں اب اسی مروان کے ساتھ کرم و سخاوت اور خلق و مروت کے محاسن سلوک جو امام حسن علیہ السلام نے قائم رکھے وہ ذیل کے واقعہ سے روشن ہے۔

ایک دن مروان اپنی صحبت میں اپنے احباب سے کہنے لگا کہ مجھ کو جناب امام حسن علیہ السلام کی سواری کا خچر بہت پسند ہے اس کو میں کسی ترکیب سے لینا تو چاہتا ہوں مگر اپنی طرف سے مانگنا گوارا نہیں کرتا۔ ابن ابی عتیق نے کہا کہ اگر میں تجھے دلادوں تو تو اقرار کر کہ تو میری تیس حاجتیں برلائے گا مروان نے کہا البتہ ابن ابی عتیق نے کہا کہ کل جس وقت تیری صحبت میں لوگ جمع ہوں تو امام حسن علیہ السلام کو تم ضرور

بلا بھیجنا میں ان کے سامنے قبائل قریش کی تعریف کروں گا اور امام حسن علیہ السلام کا کوئی ذکر نہیں کروں گا تو تم مجھ سے اس کا سبب دریافت کرنا پھر میں اپنی بات بناؤنگا غرض یہ صلاح تو اس دن ٹھہر گئی دوسرے دن جب مروان کی صحبت گرم ہوئی تو جناب امام حسن علیہ السلام حسب صلاح بلائے گئے آپ تشریف لائے تو ابن ابی عتیق نے فضائل و مناقب قریش بیان کرنے شروع کر دیئے جب خاتمہ پر پہنچا تو مروان نے ٹوکا کہ تو نے تمام قریش کے محامد اوصاف بیان کئے اور رئیس قریش امام حسن علیہ السلام کا کچھ ذکر نہیں کیا ابن ابی عتیق نے جواب دیا کہ میں نے صرف اشراف قریش کے اوصاف بیان کئے ہیں اگر پیغمبروں اور رسولوں کے مناقب و مدارج بیان کرتا تو البتہ حضرت کا بھی ذکر کرتا اور آپ کا نام سب پر مقدم رکھتا اسوقت اتنا ہی ذکر ہوکر رہگیا جب وہ صحبت برخاست ہو گئی تو امام حسن علیہ السلام باہر تشریف لائے اور چاہا کہ اپنے "خچر" پر سوار ہوں تو ابن ابی عتیق آپ کے ہمراہ دروازے تک آکر آپ کو سوار کرنے لگا امام حسن علیہ السلام اس کے دلی مطلب کو سمجھ گئے متبسم ہوکر فرمایا تو کیا چاہتا ہے اس نے عرض کی میں آپ کے خچر پر سوار ہونا چاہتا ہوں امام حسن علیہ السلام خچر پر سے فوراً نیچے اتر آئے اور اپنے خاصہ کا خچر اس کو عنایت فرمایا۔

ایک شخص امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اے فرزند امیر المومنین علیہ السلام میرا ایک دشمن ہے وہ بڑا بے رحم اور ستمگار ہے بڈھوں کی حرمت و عزت نہیں کرتا اور بچوں پر رحم و شفقت نہیں فرماتا یہ سنکر امام حسن علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ وہ تیرا دشمن کون ہے کہ میں تیرا اس سے توں اس نے کہا یا حضرت وہ دشمن میرا میری تہیدستی اور پریشانی ہے حضرت نے تھوڑی دیر کے لئے سر جھکا لیا پھر خادم کو بلا کر فرمایا کہ جو کچھ مال میرا بچا ہو حاضر کر خادم پانچہزار درہم لایا حضرت نے وہ سب رقم اس مرد سائل کو دے ڈالی اور اس کو قسم دیدی کہ جس وقت تجھ کو تیرا یہ دشمن ستائے تو تو اس کی شکایت مجھ سے کرنا کہ میں اس کے ستم کو تجھ سے دفع کردوں گا ترجمہ جلاء العیون ص ۲۵۶

نور الابصار کے معتبر مولف تحریر فرماتے ہیں:-

قیل للحسن علیہ السلام لای شئ نراک لا ترد سائلا وانکتب علے فاقۃ فقال انی للہ سائل وفیہ راغب وانا استحیی ان اکون سائلا وارد سائلا وان اللہ تعالیٰ عودنی عادۃ عودانی ان نفیض نعمتہ علے دعوتہ انا افیض نعمتہ علے الناس ان تفیض نعمتہ علے الناس فاخشے ان قطعت العادۃ ان یمنعنی العادۃ وانشد ؎

اذا ما اتانی سائل قلت مرحبا ۔۔۔ بمن فضلہ فرض علی معجل

ومن فضلہ فضل علی کل فاضل ۔۔۔ وافضل ایام الفتی حین یفضل

جناب امام حسن علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ آپکو ہم دیکھتے ہیں کہ باوجودیکہ آپ فاقہ سے رہتے ہیں تو

بھی سائل کو رد نہیں کرتے آپ نے فرمایا میں خدا کی درگاہ کا سائل ہوں اور خدا سے مانگنے والا ہوں اور مجھے حیا آتی ہے کہ خود سائل ہو کر سائل کو رد کروں خداوند تعالیٰ نے میرے ساتھ یہ عادت جاری کی ہے کہ وہ اپنی نعمتیں مجھے بھیجتا ہے اور میں نے یہ عادت کی ہے کہ اس کی فرستادہ نعمت اس کی مخلوق پر بھیجتا رہوں پس میں ڈرتا ہوں کہ عادت اللہ کی منقطع نہو جائے اگر میں اپنی عادت ترک کردوں پھر یہ اشعار منظوم فرمائے ؎

جب میرے پاس سائل آتا ہے تو میں اس کے لئے مرحبا کہتا ہوں اس کے فضل ہی سے مجھ پر فضل جلدی ہوتا ہے اور اسی کے فضل سے ہر ایک فاضل کو فضیلت ہے اور جوانمرد انسان کی عمر میں وہ حصہ نہایت ہی افضل ہے جس میں کہ وہ بخشش کرتا ہے ؏

متعلق جود و کرم

نزہتہ المجالس کے ذی قدر مصنف تحریر فرماتے ہیں:- جاءت جاریۃ للحسن علیہ السلام تحیّۃ بشئ من الریحان فقال انت حرّۃ لوجہ اللہ فقیل لہ جاءتک جاریۃ بریحان فاعتقھا فقال قال اللہ تعالیٰ واذا حییتم بتحیّۃ فحیّوا باحسن منھا ایک کنیز نے امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر پھول ہدیۃً پیش کیا آپ نے اس کنیز سے فرمایا کہ تو خالصۃً للہ آزاد ہے لوگوں نے کہا کہ کنیز پھول ہدیہ لائی اور آپ نے اس کو آزاد کر دیا اس کا کیا سبب ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ جلشانہ نے فرمایا ہے کہ جس وقت ہدیہ دیئے جاؤ تم ساتھ کسی چیز کے پس ہدیہ دو تم بہتر اس سے۔

صواعق محرقہ اور اسعاف الراغبین میں ہے:-

ومنھا ای من وقائع کرم الحسن علیہ السلام ما رواہ المدائنی قال خرج الحسن والحسین وعبد اللہ ابن جعفر حجاب فقلنتم اثقالھم فجاعوا وعطشوا النظر والعجوز فی خباء فقالوا ھل من شراب قالت نعم فاناجوا رھا البسر الا شویتہ فی کسر الخیمۃ فقالت اجلسوا وامذ قوا لبنھا ففعلوا ذالک وقالوا لھا ھل من طعام قالت لا الا ھذہ الشاۃ فلیذبحھا احدکم حتی اھئ لکم ما تاکلون فقام الیھا احدھم فذبحھا وکشطا ثم ھیئات لکم طعاما فاکلوا وقاموا حتی ابردوا فلمّا ارتحلوا قالوا لھا نحن نفر من قریش نرید ھذا الوجہ فاذا رجعنا سالمین فالمی بنا فانا صانعون الیک خیرا ثم ارتحلوا واقبل زوجھا فاخبرتہ عن القوم والشاۃ فغضب الرجل وقال ویحک تذبحین شاتی لا قوام لا تعرفینھم ثم تقولین نفر من قریش ثم بعد مدّۃ الجائتھا الحاجۃ الی دخول المدینۃ فدخلاھا وجعلا ینقلان البعر الیھا ویبیعانہ و

ودعیشان منه فمرّت العجوز فی بعض سکک المدینة فاذا الحسن علیه السلام علی باب داره جالس
فعرفت العجوز وهو له منکرة فبعث الحسن غلامه فردّها فقال لها یا امة الله تعرفینی قالت
لا قال انا ضیفك یوم کذا وکذا فقالت بابی انت وامّی فامر الحسنؑ فاشتری لها من شاة
الصدقة الف شاة وامر لها بالف دینار وبعث بها غلامه الی اخیه الحسین علیه السلام فقال
بکم وصلك الاخ الحسن فقالت بالف دینار والف شاة فامر لها الحسین بمثل ذالك ثم
بعث بها الی غلامه عبدالله ابن جعفر فقال بکم واصلك الحسن والحسین علیهما السلام
فقالت بالفی دینار والفی شاة فامر لها عبدالله ابن جعفر بالفی دینار والفی شاة وقال لو بدأت بی
لاتبعتهما فرجعت العجوز الی زوجها باربعة الاف شاة واربعة الاف دینار

مدائنی نے کہا ہے کہ سفر کیا جناب امام حسن علیہ السلام و امام حسین و عبداللہ ابن جعفر علیہما السلام نے حج کی غرض سے اور اتفاقاً ان حضرات کے وہ شتر جن پر زاد راہ بار تھی گم ہوگئے پس یہ بزرگوار گرسنہ اور تشنہ لب ہوئے اور اس حالت میں ایک ضعیفہ تک پہنچے جو اپنے خیمہ میں تھی اور اس ضعیفہ سے انہوں نے کہا کہ آیا کوئی شربت ہے (پانی دودھ) یا مثل اس کے، اس ضعیفہ نے کہا کہ ہاں موجود ہے پس ان صاحبوں نے اپنے شتران سواری وہاں بٹھلایا اور حال یہ تھا کہ وہاں کوئی اور چیز سوائے ایک چھوٹی سی بکری کے نہیں تھی جو خیمہ کے ایک گوشے میں بندھی ہوئی تھی اس ضعیفہ نے کہا کہ اس بکری کا دودھ دوہ کر اس میں پانی ملاؤ اور پیو پس ان حضرات نے ایسا ہی کیا اور پھر اس ضعیفہ سے کہا کہ آیا کچھ کھانا ہے اس نے کہا کہ بجز اس بکری کے اور کوئی چیز نہیں ہے آپ لوگوں میں سے ایک شخص اس کو ذبح کرے تاکہ میں آپ لوگوں کے لئے خورش تیار کروں پس ان حضرات نے اس بکری کو ذبح کیا اور کھال جدا کی پھر اس ضعیفہ نے طعام ان کے لئے مہیا کیا پس انہوں نے طعام نوش فرمایا اور قیام کیا یہاں تک کہ وقت خنک داخل ہوئے پس جس وقت انہوں نے وہاں سے کوچ کیا تو اس ضعیفہ سے کہا کہ ہم لوگ قریش سے ہیں اور ارادہ حج رکھتے ہیں جس وقت ہم سالم لوٹیں تو تم ہمارے یہاں آؤ ہم تمہارے ساتھ نیک سلوک کریں گے پھر روانہ ہوگئے شوہر اس ضعیفہ کا اپنے مکان پر آیا تو اس ضعیفہ نے اس بکری کے ذبح اور ان صاحبوں کے آنے کا اور طعام نوش فرمانے کا حال بیان کیا اس کا شوہر غصّہ ہوا اور کہا کہ وائے ہو تجھ پر کہ تونے ذبح کیا میری بکری کو مسافروں کے لئے اور نہ نشان دیا تو نے مجھکو ان کا مگر صرف اتنا کہ وہ چند آدمی قبیلہ قریش سے تھے اس کے بعد اتفاق ایام سے کوئی ضرورت ان دونوں زن و شوہر کو مدینہ میں لائی تو انہوں نے یہ اختیار کیا کہ مینگنیاں جمع کرکے لاتے اور اس کو فروخت کرکے زندگی بسر کرتے ایک روز گذر اس ضعیفہ کا مدینہ کے بعض کوچوں میں ہوا ناگاہ امام حسن علیہ السلام اپنے دروازہ پر بیٹھے تھے امام حسن علیہ السلام نے اس ضعیفہ کو پہچانا مگر وہ حضرت کو نہ پہچان سکی حضرت نے اپنے غلام کو بھیجا اور وہ اس کو آپ کی خدمت میں بلا لایا آپ نے اس ضعیفہ سے پوچھا کہ

اے کنیز خدا تو مجھ کو پہچانتی ہے اُس نے کہا نہیں حضرت نے فرمایا کہ میں فلاں روز تیرا مہمان ہوا تھا ضعیفہ نے کہا ہاں میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں پس آپ نے حکم فرمایا کہ ہزار بکریاں صدقے کی اس کے لئے خریدی گئیں اور معہدہ ہزار دینار بھی اسکو دیئے گئے اور پھر اپنا غلام اس کے ساتھ کر کے اپنے بھائی جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا امام حسین علیہ السلام نے اس سے دریافت کیا کہ بھائی صاحب نے تم کو کس قدر عطا کیا ہے اس نے عرض کیا کہ ہزار بکریاں اور ہزار دینار پس آپ نے بھی اسیقدر عطا فرمایا پھر ضعیفہ کو اپنے غلام کے ساتھ عبد اللہ ابن اجعفرؓ کی خدمت میں بھیجا انہوں نے بھی دریافت کیا کہ حضرت حسن وحسین علیہما السلام نے تم کو کس قدر عطا کیا ہے کہا کہ دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریاں پس حضرت عبد اللہ نے بھی اس کے واسطے دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار کا حکم کیا اور فرمایا اگر تو پہلے میرے پاس آئی ہوتی تو میں اتباع حضرات حسنین علیہم السلام نکرتا پس وہ ضعیفہ اپنے شوہر کے پاس مع چار ہزار دینار اور چار ہزار بکریوں کے واپس گئی۔

فصول المہمہ مطالب السئول اور **نور الابصار** کے معتبر مولفین جناب امام حسن علیہ السلام کی جامعیت اور کمال علمیہ کے ثبوت میں ذیل کا واقعہ تحریر فرماتے ہیں۔

روی الامام ابو الحسن علی ابن احمد الواحدی رحمۃ اللہ فی تفسیرہ المسمّی بالوسیط ما یرفعه بسندہ ان رجلاً قال دخلت مسجد المدینة فاذا انا برجل یحدث عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آله وسلم والنّاس حوله فقلت اخبرنی عن شاھد ومشھود فقال نعم امّا الشاھد فیوم الجمعة و امّا المشهود فیوم عرفة فجزته الی اٰخر یحدث عن رسولؐ اللہ فقلت اخبرنی عن شاھد و مشھود فقال نعم امّا الشاھد فیوم الجمعة و اما المشهود فیوم النحر فخبرتھما الی غلام اٰخر وجهه کالدینار وھو یحدث عن رسولؐ اللہ فقلت اخبرنی عن شاھد ومشھود فقال نعم امّا الشاھد محمّد و امّا المشهود فیوم القیامة اما سمعته عز وجل یقول یا ایّها النّبی انّا ارسلناك شاھدا ومبشرا و نذیرا وقال اللہ تعالیٰ ذالك یوم مجموع له الناس و ذالك یوم مشھود فسالت عن الرّجل الاوّل فقالوا ابن عباسؓ وسئالت عن الثانی فقالوا ابن عمر وسئلت عن الثالث فقالوا الحسنؑ ابن علےؑ ابن ابیطالب علیھما السلام فکان قول الحسن علیه السلام احسن

امام ابو الحسن علی ابن واحدی اپنی تفسیر مسمّی بہ وسیط میں اپنے اسناد سے روایت کرتے ہیں کہ کہا ایک مرد نے کہ داخل ہوا میں مسجد مدینہ میں ناگاہ دیکھا میں نے کہ ایک مرد کے قریب ہوں اور وہ حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتا ہے اور لوگ اس کے گرد جمع ہیں میں نے اس سے پوچھا کہ خبر دے مجھکو شاہد و مشہود سے (یعنی شاہد و مشہود سے تنزیل میں کیا مراد ہے) اس نے جواب دیا کہ شاہد روز جمعہ اور مشہود روز عرفہ ہے پس میں اس کو چھوڑ کر دوسرے کے پاس گیا کہ وہ بھی حدیث رسولؐ بیان کرتا تھا میں نے اس

سے کہا کہ مجھکو شاہد و مشہود سے خبر دے اس نے کہا کہ شاہد یوم جمعہ ہے اور مشہود یوم قربانی ہیں میں اُنکو
چھوڑ کر ایک لڑکے کے پاس گیا جس کا چہرہ مثل دینار کے چمکتا تھا اور حدیث رسولؐ بیان کرتا تھا اس سے
میں نے کہا خبر دے مجھکو شاہد و مشہود سے پس کہا اس نے کہ شاہد محمد صلے اللہ علیہ وآلہ اور مشہود روز قیامت
ہے آیا نہیں سنا تو نے کہ فرمایا جناب باری عز اسمہ نے یا ایہا النبی انا ارسلناك شاھدا و مبشرا
ونذیرا اور فرمایا قیامت کے بارہیں خدائے سبحانہ تعالے نے کہ ذالك یوم مجموع له الناس و
ذالك یوم مشهود پس دریافت کیا میں نے مرد اول کو یعنی جس سے میں نے پہلے ملاقات کی تھی کہ یہ کون
ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ ابن عباس ہیں اور دوسرے کی نسبت پوچھا تو لوگوں نے کہا کہ ابن عمر ہیں جب تیسرے
شخص کے حال کا مستفسر ہوا تو لوگوں نے کہا کہ وہ حسنؑ ابن علی ابن ابی طالب علیہما السلام ہیں پس قول
جناب امام حسن علیہ السلام کا احسن تھا۔

پھر انہیں کتابوں میں آپ کی **جامعیت** اور **فصاحت و بلاغت** کا یہ واقعہ لکھا ہے:۔

نقل انه یوما اغتسل وخرج من داره فی حلة فاخرة وبزة وطاهرة بمحاسن سافرة وقسمات
ناضرة ونفحات ناشرة ووجهه یشرق حسنا وشکله قد کمل صورة ومعنی والاقبال یلوح من
اعطافه ونضرة النعیم تعرف من اطرافه وقاضی القدر قد حکم ان السعادة من اوصافه
ثم رکب بغلة فارهة غیر قطوف وسار مکتنفا من حاشیة وغاشیة بصفوف فلو
شاهده عبد مناف لارغم بمفاخرته به معاطس انوف وعده وجده لاحراز خصل الفخار
یوم التفاخر بالوف فعرض له فی طریقه من محاویج الیهود هم فی هدم قد انهکته العلة
وارتکبته الذلة واهلکته القلة وجلده یستر عظامه وضعفه یقید اقدامه وضره قد
ملك زمامه وسوء حاله قد حبب الیه حمامه وشمس الظهیرة تشوی شواه واخمصه
تصافح ثری ممشاه وعذاب عری قد عراه وطول طواه وهو حامل جر مملوا علی مطاه
وحالة تعطف علیه القلوب القاسیة عند مراة فاستوقف الحسن علیه السلام وقال یا بن
رسول الله صلے الله علیه وآله وسلم انصفنی فقال فی ای شیء قال جدك یقول الدنیا
سجن المومن وجنة الکافر وانت مومن وانا کافر فما اری الدنیا الا جنة لك تتنعم فیها
وتستلذ بها وما اراها الا سجنا لی قد اهلکنی ضرها واتلفنی فقرها فلما سمع الحسن علیه السلام
کلامه اشرق علیه نور التائید فاستخرج الجواب الحق بفهمه من خزانة علمه واوضح
الیهودی خطاء ظنه وخطل زعمه فقال یا شیخ لو نظرت الی ما اعد الله تعالی للمومنین
الذین تتجافی جنوبهم عن المضاجع من نعیم الجنان والخیرات الحسان فی الدنیا والآخرة
مما لا عین رأت ولا اذن سمعت لعلمت انی قبل انتقالی الیه فی هذه الدنیا فی

میمن ضنك ولو نظرت الی ما اعد اللہ لك ولکل کافر فی الدنیا والآخرة من سعیر نار الجحیم ونکال العذاب المقیم لرائت انك قبل مصیرك الیه الان فی جنة واسعة ونعمة جامعة فانظر الی هذا الجواب الصادع بالصواب کیف تفجرت بمستعذبه عیون علمه وانبعثت بمستقر به فنون فهمه فیاله جوابا ما امتنه وصوابا ما ابینه وخطابا ما احسنه صدر عن علم مقتبس من مشکوٰة نور النبوة وتائید موروث من آثار معالم الرسالة

منقول ہے کہ ایک روز حضرت امام حسن علیہ السلام نے غسل فرمایا اور حلّہ فاخرہ اور لباس فاخرہ زیب جسم مطہر فرماکر دولتسرا سے باہر تشریف لائے محاسن شریف نورانی تھی اور اعضا چہرۂ مبارک تر و تازہ تھے اور خوشبوئیں حضرت سے پراگندہ ہوتی تھیں اور حسن سے روئے مبارک روشن تھا اور شکل ہمایوں کامل تھی باعتبار صورت و معنی کے اور اقبال اطراف حضرت سے نمایاں تھا اور تازگی نعمت دست و پائے حضرت سے ظاہر تھی اور قاضی قدر نے حکم لگا دیا تھا کہ سعادت بعض اوصاف آنحضرت سے ہے پھر حضرت ایک ایسے الاغ پر سوار ہوئے جو چلنے میں کمی نہیں کرتا تھا اور تشریف لے چلے حضرت اس طرح کہ حضرت کے خدام اور اصحاب صف بصف احاطہ کئے ہوئے تھے پس اگر حضرت کو عبد مناف دیکھتے تو بسبب مفاخرت کرنے کے آپ کی ذات والا سے ناکیں خاک پر رگڑ دیتے اور شمار کرتے حضرت کو تنہا برابر ہزاروں کے واسطے حاصل کرنے غلبۂ فخر کے بروز تفاخر (یعنی جبکہ آپ اس طرح با جاہ و جلال رواں تھے) راستے میں ایک بوڑھا آدمی پرانے کپڑے پہنے ہوئے محتاجین یہود سے سامنے آیا بیماری نے اس کو ضعیف کر دیا تھا اور ذلت اسیر سوار تھی اور قلت مال نے اس کو قریب ہلاکت پہنچا دیا تھا اور اس کا پوست اس کی ہڈیوں کو چھپائے ہوتا اور ضعف نے اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی تھیں اور اس کی زمام سختی ایام کے قبضۂ تصرف میں تھی اور سوء حال نے اس کو اپنی موت کا دوست کر دیا تھا اور آفتاب نیم روز اس کے چہرے کی جلد کو بھونتا تھا اور کف پائے اس کے مصافحہ کرتے تھے خاک سے عذاب غم برہنگی اس کو لاحق تھا اور طول گرسنگی نے اس کے شکم کو ضعیف اور چسپیدہ کر دیا تھا اور باایں حالت وہ ایک گھڑا بھرا ہوا اپنی پشت پر اٹھائے ہوئے تھا اسکو دیکھکر دل ہائے سخت اسپر رحم کرتے تھے اس محتاج نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو ٹھہرایا اور عرض کیا یا ابن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا انصاف کیجئے حضرت نے فرمایا کس بارے میں اس نے کہا آپ کے جد امجد فرماتے ہیں کہ دنیا مومن کا قیدخانہ اور کافر کے لئے جنت ہے اور آپ مومن ہیں اور میں کافر پس نہیں دیکھتا ہوں میں دنیا کو جنت مگر آپ کے واسطے کہ آپ اس میں متنعم ہیں اور لذت پاتے ہیں اس کے ساتھ اور نہیں دیکھتا ہوں میں اسی دنیا کو قیدخانہ مگر اپنے لئے کہ مجھ کو اس کی سختی نے ہلاک اور اس کے فقر نے تلف کر دیا ہے۔

جب امام عالی مقام نے اس کا کلام سُنا تو حضرت پر نور تائید روشن ہوا اور جواب حق بسبب اپنے فہم کے

اپنے خزانہ علم سے استخراج فرمایا اور خطائے ظن یہودی اسیر ظاہر کی اور فساد زعم اس کا اسیر عیاں کیا اور ارشاد فرمایا کہ اگر تو اس چیز پر نظر کرتا جو جناب باری عز اسمہ نے مہیا فرمائی ہے ان مومنین کے واسطے کہ جن کے پہلو خوابگاہ سے علیحدہ رہتے ہیں از قبیل نعمائے بہشت و زنان صاحب جمال دنیا و آخرت میں با ہم لیکن کہ نہ کسی کے آنکھ نے اس کو دیکھا اور نہ کسی کے کان نے سُنا تو البتہ جانتا کہ تحقیق میں قبل اس کے کہ ان نعمتوں کی طرف انتقال کروں اس دار دُنیا میں قید خانۂ تنگی میں ہوں اور اگر دیکھتا تو اس چیز کی طرف جس کو مہیا کیا ہے اللہ جلشانہ نے تیرے لئے اور واسطے ہر کافر کے سعیر نار جہیم و نکال عذاب مقیم سے تو البتہ دیکھتا تو کہ ہر آئینہ قبل جانے طرف اس عذاب کے تو اس وقت ایک جنت وسیع اور نعمت جامع میں ہے پس یا ایہا الناظرین اس جواب کی طرف نظر کریں کہ جو ظاہر کرنے والا صواب کا ہے کس طور سے اس کلام شیریں سے آنجناب کے چشمہ ہائے علم جوش زن ہیں اور کس طریقہ سے اس کلام عجیب و غریب سے شاخیں دانائی امام ہمام علیہ السلام کی بارور ہیں سبحان اللہ کیا ہی جواب متین اور کلام سراپا صواب و روشن ہے اور کیسا خطاب نیک ہے کہ صادر ہوا ہے اس علم سے جو مقتبس ہے مشکواۃ نور نبوت سے اور ظاہر ہوا ہے اس تائید سے جو موروثی ہے آثار معالم رسالت سے۔

کتاب فصول المہمہ اور مطالب السؤل میں یہ نقل درج ہے۔

فی کلامہ نقل الحافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ تعالیٰ فی حلیۃ بسندہ منہا ان علیاً سأل ابنہ الحسن علیہ السلام عن اشیاء من امر المروۃ فقال یا بنی ما السداد فقال یا ابت السداد دفع المنکر بالمعروف قال ما الشرف قال اصطناع العشیرۃ وحمل الجریرۃ قال فما المروۃ قال العفاف واصلاح المال قال فما الدقۃ قال النظر فی الیسیر ومنع الحقیر قال البذل فی العسر والیسر قال فما الشح قال ان تری ما فی یدیک سرفا وما انفقتہ تلفا قال فما الاخاء قال المساواۃ فی الشدۃ والرخاء قال فما الجبن قال الجرأۃ علی الصدیق والنکول عن العدو قال فما الغنیمۃ قال الرغبۃ فی التقوی والزہادۃ فی الدنیا ہو الغنیمۃ البارد قال فما الحلم قال کظم الغیظ وملک النفس قال فما الغنی قال رضاء النفس بما قسم اللہ تعالیٰ لہا وان قل وانما الغنی غنی النفس قال فما الفقر قال شرہ النفس فی کل شیء قال فما المنعۃ قال شدۃ الباس ومنازعۃ اعز الناس قال فما الذل قال الفزع عند المصدوقۃ قال فما العی قال العبث باللحیۃ وکثرۃ البزق عند المخاطبۃ قال فما الجرأۃ قال موافقۃ الاقران قال فما الکلفۃ قال کلامک فیما لا یعنیک قال فما المجد قال ان تعطی فی الغرم وتعفو عن الجرم قال حفظ القلب کلما استوعیتہ قال فما الخرق قال معاداتک امامک ورفعک علیہ کلامک قال فما السناء قال اتیان الجمیل وترک القبیح قال فما الحزم قال طول الاناۃ والرفق

بالولاۃ قال فما السفہ قال اتباع الدناۃ ومصاحبۃ الغواۃ قال فما الغفلۃ قال ترکک المسجد وطاعتک المفسد قال فما الحرمان قال ترکک حظک وقد عرض الیک قال فمن السید قال الاحمق فی مالہ والمتہاون فی عرضہ یشتم فلا یجیب المہتم بامر عشیرتہ ہو السید فہذہ الاجوبۃ الصادرۃ منہ علی بدیہۃ حاضرۃ ومادۃ فضل وافرۃ وفکرۃ علی استخراج الغوامض قادرۃ۔

نقل کیا ہے حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں اپنی سند سے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند حضرت امام حسن علیہ السلام سے سوال کیا ان چند چیزوں کے بارے میں جو امور مروت سے (علم الاخلاق) ہیں پس فرمایا حضرت علی علیہ السلام نے کہ اے فرزند سداد کیا ہے امام حسن علیہ السلام نے عرض کی برائی کو نیکی کے ساتھ دفع کرنے کو سداد کہتے ہیں آپ نے پوچھا شرف کیا چیز ہے عرض کی اپنے قبیلہ پر احسان کرنا اور ان کی خطا اپنے اوپر اٹھا لینا آپ نے پوچھا مروت کیا ہے عرض کی عفاف حال اور اصلاح مال کو مروت کہتے ہیں آپ نے پوچھا دقت کیا ہے عرض کی نظر کرنا تھوڑی چیز پر اور منع کرنا چھوٹی چیز کا آپ نے پوچھا کہ لوم کیا ہے عرض کی کہ مرد کا اپنے نفس کی نگہداشت کرنا اور اپنی زوجہ کی فروگزاشت فرمایا سماحت کیا ہے عرض کی سختی اور آسائی میں صرف کرنا فرمایا بخل کیا ہے عرض کی جو ہاتھ میں ہو اسکو اسراف اور جو خرچ کیا جائے اس کو تلف سمجھا جائے فرمایا کہ خویشاوندی کیا ہے عرض کی مساوی ہونا دونوں کا شدت سختی اور فراخی میں فرمایا کہ جبن کیا ہے عرض کی دوست پر جرأت کرنا اور دشمن سے بھاگ کھڑے ہونا فرمایا کہ غنیمت کیا ہے عرض کی رغبت کرنا پرہیزگاری میں اور بے رغبتی کرنا دنیا میں یہی غنیمت وہ ہے فرمایا کہ حلم کیا ہے عرض کی ضبط کرنا غصے کا اور نفس کا مالک ہونا فرمایا کہ غنی کیا ہے عرض کی راضی ہونا اس سے جو اللہ جلشانہ نے اس کی قسمت ٹھیرائی ہو اگرچہ تھوڑا ہی ہو اور بجز اس کے نہیں ہے کہ خواہش نفسانی سے علیحدہ اور بے پروا ہونا غنا ہے فرمایا فقر کیا ہے عرض کی کہ حریص ہونا نفس کا ہر چیز میں فرمایا منعہ (رفعت) کیا ہے عرض کی شدت باس اور اغر الناس سے منازعت فرمایا ذلت کیا ہے عرض کی جزع کرنا نزدیک مصیبت کے فرمایا عی (درماندگی) کیا ہے عرض کی بازی کرنا ریش سے اور کثرت سے تھوکنا وقت خطاب کے فرمایا جرأت کیا ہے عرض کی موافقت اقران سے فرمایا کلفت کیا ہے عرض کی کلام کرنا امر لایعنی میں فرمایا مجد کیا ہے عرض کی عطا کرنا حالت تاوان میں اور درگذر کرنا جرم سے فرمایا عقل کیا ہے عرض کی حفاظت قلب کی جس وقت کہ اس کو ظرف اسرار یا یادداشت بنائے فرمایا خرق (بیوقوفی) کس کو کہتے ہیں عرض کی اپنے امام کو دشمن رکھنا اور اسپر اپنے کلام کو بلند کرنا فرمایا اسنا کیا ہے عرض کی نیک باتوں کا بجا لانا اور بری باتوں کا ترک کرنا فرمایا حزم ہے عرض کی درنگ اور تامل کو طول کرنا اور حکام کے ساتھ نرمی کرنا فرمایا سفہ کیا ہے عرض کی زانیوں کی پیروی کرنا اور گمراہوں کی ہم نشینی فرمایا

غفلت کیا ہے عرض کی مسجد کو ترک کرنا اور مفسد کی اطاعت کرنا فرمایا حرمان کیا ہے عرض کی ترک کرنا احمق ہے نصیب وحصے کا جو سامنے پیش ہوا ہے فرمایا سید کون ہے عرض کی جو احمق ہے اپنے مال میں اور سستی کرتا ہے اپنی آبرو میں گالیاں کھاتا ہے اور جواب نہیں دیتا اور اپنے قبیلے کے کام میں مہتم ہے وہی سید ہے پس یہ ایسے جوابات ہیں کہ حضرت امام حسن علیہ السلام سے فی البدیہہ بغیر فکر کے صادر ہوئے ہیں شاہد ہیں آپ کی بصیرۃ باہرہ اور بدیہۃ حاضرہ پر اور گواہ ہیں آپ کے اس مادہ فضل پر جو وافر ہے اور ایسی فکر پر جو استخراج غوامض پر قادر ہے۔

تذکرہ خواص الائمہ علامہ سبط ابن جوزی سے یہ نقل تحریر کرتے ہیں۔

واما سلم الحسن علیه السلام الامر الی معاویة اقام تجهیز الی المدینة فاجتمع الی معاویة رهط من شیعته منهم عمرو بن العاص والولید بن عقبة وهو اخو عثمان بن عفان رضی الله لامه وکان علی علیه السلام وقد جلده فی الخمر وعتبه وقالوا یرید ان نحضر الحسن علی السبیل الزیارة لنخجله قبل مسیرة الی المدینة فنهم معاویه وقال انه لسن بنی هاشم فالحوا علیه فارسل الی الحسن فاستزاره فلما حضر شرعوا فتنا ولوا علیا علیه السلام والحسن ساکت فلما فرغوا الحسن حمد الله واثنی علیه وصل علی رسوله محمد صلعم قال ان الذی اشرتم الیه قد صلی الی القبلتین وبایع البیعتین وانتم بالجمیع مشرکون وبما انزل الله علی ابنیه کافرون وانه حرم علی نفسه الشهوات وامتنع اللذات حتی انزل الله فیه یا ایها الذین امنوا لا تحرموا طیبات ما احل الله لکم وانت یا معاویة ممن قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فی حقه اللهم لا تشبعه او لا اشبع الله بطنك وبات امیر المومنین یحرس رسول الله عن المشرکین وفداه نفسه لیلة الهجرة حتی انزل الله تعالی وصفه ومن الناس من یشتری نفسه ابتغاء مرضات الله ووصفه الله بالایمان فقال انما ولیکم الله ورسوله والذین امنوا المراد به امیر المومنین وقال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم انت منی بمنزلة هارون من موسی وانت اخی فی الدنیا والآخرة وانت معاویة نظر النبی الیك یوم الاحزاب فرای اباك علی جمل یحرض الناس علی قتاله واخوك یقود الجمل وانت تسوقه فقال لعن الله الراکب والقائد والسائق وما قاتله ابوك فی موطن الا ولعنته وکنت معه وانت الذی کنت تنهی اباك عن الاسلام حتی قلت مخاطبا له شعر

یا صخر لا تسلمن طوعا ففضحنا | بعد الذین ببدر اصبحوا فرقا
لا نزلن الی امر تقلدنا | والراقصات بنعمان به الحرفا

وولاك عمر الشام فخنته ثم ولاك عثمان فتربصت علیه وکنت یوم بدر واحد والخندق

والمشاهد كلها تقاتل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وقد علمت المسلمون الفراش الذي ولدت عليه ثم التفت الى عمرو بن عاص وقال ما انت يا بن النابغة فادعاك اربعة من قريش غلب اليك الامهم وهو العاص وولدت على فراش مشترك وفيك نزل ان شانئك هو الابتر وكنت عدو الله وعدو رسوله وعدو المسلمين وكنت اضر عليهم من كل مشرك واما انت يا وليد فلا الومك على بغض امير المومنين فانه قتل اباك صبرا وجلدك في الخمر لما صليت بالمسلمين الفجر سكرانا وقلت ازيدكم وسماك الله في كتابه فاسقا وسمي امير المومنين مومنا في قوله افمن كان مومنا كمن كان فاسقا لا يستوون واما انت يا عتبة فلا الومك في امير المومنين فانه قتل اباك يوم بدر واشترك في دم ابن عمك شيبة وانكرت على من غلب على فراشك ووجدته نائما عن مرشل ثم نفض الحسن عليه السلام ثوبه وقام

جب سپرد کیا حضرت امام حسن علیہ السلام نے امر خلافت معاویہ کو تو مدینہ منورہ کے سفر کا سامان شروع کیا پس جمع ہوا معاویہ کے پاس ایک گروہ اس کے رفقا کا جن میں عمر عاص اور ولید ابن عقبہ کہ بھائی تھا حضرت عثمان ابن عفان کا ان کی طرف سے اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اسپر شراب خواری کی حد جاری فرمائی تھی اور عتبہ تھا ان لوگوں نے معاویہ سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں بسبیل زیارت امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں تاکہ ان کو قبل روانگی مدینہ شرمندہ کریں معاویہ نے کہا ان لوگوں کو روکو اور کہا کہ حسنؑ قبیلہ بنی ہاشم کے زبان آور ہیں مگر ان لوگوں نے اسپر اصرار کیا (کیونکہ ان کا خیال تھا کہ امام حسن علیہ السلام کو بات نہیں کرنی آتی) پس امیر معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کو بلایا جب لوگ جمع ہو گئے تو انہوں نے گفتگو شروع کی اور حضرت علی علیہ السلام کے معائب بیان کرنے شروع کئے اور حضرت حسنؑ خاموش تھے پس جب وہ فارغ ہوئے تو حضرت امام حسن علیہ السلام نے حمد و ثنائے باری کی اور جناب رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا پھر فرمایا کہ وہ جناب جن کی طرف تم نے اشارہ کیا انہوں نے نماز پڑھی دونوں قبلوں کی طرف اور دو بیعتیں کیں اس وقت کہ تم تمام مشرک تھے اور اس چیز سے منکر تھے جو نازل فرمائی جناب باری نے اپنے نبیؐ پر اور اس جناب نے تحقیق کہ حرام کیا اپنے نفس پر خواہشات نفسانی کو اور باز رہے لذات سے یہاں تک کہ نازل فرمایا جناب باری نے آیہ یا ایہا الذین آمنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم اور تو اے معاویہ وہ شخص ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کے حق میں فرمایا کہ اے اللہ میرے نہ سیر کر شکم اس کا یا نہ شکم پر کرے اللہ اس کا اور امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام وہ تھے کہ حفاظت کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشرکوں سے اور فدا کیا اپنی جان کو شب ہجرت میں رسول اللہ پر یہاں تک کہ نازل

فرمایا اللہ جلشانہ نے ان کی شان میں آیہ من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ پس فرمایا جناب باری نے نہیں ہے حاکم تمہارا مگر اللہ اور اس کا رسول اور وہ کہ ایمان لائے اور عمل کئے نیک اور نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اس حالت میں کہ رکوع میں ہوتے ہیں اور مراد اس سے امیر المومنین علی علیہ السلام ہیں اور فرمایا ان کے حق میں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تو مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہے موسیٰ سے اور تو بھائی میرا ہے دنیا و آخرت میں اور تو معاویہ وہ شخص ہے کہ نظر کی نبی نے بروز احزاب پس دیکھا رسول خدا نے تیرے باپ کو کہ اونٹ پر سوار ہے اور لوگوں کو برانگیختہ کرتا ہے قتال رسول پر اور بھائی تیرا مہار کھینچتا تھا اونٹ کی اور تو اس کو پیچھے سے ہنکاتا تھا پس فرمایا رسول اللہ نے کہ لعنت کرے اللہ سوار پر اور کھینچنے والے پر اور ہانکنے والے پر اور نہ مقابلہ کیا رسول خدا نے تیرے باپ کا کسی جگہ پر مگر لعنت کی رسول خدا نے اس پر اور تھا تو اس کے ساتھ اور تو وہ شخص ہے کہ لکھا تھا اپنے باپ کو اسلام سے یہاں تک کہ تو نے مخاطب ہو کر اس سے یہ شعر پڑھے ترجمہ اے صخر نہ اسلام لا تو رغبت سے پس رسوا کرے گا تو ہم کو بعد ان لوگوں کے جو بدر میں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گئے اور نہ تو میلان کر اپنے امر کی طرف کر ڈالے تو ہماری گردنوں میں قلادہ بیوقوفی کا اس کے سبب سے قسم ہے ان اونٹوں کی جو تیز روی کرنے والے ہیں وادی نعمان میں۔

اور والی کیا تجھ کو عمر نے شام کا پس خیانت کی تو نے ان کی اور پھر والی کیا تجھکو عثمان نے پس انتظار کیا تو نے ان پر بدی کا اور تھا تو بروز بدر و احد و احزاب اور کل مشاہد میں کہ مقاتلہ کرتا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ [وسلم] سے اور تحقیق کہ جانتا ہے مسلمانوں نے اس فراش کو جس پر تو پیدا ہوا ہے پھر التفات کیا حضرت امام حسن علیہ السلام کی طرف اور فرمایا کہ اے پسر نابغہ وہ شخص ہے کہ دعوے کیا تھا چار شخصوں نے قریش سے اور غالب ہوا ان پر وہ شخص جو بڑا لئیم تھا ان میں اور وہ عاص ہے اور تو پیدا ہوا فراش مشترک پر اور تیرے بارے میں خدا نے اپنے نبی سے یہ فرمایا کہ تیرا دشمن مقطوع النسل ہے اور تھا دشمن اللہ جل شانہٗ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور مسلمانوں کا اور تھا تو زیادہ نقصان رساں ان پر ہر مشرک سے اور تو اے ولید میں نہ ملامت کروں گا تجھ کو عداوت کرنے پر امیر المومنین علیہ السلام کی کیونکہ اس جناب نے قتل کیا تیرے باپ کو بے بس کر کے اور کوڑے لگائے تجھ کو حد شراب خواری میں جس وقت کہ نماز پڑھائی تو نے مسلمانوں کو نشہ کی حالت میں اور کہا تو نے کہ میں زیادہ کروں اور رکعتوں کو اور نام رکھا اللہ جل شانہ نے تیرا اپنی کتاب میں فاسق اور نام رکھا امیر المومنین علیہ السلام کا مومن اس آیہ میں آیا پس وہ شخص کہ مومن ہے مثل اس کے ہے کہ فاسق ہے نہیں برابر ہوتے اور لیکن تو اے عتبہ تجھکو بھی میں ملامت نہ کروں گا امیر المومنین علیہ السلام کے باب میں کیونکہ تحقیق کہ امیر المومنین علیہ السلام نے تیرے باپ کو بروز بدر قتل کیا اور تیرے عم زاد بھائی شیبہ کے خون میں شریک ہوئے اور انکار کیا تو نے اس شخص پر جو تیرے فراش پر متصرف ہوا اور پایا تو نے اس کو سوتے ہوئے ساتھ تیری زوجہ کے اس کے بعد جناب امام حسن علیہ السلام نے اپنے کپڑے جھاڑے اور کھڑے ہو گئے

حکیم سنائی غزنوی نے آپ کے محامد اشفاق اور مکارم اخلاق میں اپنی کتاب **حدیقہ** میں یہ اشعار آبدار نظم فرمائے ہیں۔

اے سنائی بگوئے خوب سخن | در ثنائے گزیدہ میر حسن
قرۃ العین مصطفےٰؐ اگر یں | شاہ اسلام و شرع و خسرو دیں
بوعلی آنکہ در مشام دلے | آید از گیسوانش بوئے علیؑ
در سیادت دل مؤیّد اوست | در رسالت رسولؐ سید اوست
لبتش در سیادت از سلطان | حبش در زیادت از سبحان
چوں علیؑ در نیابت نبویؐ | کوثر داعی و عدوئے دعی
نامہ دوستا حاکی دل اوست | دوست را چیست بہ ز نامۂ دوست
قرۃ العین مصطفےٰؐ او بود | سیّد القوم انبیا او بود
آنچناں دُر دراں صدف او بود | اصفیا را بحق خلف او بود
جگر و جان علیؑ و زہراؓ را | جدّہ او خدیجۃؓ الکبرےٰ
منہج صدق در دلائل او | مہترے راست در مخائل او
بودہ مانند جد بخلق عظیم | پاک عرق و نفیس خلق کریم
فلذۂ بُوَد از دل زہراؓ | دیدہ و دل حبیب مولا را
زہر قہر عدو ہلاکش کرد | فقد تریاک درد ناکش کرد
پاک ناید ز مردم بے باک | عُود ناید ز دودِ چوبِ اراک
ماہ در چشم او ہلال نمود | زہر در کام او زلال نمود
زانکہ زاں واسطہ چشیدن زہر | واں ز دشمن بسے کشیدن قہر
بجہانید جانش از رہ حلق | برہانیدش از دناءت خلق
روز باطل چو حق شود پنہاں | اہل حق را تو بہ نہ گور مداں
چوں جہاں خیر را امیر کند | زال زر روئے چوں زریر کند
گرچہ ایں بد بروے او آمد | پشت اقبال سوئے او آمد
بود باآں دژم ولے ہمہ روز | ہمچو خورشید دہر شہر فروز
خواستہ چوں خرد ز ہر پناہ | شرف از منصب کریمش جاہ
خاطرش ہمچو بحرے اندر شرع | راسخ اصل بود و شامخ فرع
چوں بہار است بر وضیع و شریف | منصب و خوبرو وے پاک و لطیف

فلک جامہ کوب زہرہ دواج — قمر تخت مہر پرویں تاج
مسند مرقدش برا ز افلاک — مشرب و منہلش ز عالم پاک
مشرب عرق و منہل جگرش — باشد از حوض جدش و پدرکش
مانده آباد از سخائے کفش — خاندان نبوت از شرفش
کرده خصماں برا و جہان فراخ — تنگ ہمچوں درون گبہ در واخ
تا سوم بار کرد عزم درست — شربت زہر ہم چو بار نخست
راست کرد و بداد آن ناپاک — کہ جہاں باد از چناں زن پاک
صد وہفتاد اند پاره جگر — بدر انداخت زاں لب چو شکر
جان بداد اندراں غم وحسرت — باد بر جان خصم او لعنت

تمام شد

خلق و مروت

حضرت امام حسن علیہ السلام کے غلاموں میں سے کسی غلام نے کچھ خیانت کی اور مستوجب سزا ہوا حضرت نے اس کی تادیب چاہی اس غلام نے کہا الکاظمین الغیظ حضرت نے فرمایا میں نے اپنے غصہ کو فرو کیا۔ غلام نے پھر کہا والعافین عن الناس حضرت نے فرمایا میں تیرے گناہوں سے درگذرا اس غلام نے عرض کی واللہ یحب المحسنین حضرت نے فرمایا میں نے تجھے آزاد کیا اور پہلے سے رقم مشاہرہ میں دوناً مشاہرہ بڑھا دیا۔

(۲) ایک روز امام حسن علیہ السلام کا گذر گروہ فقرا میں ہوا وہ لوگ کچھ نان خشک کے ٹکڑے زمین میں رکھے ہوئے کھا رہے تھے حضرت کو دیکھا تو آپ سے اپنی دعوت قبول فرمانے کے لئے استدعا کی حضرت فوراً گھوڑے سے اترے اور فرمایا خدا متکبر لوگوں کو دوست نہیں رکھتا اتنا کہکر ان کے سامنے زمین پر بیٹھ گئے اور ان کے ہمراہ ان کا ماحضر تناول فرمایا آپ کی برکت سے ان کے کھانے میں مطلق کمی نہ ہوئی پھر اپنے ہمراہ حضرت ان فقرا کو اپنے دولتسرا میں لائے اور بہت سے طعام ہائے لذیذ ان کو کھلائے اور خلعت فاخرہ دے کر انکو رخصت فرمایا جلاء العیون ص ۲۵۷

(۳) امام یافعی مراۃ الجنان میں لکھتے ہیں ذکر جماعۃ من العلماء فی تصانیفهم انه مر بصبیان معهم کسر خبز فاستضافوه فنزل علی فرسه فاکل معهم ثم حملهم الی منزله وکساهم وقال الید لهم لانهم لم یجدوا غیر ما اطعمونی ونحن نجد اکثر منه

علماء کی ایک جماعت نے اپنی تصانیف میں اس کا ذکر کیا ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام ایک دفعہ چند لڑکوں کے پاس سے ہو کر نکلے ان کے پاس روٹیوں کے ٹکڑے تھے لڑکوں نے آپکی ضیافت کی آپ گھوڑے پر سے نیچے اُتر پڑے اور ان کے ساتھ کھانا کھانے کو بیٹھ گئے پھر اُن کو اپنے گھر لے گئے اور ان کو نئے کپڑے پہنائے اور ان کے لئے صلہ عطا فرمانے کے لئے حکم دیا اور فرمایا کیونکہ ان کے پاس سوائے اس کے جو انہوں نے مجھے کھلایا ہے اور کچھ نہیں تھا اور ہمارے پاس تو اس سے زیادہ ہے۔

امام حسن علیہ السلام کے محاسن اخلاق اور رفق مدارا کے یہ واقعات تو وہ ہیں جو انسانی طبقات کے ساتھ مشہور و معروف ہیں اب ہم آپ کے محاسن اخلاق و ترحم کا ایک واقعہ اور لکھتے ہیں کہ انسانی طبقہ پر منحصر نہیں مخلوق خدا کے عام طبقہ کے ساتھ آپ کے اخلاق و اشفاق یکساں ہوتے تھے۔

ایک روز جناب امام حسن علیہ السلام بیٹھے کھانا نوش فرما رہے تھے اور ایک کتا سامنے کھڑا تھا حضرت خود ایک لقمہ کھاتے تھے اور دوسرا لقمہ اس کے آگے ڈال دیتے تھے حاضرین میں سے ایک صاحب نے عرض کی یا ابن رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کو نکال دوں حضرت نے ارشاد فرمایا رہنے دو مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ کوئی جاندار میرے کھانے کی طرف دیکھے اور میں اسے کھانا نہ دوں اور ہنکا دوں۔

اب ان واقعات سے بڑھکر اور کیا حالات ہوں گے جو محاسن اخلاق اور رفق و مدارا کے ثبوت میں لکھے جائیں گے امام حسن علیہ السلام کی مقدس سیرت کے متعلق ابھی ہمارے پاس کافی سرمایہ ہے مگر ہم حسب وعدہ اپنے ناظرین کو اپنے بیان کی طوالت کے ہاتھوں زیادہ زحمت دینا گوارا نہیں کرتے کیونکہ ہماری تالیف کا موجودہ حصہ جس میں ہم نے اخلاقی باتوں کے لکھنے کا وعدہ کیا ہے وہ ایک مانا ہوا مسئلہ ہے کہ وہ کسی طرح ہمارے بیان کا محتاج نہیں ہے اس لئے ہم آپ کے اخلاقی واقعات سے قطع نظر کرکے آپ کے روحانی تقدس اور تقوے و عبادت کے حالات کا ذکر آغاز کرتے ہیں جو جناب امام حسن علیہ السلام کی ذات معدن البرکات کے ساتھ خداوند عالم کی طرف سے مخصوص و دیعت فرمائے گئے تھے:

خوف خدا

ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ جلا العیون میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن علیہ السلام اپنے زمانے میں عابد ترین و زاہد ترین و فاضل ترین مردم تھے اور جب حج کو تشریف لے جاتے تھے تو پیادہ جاتے تھے اور جب موت و قبر و قیامت اور صراط کو یاد فرماتے تھے تو رونے لگتے تھے اور جب عرض اعمال بارگاہ حقتعالے کا دل میں خیال آتا تھا تو ایک نعرہ مار کر بے ہوش ہو جاتے تھے اور جب نماز کو کھڑے ہوتے تھے تو اعضائے بدن خوف خدا کی وجہ سے کانپنے لگتے تھے اور جب بہشت و دوزخ کو یاد کرتے تھے اس طرح طپاں اور

لرزاں ہوتے تھے کہ جس طرح کسی کو سانپ یا بچھو نے کاٹ کھایا ہو اور خدا سے سوال بہشت کرتے تھے اور آتش جہنم سے پناہ مانگتے تھے اور جب قرآن میں یا ایھا الذین امنوا پڑھتے تھے تو لبیک اللھم لبیک فرماتے تھے اور کسی حال میں کسی نے امام حسن علیہ السلام کو یاد خدا میں نہیں دیکھا مگر یاد خدا میں۔

علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں آپ کے اوصاف میں لکھتے ہیں:۔

وکان الحسن علیه السلام سیداً حلیماً کریماً زاهداً اذا سکینة ووقار وذا حشمة وجواداً اخرج ابونعیم فی حلیه انه قال الحسن علیه السلام انی لاستحی من ربی ان القاه ولم امش الی بیته فحج عشرین حجة ماشیا واخرج الحاکم عن ابن عمر قال لقد حج الحسن علیه السلام خمسه وعشرین حجة ماشیا

جناب امام حسن علیہ السلام بہت بڑے صاحب حلم صاحب کرم اور صاحب زہد تھے اور بہت بڑے صاحب یقین ووقار اور اہل حشمت واقتدار حلیۃ الاولیا میں حافظ ابونعیم لکھتے ہیں کہ جناب امام حسن علیہ السلام فرماتے تھے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں خدا کے گھر جاؤں اور ننگے پاؤں نہ ہوں آما م حسن علیہ السلام نے بیس حج پیادہ پا فرمائے امام حاکم مستدرک میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابن عمر سے مروی ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے پچیس حج پا پیادہ ادا فرمائے۔

آخر والی روایت باسناد فریقین زیادہ تر صحیح ہے اور متفق علیہ علامہ ابن اثیر حجوں کی خاص کوئی تعداد نہیں لکھتے انکی عبارت یہ ہے۔

قیل ان الحسن ابن علی علیهما السلام حج عدة حجات ماشیا وکان یقول انی لاستحیی من ربی ان القاه ولم امش الی بیته

جناب امام حسن علیہ السلام نے بہت سے پا پیادہ حج ادا فرمائے اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حیا آتی ہے کہ میں اپنے رب سے ملوں اور اس کی طرف پیادہ پا نہ جاؤں۔

اکثر لوگوں نے آپ سے اتنی زحمت نہ اٹھانے کے لئے کوشش کی مگر حضرت نے اس عادت حسنہ کے ترک سے قطعی انکار کیا چنانچہ ملا مجلسی علیہ الرحمہ نے ترجمہ جلا العیون میں ذیل کا واقعہ تحریر فرمایا ہے۔

سعد ابن ابی وقاص نے ایک مرتبہ آپ کو سفر مکہ میں پیادہ پا چلتے ہوئے دیکھکر عرض کی کہ یا ابن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا اس سفر دور ودراز میں پیادہ پا چلنا اور تمام لوگوں کو بے ادبی کے خیال سے نہایت ناگوار گذرتا ہے اس لئے بہتر ہے کہ آپ بھی سوار ہو لیں جناب امام حسن علیہ السلام نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ہم اس امر میں مجبور ہیں اس وجہ سے کہ ہم نے حج بیت اللہ پیادہ روی کے مخصوص طریقے کو اپنے ذمہ نذر کر لیا ہے اس لئے اس کی ادائیگی بھی ہمارے لئے حج کے برابر فرض ہے:۔

جلا العیون ص ۲۴۳

استغراق عبادت اور ادائے فرائض کے مقابلے میں آپ کی ذات مجمع الحسنات کو دنیاوی تعلقات سے کوئی علاقہ نہیں رہتا تھا اور حوادثات زمانہ کے متعلق آپ کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا چنانچہ آپ کی دختروں میں سے ایک دختر نے قضا فرمائی جس سے آپ زیادہ مانوس تھے اس کی تعزیت میں آپ کے احباب میں سے کسی احباب نے نہایت پُراثر الفاظ لکھے آپ نے جو گرامی نامہ اس کے جواب میں تحریر فرمایا وہ یہ تھا "تمہاری تحریر تعزیت مرگ دختر میں مجھے پہنچی جس میں تم نے مجھے تسلی دی ہے پس مصیبت دختر کے اجر کو میں خدا سے مانگتا ہوں اور قضائے الٰہی کو میں نے تسلیم کر لیا ہے اور اس کی بلا پر صابر ہوں بدرستیکہ مجھے زمانے کے مصائب نے بہت ملول کیا ہے مصیبت ہائے زمان اور ان دوستوں کی مفارقت میں جن سے میں اُلفت و محبت رکھتا تھا اور وہ برادر جن کو میں اپنا دوست جانتا تھا اور ان کے دیکھنے سے خوش ہوتا تھا اور میری آنکھیں اُن کے دیکھنے سے روشن ہوتی تھیں ان کی جدائی سے ملول ہوا ہوں پس مصائب نے ناگاہ ان کو گھیر لیا اور لوگ ان کو اٹھا کر لشکر ہائے مردگان میں لے گئے اور یہ آپس میں باہمدیگر ہمسایہ ہیں بغیر اس کے کہ آپس میں کوئی آشنا ہوں یا ایک دوسرے کی ملاقات کریں یا ایک دوسرے سے بہرہ مند ہوں اور ایک دوسرے کی زیارت کو جاویں باوجودیکہ گھر اُن کے ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں ان کے خانہائے بدن ان کے صاحبوں سے خالی ہیں ان کے دوستوں اور یاروں نے اُن سے دوری اختیار فرمائی ہے مثل ان کے گھروں کے اور کسی کا گھر نہیں دیکھا ہے اور مثل ان کی قرارگاہوں کے دوسرا مکان کسی نے نہیں معائنہ کیا ہے ان کے گھروں میں وحشت انگیز ساکن ہوئے ہیں اُنہوں نے اپنے خانہائے مالوف سے دوری اختیار کی ہے ان کے دوستوں نے بغیر دشمنی کے ان سے مفارقت کی ہے اور ان کو بوسیدہ اور کہنہ ہونے کے لئے گڑھوں میں ڈال دیا ہے اور وہ میری لڑکی ایک کنیز مملوک تھی اور وہ بھی اسی راہ میں گئی جس راہ میں گزشتگان پہلے اس سے جا چکے ہیں اور آئندہ جانے والے ہیں۔" والسلام ترجمہ جلاءالعیون ص ۲۵۲

ترک تعلق اور تمام روحانی تعلیمات کے اثر لینے والوں کے لئے جناب امام حسن علیہ السلام کا صرف یہ خط ایک دفتر کے برابر ہے اور وہ اس مختصر لیکن پُرمعنی تحریر سے بے ثباتی دنیا اور اجل موعودہ کے حکم کی نسبت عبرت کے کافی اثر محسوس کر سکتے ہیں اب اس مضمون کی تحریر کے بعد ہم جناب امام حسن علیہ السلام کی علمی لیاقتوں کے چند واقعات اپنے سلسلۂ بیان میں مندرج کرتے ہیں:

لیاقت علمی

(۱) ایک دن معاویہ کی مجلس میں عمرو عاص نے امتحاناً جناب امام حسن علیہ السلام سے پوچھا کہ کرم و نجدہ

مروت کیا چیز ہے اُمید ہے کہ آپ ان میں سے ہر ایک کو جدا جدا بیان فرمائیں آپ نے جواب دیا کرم نیکی کرنے کے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے لیکن اصل کرم وہ ہے جو قبل از سوال اور خالی از خیال عوض ہو۔

مجد کے معنی رفعت کے ہیں لیکن اصل مجد وہ ہے کہ دشمنوں کو اپنے مکارم سے دفع کرتا رہے اور مقام مکروہات میں صبر کرتا رہے اب رہی مروت مروت کے معنی آدمیت کے ہیں اور آدمیت کی اصل مراد یہ ہے کہ آدمی اپنے دین کو نگاہ رکھے اور اپنے نفس کی کثافت و آلودگی سے حفاظت کرے اور بادائے حقوق خدا و خلق قیام کرے جسے دیکھے پہلے خود سلام کرے پس معاویہ نے عمرو عاص کو ملامت و نفرین کی اور کہا تو نے اہل شام کو فاسد کر دیا اور فضائل جناب امام حسن علیہ السلام پر مطلع کر دیا۔

عمرو عاص نے کہا ان باتوں کو چھوڑ دے اہل شام ہم کو دین کے لئے دوست نہیں رکھتے بلکہ دُنیا کے واسطے دوست رکھتے ہیں شمشیر و مال ہمارے ہاتھ میں ہے اس لئے سخنان امام حسن علیہ السلام مفید نہیں ہوں گے! جلاء العیون ص ۲۶۶

(۲۴) ایک روز جناب امیر المومنین علیہ السلام کوفہ کے محلّے رحبہ میں بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میں آپ کی رعیت سے ہوں اور آپ کے اہل شہر سے آپ نے فرمایا تو جھوٹ کہتا ہے تو نہ میری رعیت سے ہے نہ میرے اہل شہر سے لیکن حقیقت یہ ہے کہ تجھکو قیصر روم نے معاویہ کے پاس چند مسائل دریافت کرنے کے لئے بھیجا ہے چونکہ معاویہ اُن مسائل کا جواب نہیں جانتا اس لئے اس نے تجھ کو پوشیدہ میرے پاس بھیج دیا ہے کہ تو مجھ سے اپنے سوالوں کا جواب پوچھے اس شخص نے کہا ہے تو ایسا ہی معاویہ نے پوشیدہ مجھے بھیجا ہے کہ کوئی شخص اس راز پر بجز خدا کے مطلع نہیں ہے آشنا سُنکر جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا میرے ان دونوں فرزندوں میں سے (حضرات حسنین علیہم السلام حاضر تھے) جس سے تو چاہے سوال کر اس نے امام حسن علیہ السلام کو دیکھا آپ نے فرمایا تو مجھ سے پوچھنے آیا ہے کہ حق و باطل میں کیا فرق ہے اور زمین و آسمان میں کتنی مسافت ہے اور مغرب و مشرق میں کتنی دُوری ہے اور قوس و قزح کیا چیز ہے اور مخنث کسے کہتے ہیں اور وہ دس چیزیں کونسی ہیں جو ایک دوسرے سے زیادہ سخت ہیں سائل نے کہا ہاں میں انہیں چیزوں کے دریافت کرنے کو آیا ہوں۔

پس جناب امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا حق و باطل میں چار انگل کا فرق ہے جو آنکھ سے دیکھو وہ حق ہے اور جو کان سے سُنو وہ ناحق اور آسمان میں بقدر نفرین مظلوم اور بمقدار حد نگاہ فاصلہ ہے اور مشرق و مغرب میں بقدر مسافت ایک روزہ آفتاب ہے اور قزح نام شیطان کا ہے اور یہ قوس نام شیطان نہیں ہے بلکہ قوس خدا ہے اور علامت فراوانی روزی ہے اور اہل زمین کے لئے غرق ہونے سے امان ہے اور مخنث وہ ہے کہ معلوم نہ ہو کہ وہ مرد ہے یا عورت اور دونوں مقام اس کے ہوں لیکن

تا بلوغ انتظار کریں اگر محتلم ہو مرد ہے اور اگر حائض ہو پستان اُبھر آئیں عورت ہے اور اگر اس سے بھی ظاہر نہ ہو تو دیکھیں کہ پیشاب کرنے وقت اس کی دھار سیدھی ہو تو مرد ہے اور اگر بروش بول منتشر ہے تو عورت ہے۔

اس کے بعد وہ دس چیزیں جو ایک دوسرے سے زیادہ سخت ہیں پس پتھر کو خدا نے سخت پیدا کیا اور لوہے کو اس سے زیادہ سخت پیدا کیا کہ لوہا پتھر کو توڑ ڈالتا ہے اور آگ لوہے سے زیادہ سخت ہے کہ اُسے گھلا دیتی ہے اور پانی آگ سے زیادہ سخت ہے کہ اُسے بجھا دیتا ہے اور ابر پانی سے زیادہ سخت ہے کہ حکم اُسکا پانی پر جاری ہے اور ہوا ابر سے زیادہ سخت ہے کہ ہوا اس کو حرکت دیتی ہے اور ہوا سے سخت وہ فرشتہ ہے کہ ہوا جس کے حکم میں مقرر کی گئی ہے اور اس فرشتہ سے سخت ملک الموت ہے جو اس کی روح کو قبض کرے گا اور ملک الموت سے زیادہ سخت موت ہے کہ خود ملک الموت بھی اُس سے مرے گا اور موت سے زیادہ سخت خدا کا حکم ہے کہ اسی کے حکم سے وارد ہوتی ہے اور دفع بھی ہو جاتی ہے واللّٰہ علیٰ کل شیٍٔ قدیر ؎ :- ترجمہ جلاء العیون ص ۲۹۰ وحیات القلوب جلد دوم

(۳۳) امام حسن علیہ السلام بخیال ادب کبھی جناب امیر المومنین علیہ السلام کے مقابلے میں باتیں نہیں کرتے تھے بعض اہل کوفہ نے جناب امیر المومنین علیہ السلام سے کہا کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کلام کرنے سے قاصر ہیں پس جناب امیر علیہ السلام نے امام حسن علیہ السلام کو طلب فرمایا اور ارشاد کیا کہ تمہاری نسبت لوگ ایسا خیال کرتے ہیں تم منبر پر جاؤ اور اپنے فضل و کمال کو ان پر ظاہر کرو امام حسن علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ کے سامنے مجھے یارائے کلام نہیں ہے جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا اے فرزند میں تیرے سامنے سے ہٹا جاتا ہوں پس جناب امیر المومنین علیہ السلام نے لوگوں کو جمع فرمایا جناب امام حسن علیہ السلام منبر پر تشریف لے گئے اور یہ خطبہ پڑھا کہ ایہا الناس اپنے پروردگار کا کلام سمجھو حق تعالےٰ فرماتا ہے :-

ان اللّٰہ اصطفیٰ اٰدم ونوحًا واٰل ابراھیم واٰل عمران علی العالمین ذریۃ بعضھا من بعض واللّٰہ سمیع علیم۔

واضح ہو کہ ہم ذریت برگزیدہ آدم و سلالۂ نوح و برگزیدہ آل ابراہیم و فرزند پسندیدہ اسمٰعیل و آل محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ہماری مثال تم میں آسمان کی طرح ہے کہ ہماری وجہ سے فیض رحمت تم پر برستی ہے اور ہم بمنزلۂ خورشید انور ہیں کہ جہان کو اپنے نور سے روشن کیا ہے اور ہم شجرہ زیتونہ ہیں کہ خدائے سبحانہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں اس کی نسبت مثل دی ہے اور برکت یاد کیا ہے کہ نہ مشرقی ہے نہ مغربی میں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی جڑ ہیں اور جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام اس کی شاخ ہیں اور ہم بخدا اسی درخت کے میوے ہیں جو کوئی اس کی

شاخوں میں سے کسی شاخ کو اختیار کرے وہ ناجی ہے اور جو اس درخت سے دوری اختیار کرے وہ ناری ہے۔

جناب امام حسن علیہ السلام نے خطبہ کو یہاں تک پہنچایا تھا کہ جناب امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام اقصائے مسجد سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ردائے مبارک کھینچتے ہوئے تشریف لائے یہاں تک کہ منبر پر جاکر درمیان دو دیدہ امام حسن علیہ الصلواۃ والسلام پر بوسہ دیا اور فرمایا یا ابن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تم نے اپنی حجت قوم پر خوب تمام کی اور اپنی اطاعت ان پر واجب کی پس وائے ہو اُس پر جو اب بھی تمہاری مخالفت کرے۔

(جلاء العیون ص ۲۵۷)

(۴) ایک مرتبہ معاویہ نے اپنی صحبت میں جناب امام حسن علیہ السلام کی لیاقت و جامعیت کا امتحان لینا چاہا اور آپ سے درخواست کی کہ آپ منبر پر جاکر خطبہ پڑھیں کہ لوگوں پر آپ کا نقص ظاہر ہو جاوے امام حسن علیہ السلام منبر پر تشریف لے گئے اور بعد حمد و ثنائے الٰہی فرمایا جو مجھے پہچانتا ہو پہچان لے اور جو نہ پہچانتا ہو وہ پہچان لے کہ میں حسنؑ ابن علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام ہوں اور میں فرزند فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہوں جو دختر جناب سیدالمرسلین اور لائقہ حضرت ختم المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں میں صاحب فضائل اور معجزات و دلائل ہوں میں فرزند جناب امیرالمومنین علیہ الصلواۃ والسلام ہوں کہ مجھے میرے حق سے محروم رکھا ہے ہم اور ہمارے بھائی حضرت امام حسین علیہ السلام بہترین جوانان اہل بہشت سے ہیں میں صاحب رکن و مقام و مکہ ومنیٰ و مشعر عرفات ہوں۔

جب معاویہ نے یہاں تک حضرت کا خطبہ سُنا وہ ڈرا کہ لوگ کہیں حضرت کی طرف مایل نہ ہو جائیں تو عرض کی یا ابو محمد آپ رطب کی تعریف فرمائیں اس کلام سے کیا کام ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہوا رطب کو بڑھاتی ہے اور گرمی پکاتی ہے اور سردی اسکو لطیف و پاکیزہ کرتی ہے

اتنا فرماکر حضرت نے پھر اپنے مطلب کی طرف رجوع فرمایا اور کہا کہ میں فرزند مشہولئے خلق ہوں اور جگر بند جناب فخر الانبیا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں اتنا سُنکر معاویہ اور خائف ہوا کہ اس کلام کے بعد حضرت ایسا موعظہ نہ فرمائیں کہ لوگ مجھ سے منحرف ہو جائیں یہ خیال کرکے کہا کہ آپ نے جو کچھ فرمایا وہ کافی ہے آپ کے منبر سے نیچے تشریف لائے پس آپ منبر سے نیچے تشریف لائے

جلاء العیون صفحہ ۲۵۰

اسی مضمون کی نسبت آپ کی حاضر جوابی ذکاوت اور انجلائے طبعی کے چند واقعات اور ذیل میں درج کرتے ہیں :-

(۵) معاویہ نے ایک دن آپ کے جودوکرم کی شہرت سن کر لکھ بھیجا کہ لا خیر فی اسراف قلم بلاغت رقم سے جو نکتہ اس کے جواب میں لکھا گیا جس نے معترض کے حواس اُلٹ دیئے وہ یہ تھا لا اسراف فی خیر

(۶) اسیطرح ایک اور واقعہ امام یافعی نے مراۃ الجنان میں درج فرمایا ہے۔

ما روی انہ بلغہ ان ابا ذر رضی اللہ عنہ یقول الفقراء احب الی من الغنا والسقم احب الی من الصحۃ فقال رحمہ اللہ ابا ذر رضی اللہ عنہ اما انا اقول من اتکل علی حسن اختیار اللہ تعالیٰ لم یختر الا ما اختار اللہ لہ

روایت ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام کو خبر لگی کہ ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک تونگری سے فقیری بہتر ہے اور صحت سے بیماری اچھی ہے۔ آپ نے فرمایا ابوذر پر خدا رحم کرے میں یہ کہتا ہوں کہ جس نے خدا کے اختیار پر توکل کیا وہ کیوں خدا کے اختیار کے سوا اور کچھ اختیار کرے

(۷) زمانہ کے بعض کوتہ اندیشوں نے آپ سے آپ کی صلح کی نسبت اعتراض پیش کئے آپ نے فوراً اس کے جواب میں ارشاد فرمایا

وہ شخص عیب نہیں لگایا جاسکتا جو اپنا حق کسی اور کو دے دے بلکہ اس شخص پر عیب رکھا جاتا ہے جو دوسروں کا حق لے لیتا ہے ہر امر حق نفع پہنچانے والا ہے اور ہر امر باطل اپنے اہل کو ضرر پہنچانے والا ہے۔

(جلاء العیون ص ۲۷۵)

(۸) اسیطرح ایک دوسرے شخص نے معاملات صلح کی نسبت آپ سے پوچھا تو جناب امام حسن علیہ السلام نے فوراً اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اگر میں معاویہ سے جنگ کروں تو یہی لوگ (منافقین ہمراہی) مجھے اپنے ہاتھ سے پکڑ کے معاویہ کو دیدیں خدا کی قسم میرے لئے معاویہ سے صلح کرنا اور محفوظ رہنا کہیں بہتر ہے کہ ان کے ہاتھ میں آجاؤں اور وہ مجھے بخواری قتل کرے یا مجھ پر احسان کرکے چھوڑ دے اور تا روز قیامت بنی ہاشم کے قبیلہ میں یہ عار باقی رہ جاوے اور ہمیشہ فرزندان معاویہ ہمارے فرزندوں اور ہمارے مردوں اور زندوں پر احسان رکھیں۔ (جلاء العیون ص ۲۷۶)

ہم نے نہایت اختصار کے ساتھ آپ کے ذاتی اور صفاتی محاسن کی نسبت چند واقعات صرف اپنے سلسلۂ بیان قائم رکھنے کے لئے لکھدیئے اور تاہم ہمارے پاس اس کے متعلق کافی سرمایہ موجود ہے مگر جیسا ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ الحمد للہ ہمارے آئمہ

معصومین اور اہلبیت طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کے محاسن اخلاق اور تمامی فضائل وشمائل ایسے مشہور معتبر اور متواتر ہیں جو میری کسی توضیح وتصریح کے ہرگز محتاج نہیں ہوسکتے اس لئے ہم ان تمام واقعات کو طوالت کے خوف سے قلم انداز کرتے ہیں اور اپنی تالیف کے تمامی مضامین کو خواجہ محمد پارسا کے ان اشعار پر ختم کرتے ہیں جنکو صاحب روضۃ الصفا نے آپکے حالات کے خاتمہ پر اپنی کتاب میں درج فرمایا ہے وھوہذا ؎

اگر عمرے بیارایم سخن را — نشاید نعت من نعت حسنؑ را
سخن گیرم کہ مروارید ان نیست — سزائے وصف اخلاق حسنؑ نیست
سخن گر بگذرد از چرخ اخضر — ہنوز از قدر او باشد فروتر
سخن را گر بہ علیین رسانم — رسانیدن بقدرش کے توانم
کمالش گرچہ نزد ما ست ظاہر — زبان ما بوصف اوست قاصر
دوگیتی را وجودش زیب وزین است — نظیر او اگر جوئی حسینؑ است

تمت بالخیر والعافیۃ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وآلہ اجمعین کہ کتاب دوم از سیرۃ اہلبیت کرام مشتمل بر احوال خیر وبرکت جناب سبط اکبر جگر گوشۂ حیدر صفدر امام زمن موتمن حضرت ابو محمد الحسن علیہ السلام است از تاریخ بست وہشتم ماہ محرم الحرام روز شنبہ سنہ ۱۳۲۲ھ بنقلش پرداختم وامروز بتاریخ سوم ماہ ربیع الاول روز شنبہ سنہ الیہ مرتب ساختم ٭

المولف اولاد حیدر

سلسلۃ الذہب کی مقدس کڑیاں

ائمہ معصومین کی سوانح عمریاں

ازمولانا مولوی فوقؔ بلگرامی

(۱) معارج المبین فی تاریخ امیرالمومنین علیہ السلام جلد اول و دوم (زیر طبع) انشا جلد اول ماہ محرم الحرام تک تیار ہوجائیگی

(۲) سرورچمن فی احوال امام حسن علیہ السلام .... عہ

(۳) ذبح عظیم فی احوال مظلوم کربلا علیہ التحیۃ والثنا .... للعہ

(۴) صحیفۃ العابدینؑ فی احوال حضرت سید الساجدین علیہ السلام .... ۸؍

(۵) اخبار الباقریہ فی احوال حضرت امام محمد باقر علیہ السلام .... ۸؍

(۶) آثار جعفریہ فی احوال حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام .... ۴؍

(۷) علوم کاظمیہ فی احوال حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام .... ۱۲؍

(۸) تحفۂ رضویہ فی احوال حضرت امام علی رضا علیہ السلام .... ۸؍

(۹) تحفۃ التقیین فی احوال حضرت امام محمد تقی علیہ السلام .... ۸؍

(۱۰) النّقی فی احوال حضرت امام علی نقی علیہ السلام .... ۱۲؍

(۱۱) العسکری فی احوال حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام .... ۱۴؍

(۱۲) دُرالمقصود فی احوال مہدی موعود عجل اللہ فرجہ وسہل اللہ مخرجہ .... زیر طبع

غیر مستطیع مومنین کے لئے "چہاردہ معصومینؑ" کا ذکر خیر یکجائی یعنی "تذکرۃ المعصومینؑ" اردو ۸؍ علاوہ محصول ڈاک